باب ۳۰

میرے دفتر کی کرائے داری کی مدت ختم ہونے والی تھی اور عمارت کی دیکھ بھال کرنے والی کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگالیا کہ اس کی تجدید نہ کی جائے گی۔ مجھے کوئی فکر بھی نہ تھی کیونکہ میں نے مالش کا کام ترک کر لینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ پورا کام میرے بس سے باہر تھا اور کسی مددگار کو رکھ کر اس کا استحصال کرنا میں نہیں چاہتی تھی۔ مزید برآں ''مدرارتھ'' میرا زیادہ وقت لے رہا تھا۔ وہ احباب جنہوں نے سنگار خانہ کھولنے میں میری مدد کی تھی وہ اس بات پر ناخوش تھے کہ میں اس کام سے اس وقت دستکش ہورہی ہوں جب یہ کامیابی کی دہلیز کو چومنے والا تھا۔ میں تمام قرض چکا چکی تھی اور تھوڑی سی رقم بھی پس انداز کرلی تھی۔ میں نے جو تجربہ حاصل کیا تھا اور جن لوگوں سے ملی تھی وہ مادی فوائد کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھے۔ اب میں آزاد تھی۔ اب میں بھیس بدلنے سے اور سخن سازی کرنے سے آزاد تھی۔ اس کے علاوہ بھی چند ایسی چیزیں تھیں جن سے خود کو آزاد کرانا تھا۔ یہ میری ڈان کے ساتھ والی زندگی تھی۔

ہماری عمروں میں فرق بہت زیادہ تھا، تصورات میں اور رویوں میں بھی جس نے ہمارے بندھن کو بتدریج ڈھیلا کردیا۔ ڈان کالج کا ایک لڑکا تھا جس میں اوسط درجے کی امریکی سمجھ بوجھ تھی۔ نہ ہمارے خیالات میں اور ہی سماجی اقدار کے نظریات میں کوئی چیز مشترک تھی۔ ہماری زندگیاں ہم آہنگی کی روح سے بلکہ اہداف اور مقاصد سے بھی خالی تھیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ امر یقینی ہوتا گیا کہ ہمارا باہمی رشتہ چلنے والا نہیں ہے۔ ایک رات کو یکلخت اس کا خاتمہ ہوگیا جب مجھے نہ ختم ہونے والی دیرینہ غلط فہمیوں کے چرکے لگ چکے تھے۔ جب میں اگلے روز سہ پہر میں اپنے اپارٹمنٹ لوٹی تو ڈان رخصت ہوچکا تھا۔ اور یوں ایک اور پسندیدہ امید ماضی میں دفن ہوگئی۔

میں اب پوری طرح 'مدرارتھ' سے وابستہ ہونے کے لیے آزاد تھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم وہ واقعہ تھا جو قریب آتا جارہا تھا اور جس کی مجھے عرصے سے خواہش تھی اور جس کے لیے میں گزشتہ چودہ برس سے خواب دیکھ رہی تھی..... ساشا کی رہائی۔

مئی ۱۹۰۶ء بالآخر آپہنچا۔ ساشا کی حیات نو میں صرف دو ہفتے باقی تھے۔ میں بے قرار ہورہی تھی اور وحشت انگیز وسوسے حملہ کررہے تھے۔ ساشا کے سامنے منہ در منہ کھڑے ہوکر کیسا لگے گا جب ہاتھ میں ہاتھ ہوگا اور کوئی پہرے دار ہمارے درمیان میں نہ ہوگا؟ چودہ سال تو ایک بڑی مدت ہے اور ہماری زندگیاں مختلف راہوں پر پڑ چکی ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ جدا ہوکر اتنی دور ہوچکی ہیں کہ انہیں دوبارہ یکجا ہوکر زندگی کی صورت اختیار کرنے میں اور اسی رفاقت میں ڈھلنے میں جس کے ہم جدا ہونے سے پہلے عادی تھے؟ ان اندیشوں کے امکانات کے خوف نے مجھے بیمار کردیا۔ میں نے اپنے کانپتے دل کو تسلی دینے کے لیے مصروف رہنا شروع کردیا۔ 'مدرارتھ' ایک مختصر دورے کا انتظام اور لیکچروں کی تیاریاں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں قید خانے کے پھاٹک پر سب سے پہلے ملوں گی جیسے ہی ساشا کو رہائی نصیب ہوگی۔ لیکن اس کا یہ خط ملا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ میں اس سے ڈیٹرایٹ میں ملوں۔ یہ بات اسے پسند نہ تھی کہ وہ مجھ سے پولیس والوں کی نظروں کے سامنے ملے یا اخباری نمائندوں یا متجسس مجمع کے سامنے، اس نے لکھا۔ یہ ایک تلخ مایوسی تھی کہ میرے منصوبے سے کہیں زیادہ مجھے انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ حق بجانب ہے۔

کارل نولڈ اب اپنی ایک دوست خاتون کے ساتھ ڈیٹرایٹ میں مقیم تھا۔ ان کے قبضے میں ایک چھوٹا سا گھر تھا جس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چاروں طرف باغ تھا اور وہ شہر کے شور اور افراتفری سے دور تھا۔ ساشا وہاں چین سے رہ سکتا تھا۔ کارل نے ساشا کے ساتھ جیل میں ایک ہی چھت تلے بہت سا وقت گزارا تھا اور وہ اس کے جانثار دوستوں میں سے ایک تھا۔ یہ بھی مناسب تھا کہ ایسے عظیم لمحات میں وہ بھی شریک ہو۔

بفلو، ٹورنٹو، مانٹریال جلسے اور ہجوم..... میں ایک چکا چوند میں تھی اور صرف ایک بات میرے شعور میں تھی..... مئی کی ۱۸، جو ساشا کی رہائی کی تاریخ تھی۔ میں مقررہ تاریخ کی علی الصبح ڈیٹرایٹ پہنچ گئی۔ میرے ذہن میں یہ خیال گھوم رہا تھا کہ ساشا بے صبری سے اپنی کوٹھری میں ٹہل رہا ہوگا تاوقتیکہ اس کی رہائی ہو۔ کارل مجھ سے اسٹیشن پر ملا۔ اس نے ساشا کے لیے ایک عوامی استقبالیہ اور ایک جلسے کا اہتمام کیا تھا۔ اس نے مجھے اطلاع دی۔ میں سن تو رہی تھی مگر میری جان کہیں اور اٹکی ہوئی تھی بار بار میں دیوار گیر گھڑی کو دیکھنے لگتی جو میرے لڑکے کی اسیری کے وقت کو گھٹائے جا رہی تھی۔ سہ پہر کے وقت پٹس برگ کے دوستوں کی جانب سے ایک تار موصول ہوا۔ ''آزاد ہو چکا ہے اور ڈیٹرایٹ کے راستے میں ہے۔'' کارل نے مجھ سے تار چھین لیا، دیوانوں کی طرح لہرایا اور چیخا۔ ''وہ آزاد ہے! آزاد! میں اس کی خوشی میں شریک نہ ہو سکی۔ مجھے شکوک نے مغلوب کر رکھا تھا۔ کیا وہ گھڑی شام میں آئے گی کہ میں ساشا کو دیکھ پاؤں اور وہ بھی اپنی آنکھوں سے!

میں ریلوے اسٹیشن پر کشیدہ خاطر کھڑی تھی اور ایک کھمبے سے ٹکی ہوئی تھی۔ کارل اور اس کے دوست قریب ہی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی آوازیں لگتا دور سے آ رہی ہیں ان کے جسم دھندلے اور معدوم لگ رہے تھے۔ نہ جانے کس گہرائی سے ماضی نمودار ہوا۔ یہ جولائی کی ۱۰ سال ۱۸۹۲ء کا دن تھا اور میں نے خود کو نیویارک کے بالٹی مور اور اوہیو کے اسٹیشنوں پر پایا۔ میں ایک چلتی ٹرین کے پائیدان پر لٹکی ہوئی ہوں اور ساشا سے چمٹی ہوئی ہوں۔ ٹرین نے رفتار پکڑنا شروع کر دی۔ میں کودتی ہوں اور اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہوں۔ میرے بازو پھیلے ہوئے ہیں۔ ''دیوانوں کی طرح چلاتی ہوں، ساشا!''

کوئی میری آستین پکڑ کر کھینچتا ہے۔ آوازیں کانوں میں پڑ رہی ہیں۔ ''ایما! ایما! گاڑی آ رہی ہے، پھاٹک کی طرف بڑھو!'' کارل اور اس کی دوست لڑکی آگے کی جانب بھاگتے ہیں اور میں بھی بھاگنا چاہتی ہوں لیکن میرے پاؤں شل ہو چکے ہیں۔ لگتا ہے میں زمین میں دھنس گئی ہوں۔ میں کھمبے کو پکڑ لیتی ہوں اور میرا دل دھڑ دھڑ کر رہا ہے۔

میرے دوست لوٹے ان کے درمیان میں ایک اجنبی لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چل رہا تھا۔ ''یہ رہا تمہارا ساشا!'' کارل چلایا۔ وہ عجیب و غریب حلیے والا آدمی..... آیا ساشا ہے، میں سوچ میں پڑ گئی۔ اس کا چہرہ مردوں کی طرح سفید، آنکھوں پر بھدی سی عینک، سر پر ہیٹ اس کی کھوپڑی سے بہت بڑا اور کان ڈھانپے ہوئے..... وہ درد و اندوہ اور بیکسی کی تصویر لگ رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے پر اس کی نظریں محسوس کیں اور اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں کو دیکھا۔ میں دہشت اور ترسیدگی کی گرفت میں آ گئی۔ ایک ناقابل برداشت ہوک مجھ میں پیدا ہوئی کہ میں اسے کلیجے سے لگا لوں۔ میں نے گلاب کے پھول اسے تھما دیئے جو میں اس کے لیے لائی تھی۔ اپنے بازوؤں میں میں نے اسے جکڑ لیا اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے۔ محبت اور ہجر کے الفاظ میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے مگر میں نہ کہہ سکی۔ جب ہم چل رہے تھے تو میں اس کے بازو کو دبوچے ہوئی تھی اور خاموش تھی۔

جب ہم ریسٹورینٹ میں پہنچے تو کارل نے کھانے اور شراب لانے کا آرڈر دیا۔ ہم نے ساشا کے نام پر پینا شروع کر دیا۔ وہ ہیٹ لگائے بیٹھا رہا بالکل چپ۔ اس کی آنکھوں میں آسیب جھلک رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ وہ مسکرایا بھی جس میں درد تھا اور حالانکہ ہونٹ پھیلے مگر خوشی ناپید تھی۔ میں نے اس کا ہیٹ اتار لیا۔ اس کا سر مونڈا ہوا تھا! میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے برسہا برس کی اذیت میں آخری اہانت بھی شامل کر دی تھی۔ انہوں نے اس کا سر مونڈ دیا تھا اور اسے سخت بدنما لباس پہنا دیا تھا تاکہ وہ بیرونی دنیا کے دہانے پر خوش پوش لگے۔ میں کسی طرح آنسوؤں کو پی گئی اور خوشگوار لہجے میں بدقت بولی اور اس کے شفاف اور زرد ہاتھ کو دبایا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آخر کار میں اور ساشا کارل کے گھر کے ایک فالتو کمرے میں تنہا رہ گئے۔ ہم ایک دوسرے کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے بچے اندھیرے میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے چپکے بیٹھے تھے اور ہمارے ہاتھ ایک دوسرے میں پیوست تھے اور میں غیر اہم اشیاء کے متعلق باتیں کر رہی تھی اور میں اس بات سے قاصر تھی کہ وہ کیسے انڈیل دوں جو میرے دل میں ابل رہا تھا۔ میں نے بدقت خود کو گھسیٹ کر بستر پر پہنچایا۔ ساشا چھوٹی موٹی بنا جا رہا تھا اور صوفے پر لیٹ گیا۔ کمرہ بالکل تاریک تھا اور اس میں کبھی کبھی ساشا کی سگریٹ کا شعلہ چمکتا اور اندھیرے میں سیندلگاتا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہے اور ساتھ ہی سردی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ پھر میں نے سنا جیسے ساشا ٹاپک ٹوئیاں مار کر قریب آ رہا ہو اور لرزتے ہاتھوں سے مجھے چھو رہا تھا۔

ہم لپٹے ہوئے لیٹے تھے مگر خیالات میں کہیں اور تھے اور ہمارے دل رات کے سناٹے میں دھڑک رہے تھے۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی خود ہی بڑبڑایا، گہری سانس لی اور آخر کار پھٹ پڑا اور بڑی بڑی سسکیاں بھرنے لگا جنہیں وہ بلا مقصد دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اسے اس امید میں تنہا چھوڑ دیا کہ اس کی ستم رسیدہ روح کو اس طوفان میں راحت مل جائے جو اسے جڑوں سے ہلائے دے رہا تھا۔ بتدریج وہ پرسکون ہو گیا اور بولا کہ میں باہر جا کر ہوا خوری کرنا چاہتا ہوں۔ دیواریں تو مجھے کچلے ڈال رہی ہیں۔ میں نے اس کے دروازہ بند کرنے کی آواز سنی، اب میں اپنے دکھ کے لیے تنہا تھی۔ یہ ایک دردناک حقیقت تھی کہ ساشا کی آزادی کی جدوجہد صرف اب شروع ہوئی ہے۔

جب میں سو کر اٹھی تو یہ احساس پیدا ہوا کہ ساشا کو کہیں دور پرے جانے کی ضرورت ہے وہ بھی تنہا اور جگہ بھی پرسکون ہو۔ لیکن ملاقاتوں اور استقبالیوں کا انتظام ڈیٹرایٹ، شکاگو، ہل وا کی اور نیویارک میں کیا جا چکا تھا۔ کامریڈ اس سے ملنا چاہتے تھے اور اس سے بار بار ملنا چاہتے تھے۔ خصوصاً نوجوان بہت شور و غوغا کر رہے تھے کہ وہ اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں جسے چودہ سال کے لیے مٹی میں زندہ دفن کر دیا گیا محض ایک کارروائی کے لیے۔ میں اس کے لیے بڑی تشویش میں مبتلا تھی لیکن ان چیزوں سے مفر بھی نہیں تھا۔ جب تک تمام تقاریب اپنے انجام کو نہ پہنچیں مجھے وسوسے گھیرے رہے۔ اس کے بعد وہ چھوٹے سے زراعتی فارم پر چلا جائے گا اور شاید آہستہ آہستہ زندگی کی طرف واپسی ہو جائے۔

ڈیٹرایٹ کے اخبارات ہمارے اور کارل کے دورے کی تفصیلات سے بھرے ہوئے تھے۔ اور اس سے پہلے کہ ہم شہر کو چھوڑتے انہوں نے الیگزینڈر برکمین سے میرا بیاہ بھی رچا دیا اور مجھے ہنی مون پر روانہ کر دیا۔ شکاگو میں اخباری نمائندے ہمارا مستقل پیچھا کرتے رہے اور جلسے پولیس کی بھاری نفری کے پہرے میں۔ گرینڈ سنٹرل پیلس نیویارک میں ہونے والا استقبالیہ اپنے حجم اور سامعین کے انتہائی جوش و خروش کی وجہ سے ساشا کے لیے اوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اضمحلال کا باعث ہوا۔ لیکن اب مسائل اپنے اختتام کو پہنچ گئے اور ہم مختصر سے اوسنگ فارم چلے گئے۔ ساشا پر اس کا خوشگوار اثر ہوا۔ اسے وہاں کی فطرت اور تنہائی اور سکوت بھا گیا۔ مجھ میں بھی نئی امید پیدا ہو گئی کہ وہ طویل قید کے آسیبی اثرات کی گرفت سے نجات پا جائے گا۔

سالہا سال تک فاقہ کشی کرنے کی وجہ سے وہ اب کھانے میں ہوکا کرتا۔ یہ بات غیر معمولی تھی کہ وہ کئی افراد کی خوراک کے برابر کھاتا بالخصوص اپنی یہودی ہانڈیاں جن سے اسے ایک عرصے تک محروم رکھا گیا تھا۔ یہ بات اس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتی کہ وہ پیٹ بھر کھانے کے بعد درجن بھر بلنٹز یز (ایک قسم کی ایدیش ٹکیہ جس میں پنیر اور گوشت پڑتا ہے) کھا لیتا یا سیب کا پیالہ بھر کچومر۔ میں ہی پکاتی یا سینکتی اور اس کے کھانے کی خوشی میں شریک ہوتی۔ میرے دوستوں کی اکثریت اس بات کی عادی تھی کہ وہ میرے کھانے پکانے کے ہنر کی تعریف کرتے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ اتنا انصاف نہ کر سکتا جتنا کہ میرا غریب فاقہ زدہ ساشا کرتا۔

میری دیہی بیکاری مختصر ثابت ہوئی۔ زمانہ قدیم کے تاریک بھوت پریت اپنے شکار کو کھدیڑنے لگے۔ انہیں گھر سے نکلنے پر زور دینے لگے اور چین و راحت سے محروم کرنے لگے۔ ساشا جنگل میں مارا مارا پھرتا۔ سبزے پر خاموش اور تھکا ہارا پڑا رہتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیہی سکوت نے اس کے داخلی تلاطم میں اضافہ کر دیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ اس کے لیے نا قابل برداشت ہے اسے فوراً شہر جانا چاہئے۔ اسے کوئی کام تلاش کر کے خود کو مصروف رکھنا چاہئے نہیں تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ اور اسے اپنے گزارے کے لیے کمانا چاہئے نہ کہ اس کی کفالت عوامی چندے سے کی جائے۔ اس نے پہلے ہی وہ پانچ سو ڈالر قبول کرنے سے انکار کر دیئے تھے جو کامریڈوں نے اس کے لیے چندہ کر کے جمع کیے تھے اور اس رقم کو اس نے کئی انارکسٹ جرائد میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک اور چیز بھی تھی جو اسے اندر سے کھائے جا رہی تھی یعنی اس کے ان کامریڈوں کی بری حالت جن کے ساتھ اس نے کئی برس بسر کیے تھے۔ وہ چین و راحت کے مزے کیسے اٹھا سکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہے کہ انہیں یہ سب نہیں میسر؟ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ اپنی آواز ان کے لیے بلند کرے گا اور جیل کی دیواروں میں ہونے والی ہولناکیوں کو چیخ چیخ کر بتائے گا۔ اس کے باوجود علاوہ کھانا کھانے کے وہ کچھ نہیں کر رہا یا تو سوتا ہے یا بھٹک رہا ہے۔ ایسا کب تک ہوتا رہے گا۔ اس نے کہا۔

مجھے اس کی تکالیف کا احساس تھا اور اپنے پیارے کے لیے میرا دل خون کے آنسو روتا تھا جو ماضی سے کتنا جڑا ہوا تھا۔ ہم ۲۱۰ ایسٹ تھرٹین اسٹریٹ پر لوٹ آئے۔ جہاں پر جدوجہد نے اور زور پکڑا۔ جدوجہد یہ تھی کہ کیسے جیا جائے۔ اپنی جسمانی نقاہت کے سبب ساشا کو کوئی کام نہ ملتا اور میرے گرد جو ماحول تھا وہ اسے عجیب اور اجنبی لگتا۔ گزرتے ہوئے ہفتوں اور بدلتے مہینوں سے اس کے دکھوں میں اضافہ ہوا۔ جب ہم لوگ فلیٹ میں تنہا ہوتے یا میکس کی رفاقت ہوتی تو وہ قدرے اطمینان کی سانس لیتا۔ وہ بیکی ایڈلسن کو پسند نہ کرتا یہ ایک نوجوان کامریڈ تھا جو ہم سے اکثر ملنے آتا۔ میرے دیگر احباب بھی اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتے یا مخل ہوتے۔ وہ ان کی موجودگی پسند نہ کرتا اور ہمیشہ کسی نہ کسی بہانے وہاں سے رخصت ہو جانے کے لیے بہانے تلاش کر لیتا۔ عموماً پو پھٹے وہ لوٹتا۔ میں اس کے تھکے ہوئے قدموں کی چاپ سنتی جب وہ اپنے کمرے میں جانے لگتا۔ اسی لباس میں بستر پر گرنے کی آواز آتی اور پھر وہ بے چینی کی نیند سو جاتا اور ہمیشہ ایام اسیری کے زمانے کے ڈراؤنے خواب اسے ستاتے۔ بارہا خوفناک چیخ مار کر وہ اٹھ بیٹھتا اور خوف سے میرا خون جمنے لگتا۔ پوری پوری رات اپنے کمرے میں دردِ دل میں ٹہلتی رہتی اور ذہن پر زور ڈال کر ایسے ذرائع سوچتی جس سے ساشا کو دوبارہ زندگی مل جائے۔

میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ لیکچروں کے ایک دورے سے ممکن ہے کوئی نجات کی راہ نکل آئے۔ اس سے اسے یہ سہولت بھی حاصل ہو جائے گی کہ اس کے ذہن پر جو کچھ لدا ہوا تھا اور اسے دباؤ میں رکھے تھا..... قید خانہ اور وہاں کی ستمگری..... اور شاید اس سے زندگی سے مطابقت پیدا کرنے میں سہولت ہو گی اور اس کی جان زندگی کے اس ڈھرے سے بھی چھوٹ جائے گی جس کا وہ مجھے ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اس سے اس کا قدیم اعتماد بھی لوٹ آئے گا۔ میں نے ساشا کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ چند شہروں میں ہمارے لوگوں سے رابطہ کرے۔ جلد ہی اسے لیکچر دینے کے لیے لاتعداد درخواستیں وصول ہوئیں۔ تقریباً فوری طور پر اس میں تبدیلی رونما ہوئی۔ وہ کم بے چین ہو گیا اور اضمحلال بھی گھٹ گیا۔ اور آنے والے احباب جو مجھ سے ملنے آتے تھے ان سے بات چیت کرنے لگا اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اس نے مدر ارتھ کے ماہ اکتوبر کے شمارے کی تیاری میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دی۔

اس شمارے میں زولگوز کے بارے میں ایک مضمون چھپنا تھا۔ جو اس کی پانچویں برسی کی یاد میں تھا۔ ساشا اور میکس دونوں نے ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کے خیال کی حمایت کی۔ لیکن دوسرے کامریڈوں نے اس کی اس بنیاد پر سخت مخالفت کی کہ زولگوز کے متعلق اگر کچھ چھپا تو اس سے ہمارے مقصد کو ضرر پہنچنے کے علاوہ جریدے کی ساکھ کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے رسالے کے لیے اپنی مادی حمایت سے بھی دستکش ہونے کی دھمکی دی۔ میں نے مدر ارتھ کے اجرا کے وقت ٹھان لیا تھا کہ میں کسی گروہ یا فرد کو پالیسی بنانے کی اجازت نہ دوں گی۔ اس مخالفت نے تو مجھے اور پرعزم بنا دیا کہ میں اپنا منصوبہ جاری رکھوں اور اکتوبر کے شمارے کو زولگوز کے لیے مخصوص کر دوں۔

رسالہ جونہی چھاپے خانے سے نکلا ساشا نے اپنا دورہ شروع کر دیا۔ اس کے پہلے ٹھہراؤ البانے، سیراکیوز اور پٹس برگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ہوئے۔ میں اس خیال کے سخت خلاف تھی کہ وہ اس ہولناک شہر کا رخ کرنے میں جلدی کرے خصوصاً جبکہ مجھے معلوم تھا کہ پنسلوانیہ کے سزا میں تخفیف کے قانون کی چند دفعات کے تحت ساشا اب بھی آئندہ آٹھ برس تک ریاستی ارباب اختیار کے رحم وکرم پر تھا۔ اس مدت میں انہیں یہ قانونی اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی معمولی سے الزام کے تحت بھی اسے اصلاحی جیل میں ڈال سکتے تھے تاکہ وہ بائیس سال کی سزا کی باقی مدت پوری کرے۔ تاہم ساشا پٹس برگ میں تقریر کرنے کے لیے کمربستہ تھا اور میں ہلکی سی امید لگائے بیٹھی تھی کہ اس کے اس شہر میں خطاب کر لینے سے ممکن ہے جیل کے ڈراؤنے خواب سے اس کی گلوخلاصی ہو جائے .میں نے اس وقت چین کا سانس لیا جب مجھے اس کا ایک تار ملا جس میں بتلایا گیا تھا کہ پٹس برگ کا جلسہ کامیاب رہا اور سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔

اس کا اگلا پڑاؤ کلیولینڈ تھا۔ اس شہر میں جس دن اس کا پہلا جلسہ ہوا اسی روز مجھے ایک تار موصول ہوا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ ساشا نے اس کا مریڈ کا گھر چھوڑ دیا جہاں اس نے شب بسری کی تھی اور اب تک نہیں لوٹا۔ اس بات سے مجھے کوئی خاص پریشانی نہ ہوئی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ بے چارہ نئے لوگوں سے ملنے میں کتنا ڈرتا ہے۔ غالباً اس نے ہوٹل میں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچا کہ وہ اپنی ذات میں مگن رہے اور اس میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے کہ شام میں وہ تقریر کرنے کے لیے نمودار ہو جائے گا لیکن نصب شب میں مجھ ایک اور تار ملا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ وہ جلسے میں نہ پہنچا اور یہ کہ سارے کامریڈ پریشان ہیں۔ میں بھی گھبرا گئی اور کارل کو ڈیٹرایٹ میں تار بھیجا یہ اس کا اگلا شہر تھا جہاں اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ اسی دن اس کا جواب نہیں آ سکتا تھا اور رات اپنی تمام خون آشامیوں کے ساتھ لگتا تھا تھم چکی تھی۔ صبح کے اخبارات اس مضمون کی طویل سرخیاں لیے ہوئے تھے۔ ''الیگزینڈر برکمین لاپتہ ہے، انارکسٹ جو حال ہی میں رہا ہوا تھا۔''

اس صدمے نے مجھے بالکل بدحواس کر دیا۔ میں ابتدا میں اتنی مفلوج ہو گئی کہ کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آتی کہ اسے کیا ہوا۔ بالآخر دو امکانات ابھرے کہ اسے ارباب اختیار نے پٹس برگ سے اغوا کر لیا ہے یا..... غالباً جو زیادہ اندوہناک تھا..... کہ اس نے اپنی جان خود ہی لے لی۔ میں اتنی حواس باختہ تھی کہ میں اسے پٹس برگ جانے سے روکنے میں ناکام رہی۔ اس کے باوجود خوفناک خطرہ گھیرے رہا۔ اس سے کہیں سنگین خیال میرے ذہن پر سوار رہا۔ یعنی خودکشی کا۔ یاسیت کے دوروں کی کشمکش سے تنگ آ کر ساشا نے بارہا کہا تھا کہ اسے جینے کی خواہش نہیں ہے۔ اور یہ کہ اسیری نے اسے زندگی گزارنے کا اہل نہیں چھوڑا۔ میرا دل پورے جذبے اور جوش میں ان سنگدل قوتوں کے خلاف احتجاج کرتا جو اسے مجھ سے جدا کر سکتے تھے جبکہ وہ بمشکل مجھ سے ملا تھا۔ میں ان تلخ تاسفات کی اذیت میں پڑی ہوئی تھی کہ میں نے اسے کیوں تقاریر کرنے والا دورہ کرنے کا مشورہ دیا۔

تین راتیں اور تین دن نیویارک میں اور ہر شہر میں ہمارے لوگ پولیس اسٹیشنوں، اسپتالوں اور مردہ خانوں میں ساشا کو تلاش کرتے رہے مگر بلا کسی نتیجے کے۔ کروپوتکن اور یورپ کے دیگر انارکسٹوں کے ہمیں تار موصول ہوئے جس میں اس کے متعلق پوچھا گیا تھا اور جوق در جوق لوگوں نے آ کر میرے فلیٹ کو گھیر لیا۔ میں بے یقینی سے تقریباً پاگل ہو گئی۔ لیکن پھر بھی اس خیال سے ہولنے لگتی کہ ساشا نے کہیں آخری قدم تو نہیں اٹھا لیا۔

مجھے ایلزبتھ، نیوجرسی میں جا کر ایک محفل کو خطاب کرنا تھا۔ طویل عوامی زندگی نے مجھے یہ تربیت دی تھی کہ اپنی خوشیوں اور غموں کا سربازار نہ ذکر کرنا چاہئے۔ لیکن یہ پردہ پوشی کا خیال ہی تو مجھ پر آسیب کی طرح سوار تھا؟ میں نے ہفتوں پہلے وعدہ کیا تھا اور ایفائے وعدہ مجھے جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ میکس میرے ہمراہ تھا۔ وہ پہلے ہی ٹکٹ خرید چکا تھا اور ہم لوگ ریلوے اسٹیشن کے پھاٹک پر پہنچنے والے تھے۔ یکا یک کسی آفت کے منڈلانے کے احساس نے مجھے دبوچ لیا۔ میں ٹھٹک گئی۔ ''میکس! میکس!'' میں چلائی ''میں نہیں جا سکتی!'' کوئی شے مجھے فلیٹ کی طرف کھینچ رہی ہے!'' وہ سمجھ گیا اور مجھ سے اصرار کرنے لگا کہ لوٹ چلوں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اس نے مجھے اطمینان دلایا وہ میری غیر موجودگی کی وضاحت کر دے گا اور میری جگہ تقریر بھی کر دے گا۔ عجلت میں میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پہلی کشتی پکڑنے کے لیے لوٹی تاکہ نیویارک پہنچ جاؤں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تیرہویں اسٹریٹ پر تیسرے ایونیو کے قریب میں نے بیکی کو اپنی جانب بھاگتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہیجانی انداز میں ایک پیلا کاغذ لہرا رہی تھی۔ ''میں تو تمہیں ہر جگہ تلاش کر آئی!'' وہ چیخی۔ ''ساشا زندہ ہے! وہ چودھویں اسٹریٹ پر تار گھر کے نزدیک تمہارا انتظار کر رہا ہے!'' میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے رقعہ چھین لیا۔ اس میں لکھا تھا ''جلدی آؤ میں یہاں تمہارا منتظر ہوں۔'' میں پوری رفتار سے چودھویں اسٹریٹ کی طرف بھاگی۔ جب میں دفتر میں داخل ہوئی تب میرا اور ساشا کا آمنا سامنا ہوا۔ وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور ایک چھوٹا سا جھولا اس کے قریب رکھا ہوا تھا۔

''ساشا!'' میں چلائی ''اور میرے پیارے..... آخر کار!'' میری آواز سن کر وہ بمشکل سیدھا ہوا جیسے کسی خوفناک خواب سے آنکھ کھل گئی ہو۔ اس کے ہونٹ تو ہلے لیکن آواز نہ نکلی۔ صرف آنکھیں اس کے رنج و محن کی چغلی کھا رہی تھیں۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور تسلی دینے لگی۔ اس کا جسم اس طرح کانپ رہا تھا جیسے سردی لگنے سے ہوتا ہے۔ ہم تقریباً ۲۱۰ مشرقی تھرٹیتھ اسٹریٹ پہنچ چکے تھے کہ اچانک اس نے چیخ ماری۔ ''یہاں نہیں! یہاں نہیں! میں تمہارے فلیٹ میں کسی اور کو نہیں دیکھنا چاہتا!'' ایک لمحے کے لیے تو میں چکرا گئی کہ اب کیا کروں۔ تب میں نے ایک سواری بلائی اور کوچوان سے کہا کہ پارک ایونیو ہوٹل چلے۔

یہ عشائیے کا وقت تھا اور جگہ مہمانوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب ہی شام کے لباس میں تھے۔ طعام خانے میں گفتگو اور قہقہے موسیقی کی تانوں میں مدغم ہو رہے تھے۔ جب ہم دونوں ایک کمرے میں تنہا رہ گئے تو ساشا اونگھنے لگا اور مجھے اسے لٹانا پڑا۔ جہاں وہ ایک ڈھیر بن گیا۔ میں فون کی جانب دوڑی اور وہسکی اور یخنی لانے کو کہا۔ وہ انہیں چڑھا گیا اور ظاہر کیا جیسے وہ تازہ دم ہو گیا ہو۔ اس نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا اور نہ ہی کپڑے بدلے تھے۔ میں نے اس کے نہانے کا انتظام کر دیا اور جب اسے کپڑے اتارنے میں مدد کر رہی تھی میرا ہاتھ ناگاہ ایک فولادی چیز سے ٹکرایا۔ یہ ایک ریوالور تھا جسے وہ پشت کی جیب میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

غسل کر لینے اور ایک اور شراب کے گلاس کے بعد وہ مجھ سے بولا۔ وہ جونہی نیویارک سے نکلا اسے تقریری دورے کے خیال سے نفرت ہو گئی، اس نے کہا۔ اس احساس سے کہ لیکچر شروع ہونے کا وقت سر پر ہے اسے سراسیمگی میں مبتلا کر دیتا اور اس میں فرار ہو جانے کی ناقابل برداشت خواہش جنم لے لیتی۔ محافل میں کم لوگ ہوتے اور جوش و خروش بھی نہ ہوتا۔ وہ اپنے جن کامریڈوں کے ہاں قیام کرتا وہ بھیڑ بھاڑ والے گھر تھے اور اس کے کوئی علیحدہ جگہ نہ ملتی۔ اس سے بڑا عذاب یہ تھا کہ لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے اور سوالات کی نہ رکنے والی بوچھاڑ۔ اس کے باوجود وہ گزارہ کرتا رہا۔ پٹس برگ نے تو ایک حد تک اس کی یاسیت کو کم کر دیا۔ لیکن پولیس والوں، جاسوسوں اور جیل حکام کے جتھوں کی موجودگی نے اس کی رزم آرائی کی حمیت کو بیدار کر دیا اور وہ اپنی اصل جون میں آ گیا۔ لیکن کلیولینڈ میں قدم رکھتے ہی وہاں کا ہر لمحہ ڈراؤنا خواب ثابت ہونے لگا۔ اسٹیشن پر اسے کوئی لینے نہ آیا اور وہ سارا دن کامریڈوں کو تلاش کرتے کرتے نڈھال ہو گیا۔ شام میں سامعین تعداد میں کم اور بے حس تھے۔ تقریر کے خاتمے پر ایک طویل سفر شروع ہوا جو مجھے اس کامریڈ کے فارم پر لے گیا جہاں مجھے قیام کرنا تھا۔ تھکا ہارا اور بیماری سے قریب المرگ وہ فوراً گہری نیند سو گیا۔ نصف شب کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس بات سے ڈر گیا کہ ایک شخص اس کی بغل میں لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ یہ اسیری میں تنہا رہنے کی برسوں پرانی عادت کا نتیجہ تھا کہ کسی انسان کی قربت اس کے لیے کسی عذاب سے کم نہ ہوتی۔ وہ گھر سے نکل بھاگا اور دیہی سڑک پر چلنے لگا اور ایسی جگہ کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا کہ جہاں وہ پناہ لے اور تنہائی میسر آ جائے۔ لیکن چین کہاں ملتا نہ ہی تکلیف کم ہوتی اور اس احساس نے اسے پھر گھیر لیا کہ وہ زندگی بسر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس نے اس لیے عزم کر لیا کہ اسے ختم کر دوں گا۔

صبح میں وہ شہر پہنچ گیا اور ایک ریوالور خرید لیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ بفلو جانا چاہیے۔ وہاں اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ نہ ہی اسے کوئی زندہ پہچانے گا اور مرنے کے بعد بھی اس کا کوئی دعویدار نہ نکلے گا۔ وہ سارا دن اور رات بھر شہر میں مٹر گشتی کرتا رہا لیکن نیویارک اسے اتنی قوت سے کھینچتا رہا کہ وہ اس کی مزاحمت نہ کر سکا۔ بالآخر وہ وہاں پہنچ گیا اور ۲۱۰ مشرقی تھرٹیتھ اسٹریٹ کا دو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رات اور دو دن تک طواف کرتا رہا۔ وہ ہر وقت اس بات پر دہشت زدہ رہتا کہ کوئی شناسا نہ مل جائے اس کے باوجود وہ وہاں سے دور نہ ہو سکا۔ ہر مرتبہ جب وہ اپنے غلیظ چھوٹے سے کمرے میں آتا جو باوری پر ہے تو وہ اپنا ریوالور نکال کر آخری نشانے کی طرف اشارہ کرتا۔ وہ نزدیکی پارک میں یہ سوچ کر چلا گیا کہ آج خاتمہ کر لے گا۔ وہاں پر چھوٹے بچوں کو کھیلتا دیکھ کر اس کی توجہ ماضی کی طرف مبذول ہو گئی اور ''ملاح لڑکی'' یاد آ گئی۔ اور تب مجھے اندازہ ہوا کہ میں تمہیں دوبارہ دیکھے بغیر نہیں مر سکتا۔'' یوں اس نے بات مکمل کی۔

اس کی کہانی سن کر میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ میں اس کا تسلسل توڑنے سے قاصر تھی اور ڈرتی بھی تھی۔ ساشا کا داخلی تضاد اتنا شدید تھا جس کے سامنے میری دردناک غیر یقینی حالت جس میں میں تین دن مبتلا رہی موازنہ کرنے سے پاسنگ بھر نہ تھی۔ اس شخص کے لیے میرے دل میں ہمدردی کے گہرے جذبات موجزن ہو گئے جو پہلے ہی سینکڑوں مرتبہ مر چکا تھا اور ایک مرتبہ پھر سے زندگی سے منہ چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے دل میں اس آرزو کا لاوا پکنے لگا کہ میں ان منحوس قوتوں کو شکست دے دوں جو میرے بدنصیب دوست کو موت کے گھاٹ اتارنے کے درپے تھے۔

میں نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس سے التجا کی کہ وہ میرے ہمراہ گھر چلے ''وہاں صرف اسٹیلا ہے، جان من'' میں گھگھیائی۔ ''اور میں اس بات کا خیال رکھوں گی کہ کوئی مخل نہ ہو۔'' فلیٹ میں میں نے اسٹیلا کو پایا میکس اور بیکی بڑی تشویش میں ہماری واپسی کے منتظر تھے۔ ساشا کو براستہ راہداری میں اپنے کمرے میں لے گئی اور اسے بستر پر لٹا دیا۔ وہ ایک تھکے ہارے بچے کی طرح سو گیا۔

ساشا کئی روز تک بستر میں پڑا رہا۔ زیادہ تر سوتا رہتا اور جب جاگتا بھی تو اپنے ماحول سے تقریباً بے خبر ہی رہتا۔ میکس، اسٹیلا اور بیکی نے اس کی تیمارداری کرنے کی غرض سے مجھے تمام معمولات سے سبکدوش کر دیا۔ ان کے علاوہ کسی اور کو میرے اپارٹمنٹ کے سکوت کو توڑنے کی اجازت نہ تھی۔

نوجوان انارکسٹوں کے ایک گروپ نے ایک اجتماع کیا تاکہ لیون زولگوز کی ذات اور اس کی کارروائی کے متعلق گفتگو کی جائے۔ اس جلسے میں آنے والے تین لڑکوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ مجھے اس معاملے کے متعلق اس وقت تک کچھ بھی نہیں معلوم تھا جب تک ایک دن علی الصبح میرے گھر کی گھنٹی زور سے بجنے لگی اور گرفتاری کے متعلق آگاہ کیا گیا۔ ہم نے بلا تاخیر ایک میٹنگ بلائی تاکہ آزادی اظہار پر بندش کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ جن مقررین کا اعلان ہوا وہ بولٹن ہال، ہیری کیلی، جون کوریلز، میکس باگنسکی اور میں بھی تھی۔ مقررہ شام میں ساشا جواب بہتر محسوس کرنے لگا تھا ساتھ چلنے کی خواہش کرنے لگا۔ اس اندیشے سے کہ کہیں وہ پھر منقلب نہ ہو جائے میں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ اس کے بجائے وہ اسٹیلا کے ساتھ تھیٹر چلا جائے۔

میں جب میکس اور کوریل کے ہمراہ ہال میں داخل ہوئی تو وہاں بہت کم سامعین دکھائی دیئے جبکہ پولیس والے دیواروں سے لگے کھڑے تھے۔ نوجوان جولیس ایڈلسن جو بیکی کا چھوٹا بھائی تھا اور گزشتہ جلسے میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اسے بولٹن ہال نے ضمانت پر رہا کرا لیا تھا وہ بمشکل چبوترے پر چڑھا تھا۔ وہ محض دس منٹ بول پایا تھا کہ ایک ہلچل سی مچ گئی۔ کئی افسران چبوترے پر چڑھ دوڑے اور جولیس کو اتار کر لے گئے اس دوران میں باقی پولیس والوں نے حاضرین پر حملہ کر دیا لوگوں کے نیچے سے کرسیاں کھینچ لیں، لڑکیوں کو بالوں سے کھینچا اور مردوں پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیا۔ چیخ پکار اور گالی گفتار کے درمیان سامعین نکاسی کے دروازے کی طرف بھاگے۔ جب میں میکس کے ساتھ سیڑھیوں پر تھی تو ایک پولیس والے نے اسے اتنی زور سے ٹھوکر رسید کی کہ وہ لڑھک کر فرش پر جا گرا جبکہ دوسرے نے میری پیٹھ میں لات ماری اور کہا کہ میں زیر حراست ہوں۔ ''تم ہی ہو جس کی ہمیں تلاش ہے۔'' وہ غرایا۔ ''ہم تمہیں سکھائیں گے کہ احتجاج کیسے کیا جاتا ہے!'' گشت کی گاڑی میں میں نے خود کو گیارہ دیگر ''خطرناک مجرموں'' کی صحبت میں پایا۔ وہ سب ہی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھیں جو قانون شکن گروہ کے ارکان تھے۔ بولٹن ہال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

، ہیری کیلی اور کوریلز نہ جانے کیسے پولیس کے تشدد سے بچ گئے۔ جب تک مقدمے کی کارروائی شروع ہو ہم ضمانت پر رہا ہو گئے۔

ہماری گرفتاری کا ایک فائدہ ہوا۔ اس نے ساشا کی رزم آرائی والی روح کو جگا دیا۔ ''میں نے دوبارہ جنم لے لیا ہے۔'' وہ چلایا۔ جب اسے پتہ چلا کہ میٹنگ میں کیا ہوا۔ ''اب میرے لیے کرنے کو کام ہے!'' ساشا کی بیداری سے میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور اس خطرے کا گہرا احساس بھی تھا جو نوجوانوں کی گرفتاری کی وجہ سے درپیش تھا۔ ان دونوں باتوں نے میری قوت اور توانائی میں اضافہ کر دیا۔ جلد ہی ہم نے لڑائی کے لیے منظم ہونا شروع کر دیا۔ جس میں ہیو۔او۔ پٹی کوسٹ اور میئر لنڈن ہمارے قانونی مشیر بن گئے اس کے علاوہ ہمیں اپنے امریکی اور غیر ملکی دوستوں سے قابل ذکر مادی حمایت حاصل ہو گئی۔ پولیس والی عدالت میں ابتدائی سماعت سے ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ہمارے خلاف کوئی مقدمہ نہیں تھا لیکن ڈسٹرکٹ اٹارنی کو شہرت حاصل کرنے کا شوق چرایا۔ اس سے بہتر اور کون سا طریقہ ہو سکتا تھا کہ شہر کو انارکی سے بچایا جائے؟ اب یہ ایک آسان نسخہ تھا جب کرمنل انارکی قانون کا تعزیرات کی کتابوں میں اندراج بھی ہو چکا ہو۔ یوں لگتا تھا کہ جج، ڈسٹرکٹ اٹارنی کو ممنون بھی کرنا چاہتا تھا کیونکہ زیادہ تر مجرم انارکسٹ جو اس کے سامنے تھے وہ نوعمر تھے اور بے ضرر لگتے تھے اور فاضل جج کو یہ بات مشکوک لگ رہی تھی کہ جیوری انہیں سزا سنائے۔ اس نے اپنی عزت نفس کی خاطر مقدمہ ملتوی کر دیا تا کہ ''مزید تفتیش'' ہو سکے۔

چونکہ میں ہمیشہ ایسے معاملات میں یقین حاصل کرنا چاہتی ہوں اس لیے مجھے تاخیر کا خیر مقدم کرنا چاہئے تھا یوں میں اپنے تقریری دورے جاری رکھ سکتی۔ لیکن پولیس نے دھاوا بولنے کا ایک باقاعدہ نظام ترتیب دے رکھا تھا جو انگریزی بولنے والے انارکسٹوں کی سرگرمیوں کے خلاف تھا۔ وہ یہ سب برملا نہیں کر رہے تھے جیسے انہوں نے ہماری میٹنگ منتشر کی تھی بلکہ نہایت عیاری سے۔ وہ ہال کے منتظم کو دہشت زدہ کرتے اس طرح عملاً وہ اسے ناممکن بنا دیتے کہ نیویارک کی عوامی جگہوں میں مجھے سنا جا سکے۔ یہاں تک کہ ایک بے ضرر سی محفل رقص جو مدرارتھ کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھی اسے بھی منتشر کر دیا گیا۔ پولیس کے پچاس اہلکار ہال میں داخل ہوئے اور لوگوں کو ہال خالی کرنے کا حکم دیا اور ان کے نقاب پھاڑ ڈالے۔ جب اس سے بھی لوگ مشتعل نہ ہوئے تو انہوں نے ہال کے مالک کو اسے جبراً بند کرنے کو کہا۔ اس کے معنی بڑا معاشی نقصان تھا۔

ہم نے مدرارتھ کے لیے ایک کلب منظم کیا۔ جس میں مختلف موضوعات پر ہفتہ وار لیکچر ہوتے اور کبھی کبھار موسیقی کا پروگرام۔ پولیس بڑے طیش میں تھی وہ ہمیں گزشتہ نو ہفتوں سے کتوں کی طرح کھدیڑ رہی تھی۔ اس کے باوجود ہم ہمت ہارنے والے نہ تھے۔ کوئی اور سنگین اور ڈرانے والا اقدام ضروری تھا تا کہ امن وامان کے مقدس ادارے کو بچایا جا سکے۔ ارباب اختیار نے اگلا اقدام اس وقت کیا جب ایک میٹنگ سے الیگزینڈر برکمین، جان، آرکوریل اور ایما گولڈمان کو خطاب کرنا تھا۔ انہوں نے تمام مقررین کو گرفتار کر لیا۔ ایک مجرم انارکسٹ جو پندرہ برس کا تھا اور دروازے پر پہرہ دے رہا تھا وہ بھی دھر لیا گیا تا کہ چوکڑی پوری کر لی جائے۔ میرا ارادہ ''انارکزم کے متعلق غلط تصورات'' پر بولنے کا تھا۔ اسی موضوع پر کوئی دو ہفتے پہلے ایک لیکچر مس بروکلین فلاسفیکل سوسائٹی کے سامنے دے چکی تھی۔ نو تشکیل شدہ انارکسٹ دستے کے جاسوس بھی وہاں موجود تھے لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی تھی۔ یہ بات واضح تھی کہ ان میں ایک غیر انارکسٹ انجمن کے معاملات میں مداخلت کرنے کی ہمت نہ ہوئی حالانکہ مقررہ ایما گولڈمان تھی۔ اس نے ممکن ہے بروکلین کے فلسفیوں کو سمجھا دیا ہو کہ اس شمہ بھر آزادی کو اصل خطرہ انارکزم سے نہیں بلکہ پولیس سے تھا جو ریاست ہائے متحدہ میں ابھی برباد ہونے سے بچ گئی تھی۔ جب وہ مجھے پولیس اسٹیشن کی طرف لے جا رہے تھے تو انارکسٹ دستے کے انچارج نے مجھ سے دریافت کیا میرا تحریک کے لیے ہنگامہ آرائی ترک کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔ جب میں نے اسے یقین دلا دیا کہ میں تو اب پہلے سے بھی زیادہ پرعزم ہوں تو اس نے مجھے اطلاع دی کہ آج کے بعد جب بھی میں عوامی مقام پر تقریر کروں گی تو ہر مرتبہ گرفتار کر لی جاؤں گی۔

کچھ دن تک تو یوں لگا جیسے ساشا نے خود کو از سر نو دریافت کر لیا ہے اور میرے ساتھ مل کر مشترک کام اور زندگی گزارنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگے گا۔ وہ ہماری گرفتاری کے دن سے بڑی بے چینی سے سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہ رہا تھا۔ لیکن دو ماہ کے اندر ہی اس کی دلچسپی ختم ہوگئی اور اسے اسی کبیدگی نے آن دبوچا جو اس کا رہائی کے بعد سے تعاقب کر رہی تھی۔ وہ سوچتا رہتا کہ اس کی یاسیت کا سبب اس کا مجھ پر مادی انحصار تھا۔ اور یہی چڑچڑاہٹ کا بھی سبب ہے۔ اسے اس وہم سے نکالنے کی خاطر میں نے اپنے ایک قریبی کامریڈ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ساشا کو بطور قرض کچھ رقم دے تاکہ وہ چھوٹا سا چھاپہ خانہ لگالے۔ اس سے ساشا کا جذبہ حیات عود کرنے لگا اور وہ محنت سے اپنے کاروبار کو بڑھانے میں لگ گیا۔ جلد ہی وہ ایک مکمل چھاپہ خانے کا مالک بن چکا تھا جس کی وجہ سے وہ چھوٹے موٹے کام انجام دینے کے قابل ہوگیا۔ لیکن خوشی بہت کم عمر نکلی نئی دشواریوں نے آن گھیرا۔ اسے انجمن کا نمبر نہ ملا کیونکہ بطور حروف جوڑنے والے کے اسے چھپائی کا کام شروع کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اگر وہ کوئی ملازم رکھتا تو یہ استحصال کے زمرے میں آتا تھا۔ اس نے خود کو اسی صورتحال میں پایا جو مجھے اپنی مالش کی دکان میں درپیش تھی۔ یا تو آپ دوسروں کی محنت پر جئیں یا کوئی ایسا کام شروع کریں جو انجمن کی حدود سے باہر ہو۔ اس لیے اس نے دکان بند کر ڈالی۔ قدیم مایوسی نے اسے پھر سے گھیر لیا۔

یہ بات آہستہ آہستہ میری سمجھ میں آئی کہ مسئلہ اپنی کفالت کے لیے کمانے کا نہ تھا جو ساشا کو ہراساں کرتا رہتا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ گہرا تھا۔ وہ اس کی ۱۸۹۲ء کی خوابناک دنیا کا تھا جو وہ اپنے ساتھ جیل میں لے گیا تھا اور میری ۱۹۰۶ء کی حقیقی دنیا کے تضادات سے تھا۔ آدرشوں کی جو دنیا وہ اپنے ساتھ جیل لے گیا تھا اس وقت وہ اکیس سال کا تھا اس پر وقت کی گرد نہ جمی تھی۔ شاید یہ خوبی قسمت کی بات تھی کہ صورت حال یہی تھی۔ اسی شے نے روحانی طور پر اسے سہارا دیا جن کی مدد سے اس نے اندوہناک چودہ برس گزار لیے۔ یہ ایک قطب ستارہ بنا رہا جو اس کی اسیری کے تاریک برسوں میں چمکتا رہا۔ اسی نے اس کی داخلی آنکھ کو بیرونی دنیا کی تبدیلیوں سے بچائے رکھا..... جس میں تحریک اس کے دوست احباب اور بالخصوص میں تھی۔ اس طویل عرصے میں زندگی نے مجھے کئی ٹھوکریں لگائی تھیں اور واقعات کی لہروں میں غوطے دیئے تھے تاکہ میں تیروں یا ڈوب جاؤں..... اب میں وہ چھوٹی سی ''ملاح لڑکی'' نہ رہی تھی، ساشا جس کی تصویر برسہابرس سے دل میں سجائے تھا۔ میں اب سینتیس برس کی پختہ کار عورت تھی جسے وقت کی چکی نے تبدیلیوں کے پاٹوں میں سے گزارا تھا۔ اب میں پرانے سانچوں کے لیے بیکار تھی جیسا کہ وہ مجھ سے توقع کر رہا تھا۔ ساشا نے رہا ہوتے ہی یہ بات فوراً محسوس کر لی تھی۔ اس نے یہ کوشش بھی کی کہ وہ اس پختہ کار شخصیت کو سمجھ لے جو ایک ناتجربہ کار لڑکی کے خول کو توڑ کر نکل چکی تھی اور اس میں ناکامی کے بعد وہ غصے میں بھرا رہنے لگا، معترض رہنے لگا اور اکثر میرے طرز زندگی کی ملامت کرتا جس میں میرے خیالات اور دوست سب شامل تھے۔ اس نے مجھ پر دانش ورانہ بیگانگی اور ناہموار انقلابی ہونے کا الزام بھی دھرا۔ اس کا ہر وار مجھے لخت لخت کر دیتا اور میں اپنے غم میں بلکنے لگتی۔ جی میں اکثر یہ آتا کہ فرار ہو جاؤں اور اس سے دوبارہ نہ ملوں۔ لیکن مجھے کوئی ایسی شے روک لیتی جو میرے دکھ سے زیادہ اہم تھی۔ وہ تھی اس کے کارنامے کی یاد جس کی قیمت اس نے تن تنہا چکائی تھی۔ میں جتنا سوچتی میرا یہ احساس بڑھتا کہ میں اپنی آخری سانس تک اس زنجیر کی مضبوط ترین کڑی رہوں گی جو مجھے اس سے باندھے ہوئے ہے۔ ہماری جوانی کی یادیں اور ہماری محبت کا رنگ ممکن ہے اڑ جائے مگر اس کی چودہ برس کی مصلوبی کو میرے دل پر سے نہیں کھرچا جا سکتا۔

اس تکلیف دہ صورتحال سے نکلنے کا راستہ اس تجویز میں نکل آیا کو مدرا رتھ کے لیے بھی لازم تھا کہ میں دورے پر نکل پڑوں۔ ساشا کو بطور مدیر ذمہ داریاں سونپ دوں۔ یوں اسے اپنی بھنچی ہوئی کیفیت سے نجات مل جائے گی اور اظہار خیال کی زیادہ آزادی میسر آجائے گی۔ وہ میکس کو پسند کرتا تھا اور کئی اور لائق لوگ بھی موجود تھے جو اس کی اعانت کر سکتے تھے مثلاً والٹیر این ڈی کلایر، تھیوڈور شروڈر، بولٹن ہال اور کئی دوسرے۔ ساشا نے منصوبے کو فوراً قبول کر لیا۔ اور مجھے بھی تھوڑا سا سکون ہوگیا کہ اس نے اس بات پر شبہ نہ کیا کہ میرے لیے جدائی کتنی کٹھن تھی جب کہ اسے میرے پاس آئے ہوئے بہت کم وقت ہوا تھا۔ اس کی رہائی کو..... جس کا میں نے کس کرب میں رہ کر انتظار کیا تھا اور اب میں اس کے ساتھ اس دن بھی نہ ہوں گی جو اس کی رہائی کی سالگرہ کا دن ہوگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جس کے خواب میں کس بے چینی سے دیکھا کرتی تھی۔

ہیواوپنٹی کوسٹ کی موت کی خبر ہم سب کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا جو اسے جانتا تھا۔ ہر شخص اس کی ذات اور کام کا مداح تھا۔ ہمیں یہ خبر اخبارات سے ملی کیونکہ اس کی بیوہ نے ہمیں اطلاع نہ دی تھی۔ پنٹی کوسٹ کریا کرم کا حامی تھا اور کہتا تھا انسانی باقیات کو ٹھکانہ لگانے کا یہ ایک خوبصورت قرینہ ہے۔ بات فطری تھی ہر ایک کو یہ توقع تھی کہ اس کی لاش جلائی جائے گی اور اس کے بہت سے دوستوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ شریک ہوں گے اور گلدستے بھیج کر خراج عقیدت پیش کریں گے۔ ہماری حیرانی کی اس وقت کوئی حد نہ رہی جب ہمیں معلوم ہوا کہ ہیواوپنٹی کوسٹ کو اس کی خواہش کے برعکس دفن کر دیا گیا اور اس کے جنازے کو مذہبی طریقوں سے اٹھایا گیا۔ ستم ظریفی کی انتہا دیکھئے کہ ایک چیز جسے ہیواو نے اپنی پوری زندگی میں سب سے مقدم رکھا وہ تھی آزاد خیالی۔ اس نے اپنے سیاسی نظریات کئی مرتبہ بدلے۔ موٹ، سوشلسٹ اور انارکسٹ..... وہ بیک وقت تینوں کا حامی رہتا یا ایک وقت میں ایک کا۔ اس کا مذہب اور کلیسا سے رویہ بھی مختلف رہا۔ اس کا ان سے منحرف ہو کر لادین ہو جانا ناقابل تنسیخ تھا۔ اس لیے اس کی قبر پر پادری کی موجودگی اس کی یاد کی سخت توہین تھی اور اس کے آزاد خیال دوستوں کی بھی توہین۔ لگتا ہے یہ اس کے لاشعور کے اندیشوں کی تعبیر تھی۔ پینٹی کوسٹ اکثر مجھ سے کہا کرتا ''شائستگی سے زندگی بسر کرنا بہت مشکل ہے اور شائستگی سے مرنا اس سے زیادہ مشکل۔'' اس کا ایک اور تکیہ کلام تھا کہ نفرت کے مقابلے میں محبت سے بچنا زیادہ دشوار ہے۔ اس کی اس محبت سے مراد ہوتی جس میں نرم بانہوں اور نازک لفظوں کی گرفت ہوتی ہے جو زنجیروں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ ان 'نرم بانہوں' سے خود کو نہ چھڑا پاتا۔ یہی اس کے سماجی نظریات کے بدلنے کا سبب بنے تھے۔ یہاں تک کہ اسے شکاگو کے انارکسٹوں کی یاد سے جھوٹ موٹ منہ موڑنا پڑا جن کا وہ اس وقت تک شدید حامی رہا جب تک اس کے رخش آرزو نے اسے نیویارک کا اسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی کا عہدہ قبول کرنے پر نہ مجبور کر دیا۔ ''ہوسکتا ہے کہ میں نے غلطیاں کی ہوں'' اس نے برملا کہا۔ حسین حیات میں اور نہ ہی بعد از موت ہیواوپنٹی کوسٹ کو اس کی سہولت ملی کہ وہ اپنی ذات سے مخلص رہ سکے۔

ہمارے روس کے لیے کام کو گریگوری گرشونی کی آمد سے مہمیز لگی۔ وہ سائبیریا سے وکٹوریا میں بیٹھ کر فرار ہوا اور براستہ کیلیفورنیا امریکہ پہنچا۔ گرشونی اسکول کا استاد تھا اور اس نظریئے کا حامل تھا کہ عوام الناس کی تعلیم کے ذریعے روس کو رومانوف کی غلامی کے جوئے سے نکالا جاسکتا ہے۔ کئی برس تک وہ تالستایت کا زبردست حامی رہا اور ہر قسم کی سرگرم مزاحمت کے خلاف رہا۔ لیکن نہ ختم ہونے والی مخالفت اور مطلق العنان کے تشدد نے گرشونی کو بتدریج ان طریقوں کے اختیار کرنے اور ان کی ناگزیریت کا قائل کر دیا جن پر اس کے ملک کے عسکری انقلابی کاربند تھے۔ وہ بعد میں ایک جنگجو تنظیم سوشلسٹ انقلابی پارٹی کی شاخ سے وابستہ ہو گیا اور ایک ممتاز رکن بن گیا۔ اسے بعد میں موت کی سزا دی گئی لیکن آخر کار بدل کر پوری زندگی کے لیے سائبیریا بھیج کر قید کر دیا گیا۔

گریگوری گرشونی دیگر عظیم روسیوں کی طرح جن سے میں ملی ہوں اپنی سادگی میں دلفریب تھا۔ اپنی سورمائی زندگی کے معاملے میں انتہائی کم گو اور شعلہ صفت ہوتے ہوئے ذاتی مفاد کو روسی عوام کی آزادی کے تصورات سے قطعاً گڈمڈ نہ ہونے دیتا۔ مزید براں وہ ایک نادر صفت کا حامل تھا جو دوسرے روسی باغیوں میں عنقا ہے، ایک عمیق اور جچا تلا عملی احساس اور کسی کام کو ہاتھ میں لینے کے بعد ذمہ داری کا احساس۔

میں نے اس شخص کے نیویارک میں قیام کے دوران میں اس کی ہمہ جہت شخصیت کے بہت سے گوشے دیکھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کے محیر العقل فرار میں دو نوجوان انارکسٹوں نے مدد کی تھی۔ یہ جیل کے اس حصے میں کام کرتے تھے جہاں لکڑی کا کام ہوتا تھا۔ انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اس پیپے میں نظر نہ آنے والے سوراخ کر دیئے جسے گرشونی کو استعمال کرنا تھا۔ گرشونی ان دونوں لڑکوں کی لگن اور جرأت کی تعریف کرتے نہ تھکتا جو عمر کے لحاظ سے بچے تھے اس کے باوجود ہمت اور انقلابی جانفشانی میں نہایت قابل بھروسہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہی زمانہ تھا کہ ہم نے مدرارتھ کی پہلی سالگرہ کی تقریب منانے کی تیاری شروع کردی۔ یہ بات ناقابل یقین لگتی کہ رسالہ بارہ ماہ تک کس طرح اتنی دشواریاں اور سختیاں جھیل گیا۔ نیویارک کے چند اہل قلم کی سستی کہ وہ اپنے وعدوں کو بذریعہ تحریر پورا نہ کرسکے یہ واحد بادسموم تھی جو میرے بچے کو کملاتی رہی۔ وہ ابتدا میں اس وقت تک پرجوش رہے جب تک انہیں یہ اندازہ نہ ہوا کہ مدرارتھ فن کے لیے آزادی اور فراوانی کی وکالت کرتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کے لیے فن حقائق سے فرار کا نام تھا پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ ایسے جریدے کی اعانت کریں جو انتہائی جرأت سے زندگی کے فروغ کا ہمنوا ہو؟ اس لیے انہوں نے اس نوزائیدہ کو خود ہی پروان چڑھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ان کی خالی کی ہوئی جگہ جلد ہی پر کرلی گئیں تاہم مقابلتاً بہادر اور آزاد ذی نفسوں سے جن میں لیونارڈ ایبٹ، سادا کیچی ہارٹمین، آلون سانبورن جو سب کے سب زندگی اور فن کو بغاوت کے جڑواں شعلے سمجھتے تھے۔

ایک دشواری پر قابو پالینے کے بعد دوسری سر اٹھاتی یعنی اپنی ہی صفوں میں سے ملامت کہ مدرارتھ کافی انقلابی نہیں ہے۔ وہ دعویٰ کرتے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ انارکزم کو کٹر عقیدے کے بجائے آزادی دلانے والے نظریے کا مدعی تھا۔ خوش نصیبی کی بات یہ تھی کہ میرے زیادہ تر کامریڈ میری حمایت پر شانہ بشانہ کھڑے رہے اور رسالے کی فیاضانہ اعانت کرتے رہے۔ میرے ذاتی دوست چاہے وہ انارکسٹ نہ بھی ہوں پورے صدق دل سے اس کی اشاعت میں لگے رہے اور اس کے علاوہ ہر اس ٹنٹے میں ساتھ دیتے جب بھی پولیس تسلسل سے داروگیری کرتی رہی۔ چونکہ یہ ایک نتائج خیز اور تجربے کے لحاظ سے مالا مال کردینے والا سال تھا۔ اس لیے مدرارتھ کے مستقبل سے امیدیں وابستہ کی جاسکتی تھیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۱

ہم پر کرمنل انارکی کا جوالزام تھا اس کی سماعت بار ہا ملتوی کی گئی اور بالآخر اسے واپس لے لیا گیا۔اس سے مجھے آزادی مل گئی اوراب میں مغربی ساحل کے طے شدہ دورے پر روانہ ہوسکتی تھی جو ۱۸۹۷ء کے بعد پہلا تھا۔س سے پہلے کہ میں دور پہنچتی راستے کے تین شہروں میں جہاں پولیس نے رکاوٹ ڈالی وہ تھے کولمبس،ٹولیڈو اور ڈیٹرایٹ۔

ٹولیڈو میں ارباب اختیار کا رویہ بالخصوص سرزنش کرنے والا تھا کیونکہ میئر برانڈ وہٹلوک ترقی پسند خیالات کا آدمی سمجھا جاتا تھا اور اس کی شہرت ایک تالستاین اور 'فلسفی' انارکسٹ کی تھی۔ میں ایسے کئی امریکیوں سے مل چکی تھی جو خود کو فلسفی انارکسٹ کہتے تھے۔لیکن جب ان کا قرب حاصل ہوتا تو لازماً نہ تو فلسفی نکلتے اور نہ ہی انارکسٹ۔اوران کا آزادی اظہار خیال پر اعتماد ہمیشہ 'لیکن' سے جڑا ہوتا۔

تاہم میئر وہٹلوک ایک موٹ بھی تھا اور امریکنوں کے ایسے گروہ کا رکن تھا جو آزادی اظہار خیال اور صحافتی آزادی کے جانثار نقیب تھے۔حقیقت تو یہ ہے کہ 'موٹ' میری پولیس مداخلت کے خلاف لڑائیوں میں سب سے پہلے میری حمایت کرتے تھے۔میں اس لیے دنگ رہ گئی جب میں نے ایک موٹ میئر کو بالکل ویسا ہی یکطرفہ رویہ اپنائے دیکھا جیسا کہ کوئی شہری اہلکار کرتا تھا۔میں نے اس کے چند مداحوں سے پوچھا کہ وہٹلوک جیسے شخص کے رویے کی کس طرح وضاحت کریں گے۔مجھے مزید حیرانی ہوئی جب انہوں نے یہ بتایا کہ موصوف یہ تاثر رکھتے تھے کہ میں ٹولیڈو ایک واضح مقصد سے آئی تھی تا کہ کاربن بنانے والے کارکنوں میں اشتعال پیدا کروں جو ان دنوں ہڑتال پر تھے۔وہ ان دنوں ملازمین اوران کے آجروں کے درمیان معاملات طے کرانے میں لگا تھا۔اس لیے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ مجھے تقریر کرنے سے روک دیا جائے۔

شاید تمہارا میئر سمجھتا ہے کہ اس سمجھوتے سے مالکان کو فائدہ پہنچے گا نہ کہ ملازمین کو۔میں نے تبصرہ کیا۔''ورنہ اسے اس بات سے نہ ڈرنا چاہئے تھا کہ میں کیا کہتی ہوں۔''

میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ جب تک میں ٹولیڈو نہیں پہنچی تھی مجھے یہاں کی ہڑتال کا علم نہ تھا۔میں تو ''انارکزم کے متعلق غلط تصورات'' کے موضوع پر تقریر کرنے آئی تھی۔تاہم میں نے خوشی سے اس بات کا اعتراف کرلیا کہ اگر ہڑتالی مجھ سے خطاب کرنے کو کہیں گے تو میں ان سے کہوں گی کہ وہ اپنی صفوں میں سے سیاستدانوں کو نکال دیں جو سب سے زیادہ پھٹے میں ٹانگ اڑانے والے ہوتے ہیں اوروہ ہر معاشی کشمکش کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دیتے ہیں۔ یہ امریکی لبرل کے ایک گروہ کو پتہ چل گیا۔ جنہوں نے فوراً ہی میرے لیے ایک خصوصی جلسے کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔

ان میں سب سے زیادہ جوش وجذبے کی مالک ایک معزز بوڑھی عورت نکلی جس کا نام مسز کیٹ۔بی۔شروڈ تھا۔غلامی کے خاتمے کے زمانے میں اس نے کئی مفرور غلاموں کو اپنے پاس چھپا کر حفاظت کی تھی اوراتنا زمانہ گزرنے کے باوجود اس کے شعار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔وہ آزادی نسواں کی پرجوش حامی تھی اور معاشی اور تعلیمی میدانوں میں بھی لامحدود آزادی کی قائل تھی۔اس کے علاوہ وہ ایک دلنواز شخصیت بھی تھی۔اس پیاری خاتون نے میئر کو روایٹ ایکٹ (بلوہ) ضرور پڑھ کر سنایا ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد ٹولیڈو میں میری تقاریر میں کوئی مداخلت نہ کی گئی۔

میناپولس میں مجھے ایک پرلطف تجربہ ہوا۔مجھے ایک ایسی تنظیم نے خطاب کرنے کی دعوت دی جو پیشہ ور مردوں کی انجمن تھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور 'سپوک کلب'' (بھوت) کہلاتی تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ آج تک کسی بھی عورت کو سپوکروں کے اس مقدس اجتماع میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لیکن میں ایک استثنیٰ ہوں۔ میں خود کو مراعات کا مستحق نہیں سمجھتی۔ اس لیے میں نے اس کلب کو لکھا کہ بطور نرس میں نے کبھی کوئی الجھن نہیں محسوس کی جب میں مردوں کے کپڑے اتارتی ہوں۔ لیکن زندہ لاشوں کا تنہا سامنا کرنے سے میری طبیعت بے کلی محسوس کرے گی۔ میں سپوکروں کے مردوں کی تدفین کے لیے کفنانے کے لیے آمادہ ہوں۔ اگر مجھے میری ہی صنف کی چند تنومند ارکان ہاتھ بٹانے کو مل جائیں۔ سپوک کلب کے بیچارے ارکان بھونچکے رہ گئے۔ میری آمد کی درخواست کو قبول کرنے کی صورت میں خواتین کے دھاوے کا خطرہ تھا اور اگر مجھے منع کرتے تو عوامی تمسخر کا سامنا کرنا پڑتا۔ مردانہ تکبر نے اس سفید پارسائی پر غلبہ پالیا۔ ''اپنی پوری فوج اپنے ساتھ لائیے، ایما گولڈمان'' سپوکروں نے جواب دیا۔ ''اور نتائج بھی بھگتو'' میری عورتوں اور میں نے اس کلب میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ افسوس صد افسوس، ان کے ذہنوں کے بجائے سپوکروں کے صرف دلوں میں۔ ہم نے انہیں احساس دلا دیا کہ دنیا میں اس سے زیادہ خشک اور بے لطف اجتماع کوئی نہیں ہوسکتا جس میں صرف مرد شریک ہوں یا محض عورتیں۔ اس موقع پر ہر ایک کے سر پر سوار رہنے والا جنس کا بھوت اتر گیا اور لوگ فطری اور بے فکر تھے۔ شام بہت دلچسپ رہی۔ بلاشبہ، مجھے اس بات کا یقین دلایا گیا کہ یہ کلب کی تاریخ کے فکری لحاظ سے خیال انگیز لمحات تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ انتہائی ترنگ دار بھی۔

سپوکروں کا جو فیاضانہ رویہ میرے لیے تھا وہ صرف اس عمومی تبدیلی کی جانب اشارہ تھا جو گزشتہ چھ سال میں انارکزم کے متعلق آئی تھی۔ اخبارات کا لہجہ بھی اتنا کینہ پرور نہ رہا تھا۔ ٹولیڈو، سنسناٹی، ٹورنٹو، مناپولس اور وینی پیگ کے اخبارات میرے جلسوں کی روداد بیان کرتے ہوئے تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ وینی پیگ کے ایک اخبار نے اپنے طویل اداریے میں کہا۔

''ایما گولڈمان پر الزام لگایا گیا کہ وینی پیگ میں اس نے تقریر کی آزادی کا غلط استعمال کیا اور انارکزم کی یہ کہہ کر مذمت کی گئی کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو قتل کی تلقین کرتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایما گولڈمان نے اپنے وینی پیگ کے قیام کے دوران میں کوئی خطرناک بڑ نہ ہانکی اور نہ کسی ایسے بیان میں ملوث ہوئی جس پر معمولی عقل و دانش کے ذریعے معتدل تنقید نہ کی جاسکے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ انارکزم، بم پھینکنے اور تشدد پر اکسانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ انارکزم ایک مثالی نظریہ ہے جو آج بھی اور مستقبل میں بھی قطعاً قابل عمل نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں چند نہایت شائستہ اور باصلاحیت لوگ موجود ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ واحد حقیقت ہے کہ تالستائی ایک انارکسٹ ہے جو ایک فیصلہ کن ثبوت ہے کہ یہ خونریزی کی تعلیم نہیں دیتا۔''

ہم سب کو یہ حق حاصل ہے کہ ہم انارکی کو مجذوب کی بڑ سمجھیں۔ ہم سب کو حق حاصل ہے کہ ہم ایما گولڈمان کی تعلیمات سے اتفاق کریں یا اختلاف۔ لیکن ہم خود کو مضحکہ خیز صورتحال میں نہ ڈالیں جب ہم اس کی تقریر کے اس حصے پر تنقید کرتے ہیں جو اس نے سرے سے نہیں کی۔ اور نہ ہی ہمیں اس نظریے کی یہ کہہ کر مذمت کرنا چاہئے کہ یہ تشدد اور خونریزی کا نظریہ ہے جبکہ یہ اس کے برعکس نظریات کا پرچار کرتا ہے۔''

جب میں ساحل سے ساحل تک کے تقاریر کے دورے سے جون کے آخر میں لوٹی تو اس کا خالص حاصل جمع یہ نکلا کہ ہمیں مدر ارتھ کے کافی خریدار مل چکے تھے اور ہمارے نظریاتی ادب کے پرچوں کی فروخت سے اتنی فاضل رقم حاصل ہو چکی تھی جس سے موسم گرما کے فارغ مہینوں میں جریدہ جاری رکھا جاسکتا تھا۔

موسم بہار کے آغاز میں یورپی کامریڈوں نے انارکسٹ کانگریس کے انعقاد کے لیے ایک پیغام بھیجا جسے اگست کے مہینے میں ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں منعقد ہونا تھا۔ جن شہروں کا میں نے دورہ کیا تھا وہاں کے چند دھڑوں نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں اس میں شرکت کروں اور بطور مندوب ان کی نیابت کروں۔ ہمارے کامریڈوں کا مجھ پر اعتماد میرے لیے طمانیت بخش تھا جبکہ یورپ میرے لیے ہمیشہ سے باعث کشش رہا ہے۔ مگر اب ساشا بھی ہے جسے رہا ہوئے کوئی سال بھر ہوا ہے اور میں پہلے ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس سے کئی مہینے جدا رہ کر دورہ کر چکی ہوں۔ میں اس سے دوبارہ ملنے کے لیے بے چین تھی اور اس کھائی کو پاٹنا چاہتی تھی جسے ہم دونوں کے درمیان اس کی اسیری نے پیدا کر دیا تھا۔

جب میں شہر سے باہر تھی تو ساشا نے مدرارتھ کو بخوبی چلایا۔ اس نے اپنی تحریر کی قوت اور خیالات کی صفائی سے ہر ایک کو حیران کر دیا۔ یہ ایک ایسے شخص کے لیے حیران کن کامیابی تھی جو جب جیل گیا تھا تو انگریزی زبان کی شد بد نہ رکھتا تھا اور جس نے طباعت کے لیے کبھی کچھ بھی نہ لکھا تھا۔ اس کے خطوط جو اس نے مجھے گزشتہ چار مہینوں میں لکھے تھے وہ یاسیت سے مبرا تھے اور اس نے میگزین اور میرے معاملات میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ میرے لیے ساشا اور اس کی مساعی باعث افتخار تھیں۔ اور میں پرامید تھی کہ جب سے وہ رہا ہو کر آیا ہے اس وقت سے ہمارے تعلقات پر جو تاریک بادل منڈلا رہے ہیں وہ چھٹ جائیں گے۔ ان باتوں کے پیش نظر میں ایمسٹرڈم جانے میں ہچکچا رہی تھی۔ میں نیویارک پہنچ کر فیصلہ کروں گی۔ میں نے کامریڈوں کو بتا دیا۔

جب میں لوٹی تو میں نے ساشا کو اسی حالت میں پایا..... جس ذہنی خلجان میں، میں اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ اسی تکلیف دہ تصادم کے دو پاٹوں میں تھا کہ اس کی فکر جس نے اسے ایک کارنامہ انجام دینے پر اکسایا اور وہ ٹھوس حقیقت جس سے وہ ان دنوں دوچار تھا۔ وہ اب بھی ماضی میں پناہ گیر تھا وہی ماحول جس کی تخلیق اس نے اپنی ذی حیات موت میں کی تھی۔ ہر شے جو اس کے سامنے حاضر تھی اس کے لیے اجنبی تھی جس پر نظر پڑتے ہی وہ ایک جھرجھری لے کر کنی کاٹ لیتا۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ میں، ساشا کے تمام دوستوں کے مقابلے میں انتہائی شدید مایوسیوں اور درد کا سبب بن رہی تھی..... میں وہی ہوں جو ان پُر اذیت برسوں میں کبھی بھی اسے اپنے ذہن سے نکال سکی اور نہ ہی دل سے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہاں کوئی اور بھی موجود تھا یہاں تک کہ آڈ بھی نہیں۔ جسے میں اوروں کے مقابلے میں بڑی گہرائی اور شدت سے چاہتی تھی۔ اس کے باوجود یہ میری ذات ہے جو ساشا کے لیے بے صبری اور برہمی پیدا کر رہی ہے۔ اس کی کوئی ذاتی وجوہ نہ تھیں بلکہ یہ ان تبدیلیوں کا نتیجہ تھیں جن میں سے گزر کر میری زندگی کا موجودہ رویہ وجود میں آیا جو لوگوں اور اپنی تحریک کے لیے تھا۔ یوں لگتا جیسے ہمارے خیالات میں ایک نکتہ بھی مشترک نہ تھا۔ اس کے باوجود میں ساشا کے لیے یک جان دو قالب محسوس کرتی تھی اور ہمیشہ کے لیے اس سے بندھ چکی تھی اور اسے چودہ برس سے آنسو اور خون مضبوط کر رہے تھے۔

اکثر ایسا ہوتا کہ جب میں اس کی لعنت، ملامت اور برا بھلا کہنے سے تنگ آ جاتی تو میں لڑنے پر اتر آتی اور اسے جلی کٹی سنا دیتی اور اپنے کمرے کی طرف بلبلا کر بھاگتی اور غم اس کا ہوتا کہ یہ کیسا اختلاف ہے جو ہمیں چیرے ڈال رہا ہے۔ اس کے باوجود میں ہی ساشا کے پاس چلی جاتی۔ خیال یہ رہتا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا یا کیا ہے وہ ان تکالیف کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے جو وہ جھیل چکا ہے۔ مجھے اس کا بھی اندازہ تھا کہ ترازو کا وہ پلڑا بھاری ہوگا جدھر اس کا زور ہوگا اور اس لیے لامحالہ اس کی ہر ضرورت کے لمحے مجھے اس کی طرف جانا چاہئے۔ مجھے اب پتہ چلا کہ لگتا ہے کہ یوں کام نہ چلے گا۔ ساشا اس وقت زیادہ مطمئن لگتا ہے جب میں کہیں چلی جاتی ہوں۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے اپنے مغربی کامریڈوں کی فرمائش پر انارکسٹ کانگریس میں ان کی نمائندگی کرنا چاہئے۔ ساشا نے کہا کہ میری واپسی تک وہ رسالے کی دیکھ بھال کرے گا لیکن اس کا دل مدرارتھ میں نہیں لگ رہا۔ وہ ایک ہفت روزہ نکالنا چاہتا ہے جو کارکنوں تک پہنچے۔ وہ اس منصوبے کے متعلق والٹیر این ڈی کلایر، ہیری کیلی اور دیگر دوستوں سے صلاح مشورہ کر چکا تھا۔ وہ اس پر متفق تھے کہ ایسے جریدے کی ضرورت ہے اور اس کا بھی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ درکار رقم کے لیے ایک محضر نامے پر دستخط کریں گے۔ تاہم وہ اس بات سے متردد تھے کہ میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاؤں اور میں نئے رسالے کو مدرارتھ کا حریف نہ سمجھ لوں۔ ''یہ کتنا مضحکہ خیز خیال ہے۔'' میں نے احتجاج کیا ''تحریک کی میں اجارہ دار نہیں ہوں۔ تمام جتن کر کے ہفت روزہ ضرور نکالو۔ میں بھی اپیل کرنے والوں میں اپنا نام دے دوں گی۔'' ساشا میری بات سے بہتر متاثر ہوا اور نرمی سے مجھے گلے لگا لیا اور بیٹھ کر چندے کی اپیل لکھنے لگا۔ میرا بے چارہ لڑکا! کاش میں خود کو تسلی دے سکتی کہ اس منصوبے سے اس کا چین لوٹ آئے گا۔ اور زندگی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی گاڑی پٹری پر چڑھ جائے گی اور اپنی زبان دانی سے پورا فائدہ اٹھانے لگے گا اور اس کے قلم سے اس کے جوہر کھلنے لگیں گے۔

یہ بات روز افزوں تھی جو مجھے سمجھ میں آتی جارہی تھی کہ ساشا کے اندر برہمی بڑھتی جارہی ہے جس کا شاید اسے خود بھی احساس نہ تھا۔ اور یہ سب ان سرگرمیوں کا نتیجہ تھا جو میں نے اپنے لیے تخلیق کی تھیں۔ وہ متمنی تھا کہ کوئی ایسی چیز ہو جس کا وہ خود خالق ہو، کوئی ایسی شے جس سے اس کی ذات کا اظہار ہو سکے۔ میں پرشوق انداز میں امید کر رہی تھی کہ ہفت روزہ اخبار ایک ایسا وسیلہ بنے گا' ممکن ہے جس سے اسے کامیابی نصیب ہو جائے۔

میں اپنے غیر ملکی دورے کے لیے تیاری کر رہی تھی۔ میکس بھی ہمراہ چل رہا تھا۔ اسے کسی جرمن گروپ کی ایمسٹرڈم کانگریس میں نمائندگی کرنا تھی۔ ہم دونوں چاہتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے ماحول سے نکل جائیں۔ فارم اس کے لیے گلاب کی طرح گلابی نہ ثابت ہوا جس کی اسے توقع تھی۔ شہر کے لوگوں کے لیے فارم کبھی اتنا دلکش نہیں ہوتا جو مرغزاروں میں فطرت کے متعلق رومانی تصورات لے کر آتے ہیں جبکہ ان میں فطرت کے کٹھن حالات سے نمٹنے کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی۔ اوسننگ میں ہماری جگہ نہایت قدیم نکلی اور موسم سرما میکس کی چھوٹی سی لڑکی کے لیے بہت تکلیف دہ۔ ایک اور وجہ ملّی کی تنہائی تھی جو اس کے برداشت سے باہر تھی۔ میرے یہ دوست شہر لوٹ آئے اور گزر اوقات کے لیے اخراجات پورا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ میکس جرمن اخبارات کے لیے مضامین اور مدرارتھ کے لیے تحریروں کے ذریعے اور ملّی سی پرو کے۔ اپنے پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے اس نے جو تکالیف برداشت کی تھیں اس نے اسے بے چین اور چڑچڑا بنا دیا تھا۔ اور میکس ذرا سی نا اتفاقی پر اپنے خول میں سمٹ جاتا۔ میری طرح وہ بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح ان سوہان روح حالات سے نکل جائے۔ لیکن ان معاملات میں کسی کا ہاتھ کارفرما نہ تھا۔

ساشا میں مزید زندگی عود کر آئی ہفت روزہ اخبار کے منصوبے کے طفیل۔ اس کے علاوہ بھی ایک عنصر تھا جس نے اس کی روح میں توانائی بھر دی۔ اسے ہمارے نوعمر کامریڈوں میں کئی دوست مل گئے تھے۔ اور نوجوان بیکی ایڈلسن نے خصوصاً اسے اپنا گرویدہ کر لیا۔ میں اس کی طرف سے کافی سبکدوش محسوس کرنے لگی۔ مدرارتھ کے لیے بھی میں فکرمند نہ تھی۔ جب میں روانہ ہونے لگی تو وہ میری واپسی تک محفوظ ہاتھوں میں تھا اور میں اس کے معیار کی طرف سے بھی مطمئن تھی چونکہ ساشا اس کا مدیر تھا اور جون کوریل ہیولائٹ ہیول اور دیگر اس کی دستگیری کر رہے تھے۔

ہیولایٹ اور میں اپنے قدیم تعلقات سے سرک کر دور جا چکے تھے لیکن ہماری دوستی پہلے ہی کی طرح مستحکم تھی۔ ویسی ہی ہماری سماجی کشمکش میں ہماری مشترک دلچسپیاں رہیں۔ اس کی تاریخ کے میدان میں زبردست معلومات اور واقعات سے متاثر ہونا رسالے کے لیے نہایت قیمتی اثاثہ تھا۔

اگست ۱۹۰۷ء کے وسط میں میکس اور میں نے اپنے دوستوں کو امریکہ، ہالینڈ کی گودی سے الوداع کہا۔ کانگریس میں شرکت کے مشن کے علاوہ ہم دونوں اپنے دورے کو ایک ایسی شے کی تلاش میں صرف کرنا چاہتے تھے جس سے ہمارے اندر پیدا ہو جانے والا خلا پر کیا جا سکے۔ پرسکون سمندر اور میکس کی طمانیت بخش رفاقت نے مجھے اس تناؤ سے نکلنے کا موقع فراہم کیا جس سے میں ساشا کی رہائی سے چند ماہ پہلے اور چند مہینے بعد تک بھگتتی چلی آرہی تھی۔ جب تک ہم ایمسٹرڈم پہنچیں میرے احوال میرے اختیار میں آچکے تھے۔ اور میں ان لوگوں سے ملنے کے لیے بے تاب تھی جن سے میرا ملنا ضروری تھا۔ ہماری کانگریس اور وہ سارا کام جو ہمیں کرنا تھا۔

میں ولندیزیوں کی صفائی پسندی کے متعلق بہت کچھ سن چکی تھی لیکن جب تک میں اپنی آمد کے اگلے روز خود ایمسٹرڈم کی سیر کو پیدل نہ نکلی مجھے اندازہ نہ ہوا کہ اہل ہالینڈ راہگیروں کو کتنا بے لطف کر سکتے ہیں۔ میں میکس کے ہمراہ یہ دیکھنے کے لیے نکلی تھی کہ یہ انوکھا قدیم قصبہ کیسا لگتا ہے۔ ہم نے کیا دیکھا کہ ہر گھر کے چھجے میں گداز بدن ملازمین زرق برق لباس میں تعظیماً استادہ ہیں۔ ان کے بازو اور ٹانگیں عریاں ہیں اور وہ قالینوں اور پائیدانوں کو جھاڑ رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک خوشگوار منظر تھا۔ لیکن خاک اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گندگی کے مرغولے جو وہ اس ذوق وشوق سے ہمارے بے سپر کے سروں پر اڑا رہے تھے انہوں نے ہمارے نرخرے اور لباس کو ڈھانپ لیا تھا۔ اس کے باوجود ہم یہ سب برداشت کر لیتے اگر ساتھ ہی ساتھ ہم پر ٹھنڈے پانی کی بوچھاڑ نہ کی جاتی جس کا مقصد پودوں کو پانی دینا تھا۔ یہ خلاف توقع غسل اہل ہالینڈ کی صفائی پسندی کی شدت سے کہیں زیادہ نکلا جس کے ہم خواستگار تھے۔

موجودہ کانگریس کسی بین الاقوامی انارکسٹ اجتماع کا تیسرا موقع تھا جہاں میں شرکت کی کوشش کر رہی تھی۔ ۱۸۹۳ء میں بھی ایسی ہی محفل خاص کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور اس کا انعقاد اس سال کی شکاگو والی نمائش کے زمانے میں ہونا تھا۔ نیویارک کے کئی حلقوں نے اس میں شرکت کرنے کے لیے مجھے منتخب کیا تھا لیکن میرے مقدمے اور بعد میں سزایابی میری شرکت میں مانع رہی۔ عین وقت پر شکاگو کی پولیس نے کانگریس پر پابندی عائد کر دی۔ لیکن وہ بالکل اسی طرح ہوئی.... اور ایسے مقام پر ہوئی جو کسی کے سان وگمان میں بھی نہ آئی۔ ہمارا ایک کامریڈ جو شہری محکمے میں بطور کلرک ملازم تھا وہ ہمارے بارہ مندوبین کو چوری چھپے ضلع کے صدر دفتر میں لے گیا۔

دوسری مرتبہ ۱۹۰۰ء میں پیرس میں ہوا جہاں میں کانگریس کی تیاری کے ابتدائی کاموں میں شریک تھی۔ فرانسیسی پولیس نے بھی کانفرنس کا سرِ عام انعقاد ناممکن بنا دیا۔ تمام جلسے خفیہ ہوئے۔ یہ سب حالانکہ پرجوش انداز میں ہوا تھا مگر تعمیری کام ناممکن ہو گیا۔ کیا جمہوری امریکہ اور فرانسیسی ریپبلک پر اس سے بڑھ کر کوئی تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں نے انارکسٹ کانفرنس کے انعقاد کو روک دیا مگر یہ کانفرنس تاجور ہالینڈ میں کھلے بندوں ہو رہی تھی۔ ایسے مرد وخواتین جن میں زیادہ تر کو ان کے اپنے وطن میں کھدیڑا جا رہا تھا یا دار وگیر کا سامنا تھا انہیں یہاں سہولت میسر تھی کہ وہ بڑے جلسوں کو خطاب کریں۔ روزانہ بڑے اجتماع کریں اور اتنے اہم مسائل پر بحث ومباحثہ کریں جیسے انارکزم بذریعہ انجمن سازی اور حکومت کے خلاف باغیانہ تحریک اور افراد کی تشدد والی کارروائیاں اور ارباب اختیار کی جانب سے کوئی مداخلت نہ ہو۔ ہم شہر بھر میں تنہا یا ٹولی بنا کر گھومتے۔ کیفوں اور ریسٹورانوں میں محفلیں برپا کرتے، بولتے اور انقلابی نغمے پو پھٹے تک گاتے۔ اس کے باوجود ہمارا کوئی تعاقب نہ کرتا نہ جاسوسی ہوتی یا کسی اور طریقہ سے ستایا جاتا۔

ایمسٹرڈم کی صحافت کا ہمارے متعلق رویہ اس سے بڑھ کر قابل ذکر ہے۔ سب سے زیادہ قدامت پسند اخبار نے بھی ہمیں جرائم پیشہ یا دیوانہ نہ کہا بلکہ ہمیں سنجیدہ لوگوں کا ایک حلقہ کہا جو وہاں ایک سنجیدہ مقصد کے لیے آئے تھے۔ سارے اخبارات انارکزم کے مخالف تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے ہمارے متعلق کوئی غلط بیانی نہ کی اور نہ ہی ہمارے جلسوں کی روداد کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔

سب سے اہم مسئلہ جو اس کانگریس میں بڑی تفصیل سے زیر بحث آیا وہ ''تنظیم'' کے متعلق تھا۔ چند ایک مندوبین نے ابسن کے نظریے پر فہمائش کی جب ڈاکٹر سٹوکمین نے اپنے مقالے (An Enemy of the People) ''عوام کا دشمن'' جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو تنہا ہوتا ہے وہی رستم ہوتا ہے۔ انہوں نے پیتر کروپوتکن کے خیالات کو ترجیح دی۔ جو بڑی صراحت سے اس کی تصنیفات میں بیان کیے گئے تھے کہ یہ امداد باہمی ہے جو بہترین نتائج کی ضامن ہوتی ہے۔ میکس اور میں نے تاہم دونوں کی ضرورت پر زور دیا۔ ہمارا کہنا تھا کہ انارکزم کروپوتکن اور ابسن میں سے کسی ایک کے منتخب کرنے کا مکلف نہیں ہے۔ یہ دونوں کو گلے لگاتا ہے۔ حالانکہ کروپوتکن نے ان سماجی حالات کا باریک بینی سے جائزہ لیا ہے جو انقلاب کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ جبکہ ابسن نے اس نفسیاتی کشمکش کی تصویر کشی کی ہے جو انسانی روح کے انقلاب کا نکتہ عروج ہے جو انفرادیت کی بغاوت ہے۔ کوئی اور شے ہمارے نظریات کے لیے اتنی تباہ کن نہ ثابت ہوگی اگر ہم داخل کے اثرات کو نظر انداز کر کے خارج کو قبول کر لیں۔ ہم اسی پر حجت کرتے رہے، یعنی نفسیاتی محرکات اور موجود اداروں کی ضرورت پر۔

چند حلقوں میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ ہم نے استدلال کیا کہ تنظیم انفرادی آزادی کو پروان نہیں چڑھنے دیتی۔ لیکن اس کے برعکس اس کے معنی یہ ہوئے کہ شخصیت کا انحطاط۔ فی الواقع تنظیم کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ وہ ذات کی ترقی اور نمو میں مددگار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنے۔ بالکل اسی طرح جیسے حیوانی خلیے باہمی تعاون سے اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کا اس وقت اظہار کرتے ہیں جب وہ جزو سے کل تخلیق کرتے ہیں۔ انہیں خطوط پر شخصیت عمل پیرا ہوتی ہے۔ دیگر شخصیات سے مل کر اور امداد باہمی کے ذریعے ترقی کی بہترین صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کوئی بھی تنظیم حقیقی معنوں میں اشیائے عدم کے یکجا ہونے سے تخلیق نہیں پا سکتی۔ یہ صرف اس طرح ترتیب پاتی ہے کہ اس میں خود آگاہی اور ذہین شخصیات شامل ہوں۔ بلاشبہ کسی تنظیم کے سربستہ جملہ امکانات اور سرگرمیوں کا اظہار فرد کی توانائی سے ہوتا ہے۔ انارکزم ایسی تنظیم کے وجود پر زور دیتا ہے جو قانونی ضابطوں سے بالاتر ہو، خوف سزا اور افلاس کے دباؤ سے آزاد ہو۔ یہ ایک نئے قسم کی سماجی حیات ہوگی۔ جو اس کشمکش کو ختم کر دے گی جو ان دنوں حیات کی بقا کے لیے جاری ہے۔ یہ وحشیانہ کشمکش جو انسان کی نفیس صلاحیتوں کو کھوکھلا کر رہی ہے اور سماجی تاریکی میں بے پایاں اضافہ کر رہی ہے۔ مختصراً انارکزم ایسی سماجی تنظیم کے لیے کوشاں ہے جو سب کی بہبود کا ضامن ہوگا۔

مندوبین کے گروہوں میں کئی دلچسپ اور پراثر شخصیات آئی تھیں ان میں ایک ڈاکٹر فریڈبرگ تھا جو ایک زمانے میں سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کا رکن رہ چکا تھا اور برلن بلدیہ کا نائب ناظم رہ چکا تھا جو بعد میں عام ہڑتال اور فوج مخالف نظریات کا داعی بن گیا تھا۔ اس امر کے باوجود کے اس کے سر پر ایک بڑی بغاوت کے فرد جرم کی تلوار لٹک رہی تھی۔ اس نے کانگریس کی کارروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس خطرے کو بالکل خاطر میں نہ لایا جو وطن واپسی پر اس کا منتظر تھا۔ وہاں لوجی فیبری بھی تھا جو اطالوی تعلیمی میگزین یونیورسیٹا پاپولیر میں لکھنے والوں میں سے ایک نہایت لائق مصنف تھا۔ تیسرا روڈولف روکر تھا جو لندن میں آباد یہودیوں میں بطور لیکچرر اور ایڈیٹر زبان کے رسالے آربیٹر فرینڈ کے مدیر کی حیثیت میں نہایت معتبر خدمات انجام دے رہا تھا۔ کرسٹائن کارنیلسن جو ہالینڈ میں ہماری تحریک کا سب سے اہم دانشور تھا۔ روڈولف گروسمین جو آسٹریا میں ایک انارکسٹ اخبار نکالتا تھا۔ الیگزینڈر شاپیرو تھا جو انگلستان کی انقلابی ٹریڈ یونینوں کا سرگرم کارکن تھا۔ ایک اور ہمارا جاثار کارکن ٹامس اینچ کیل بھی تھا جو لندن کے فریڈم میں کام کرتا تھا اس کے علاوہ کئی مستعد کامریڈ بھی آئے تھے۔

فرانسیسی، سوئس بلجیم کے، آسٹرین، بوہیمین، روسی، سربین، بلغاریہ والے اور ولندیزی مندوب تھے جو باصلاحیت اور جوش والے لوگ تھے۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ غیر معمولی شخصیت انریکو مالاتستا کی تھی۔ وہ بہت نازک مزاج اور حساس طبیعت کا مالک تھا۔ مالاتستا نے اپنی جوانی ہی میں انقلابی نظریات قبول کر لیے تھے۔ بعد میں وہ باکونن سے ملا جس کے حلقے کا وہ سب سے کم عمر رکن تھا۔ اسے پیار میں بنجامن کہا جاتا تھا۔ اس نے کئی مقبول دستی اشتہارات لکھے تھے جنہیں دور دراز کے علاقوں میں تقسیم کیا جاتا رہا۔ خصوصاً اٹلی اور ہسپانیہ میں۔ اور وہ کئی انارکسٹ مطبوعات کا مدیر بھی تھا۔ لیکن اس کی ادبی سرگرمیاں کارکنوں کی روزمرہ والی کشمکش میں حصہ لینے سے متاثر نہ ہو سکیں۔ اس نے نامور کارلو کافیرو اور مشہور روسی انقلابی جھکڑ (سرگیس) ''اسٹیپ نیاک'' کرافت چین سکی کے ساتھ مل کر اٹلی کی بنی ونٹو شورش میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا جو ۱۸۷۷ء میں ہوئی تھی۔ اس کی مقبول بغاوتوں میں دلچسپی ایک سرخ ڈور کی طرح اس کی زندگی سے لپٹی ہوئی تھی۔ چاہے وہ سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہو، فرانس میں یا انگلینڈ میں یا ارجنٹائن میں اس کے وطن کی شورش اسے عوام کی مدد کو بلا لیتی۔ ۱۸۹۷ء میں جنوبی اٹلی میں برپا ہونے والی ایک اور شورش میں اس نے سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ اس کی پوری زندگی طوفانوں اور دباؤ سے عبارت تھی۔ اس کی توانائیاں اور غیر معمولی صلاحیتیں انارکزم کے نصب العین کے لیے وقف تھیں۔ لیکن تحریک میں اس کے کام کی نوعیت کچھ بھی ہو وہ اس پر اصرار کرتا کہ مادی معاملے میں وہ لاتعلق رہے گا' اپنی بود و باش کے لیے وہ جسمانی مشقت کرتا تھا اور اس اصول پر وہ تاحیات کاربند رہا۔ اسے اپنے باپ سے جو قابل ذکر ورثہ ملا تھا وہ زرعی اراضی اور اٹلی میں گھروں پر مشتمل تھا۔ اس نے اسے ان کارکنوں کو بلا کسی قیمت کے سونپ دیا جن کے تصرف میں وہ چیزیں تھیں اور خود نہایت کفایت شعاری سے اپنے ہاتھوں کی کمائی پر گزارہ کرتا رہا۔ جنوبی امریکہ کے ممالک میں نیک ناموں اور محبوب لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔

میں ۱۸۹۵ء میں اس عظیم اور لڑاکا انارکسٹ سے لندن میں ذرا دیر کے لیے ملی تھی۔ اور اپنے ۱۸۹۹ء کے دوسرے دورے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں مجھے معلوم ہوا کہ انریکو مالاتستا امریکہ میں لیکچر دینے اور اطالوی اخبار ''لاکوسیچن سوشیال'' کی ادارت کرنے کے لیے جا چکا ہے۔ جب وہ وہاں تھا تو اس پر ایک ورغلائے ہوئے حب الوطن اطالوی نے گولی چلا دی۔ لیکن چونکہ وہ ایک سچا انارکسٹ تھا اس لیے اس نے حملہ آور کے خلاف کسی قانونی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا۔ مجھے ایمسٹرڈم میں پہلی مرتبہ موقع ملا جب میرا اس سے روزانہ واسطہ پڑنے لگا۔ میکس اور میں فی الفور مالاتستا کے طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ اسے اپنی اس صلاحیت کا گہرا شعور تھا کہ وہ جب چاہے دنیا کے مسائل کا بوجھ ایک طرف رکھ کر سیر و تفریح میں لگ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ بسر ہونے والا ہر لمحہ پرلطف ہوتا چاہے وہ سمندر کی موجیں دیکھ کر بغلیں بجانا ہو یا کسی عوامی باغ میں رنگ رلیاں ہوں۔

اس کانگریس کا سب سے زیادہ تعمیری نتیجہ یہ نکلا کہ ایک بین الاقوامی بیورو تشکیل دیا گیا۔ معتمدی مالاتستا، روکر اور شاپیرو پر مشتمل تھی۔ بیورو کا ایک مقصد تھا اور اس کا صدر دفتر لندن میں قائم ہوا تا کہ دنیا کے مختلف ممالک کی کئی تنظیموں اور انارکسٹ حلقوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے اور دنیا کے ہر خطے کے محنت کشوں کی جدوجہد کا باضابطہ اور عمیق مطالعہ کیا جائے اور اس موضوع کے اعداد و شمار اور دیگر مواد کو انارکسٹ اخبارات کو اشاعت کے لیے بھیجا جائے۔ بیورو کو فوراً ہی ایک اور کانگریس کی تیاری کے انتظامات شروع کرنے تھے جو مستقبل قریب میں لندن میں ہونا تھی۔

اپنے جلسے کے ختم ہونے پر ہم لوگ فوج مخالف کانگریس میں شریک ہوئے جس کا انتظام ہالینڈ کے امن پسندوں نے کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ ممتاز ڈومیلا نیووینہاس تھا۔ ڈومیلا کے نسب کا مطالعہ کر کے کوئی یہ پیش گوئی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اقتدار کا دشمن نکلے گا۔ تقریباً اس کے تمام پرکھے گرجاؤں کے پادری رہ چکے تھے۔ وہ بذات خود لوتھیرین عقائد کا مبلغ رہ چکا تھا۔ لیکن اس کی ترقی پسند روح نے بتدریج اسے دینیات کی تنگ گلی سے نکال لیا۔ ڈومیلا نے سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی اور ہالینڈ میں اس کا ہراول نمائندہ بن گیا اور پارلیمنٹ کا سب سے پہلا سوشلسٹ رکن منتخب ہو گیا۔ لیکن وہ وہاں زیادہ دیر نہ ٹک سکا۔ جان موسٹ اور عظیم فرانسیسی انارکسٹ فادر پغودوں کی طرح نیووینہاس کو بھی اندازہ ہو گیا کہ پارلیمانی کارگزاری کے ذریعے آزادی کے لیے کوئی موثر کام نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی نشست سے استعفیٰ دے دیا اور انارکسٹ ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔

اس دن سے اس نے اپنا تمام وقت اور کثیر نجی دولت کو ہماری تحریک کے لیے وقف کر دیا۔ بالخصوص فوج مخالف نظریات کے پرچار کرنے میں۔ ڈومیلا دلکش اور ہوشر باشخصیت کا مالک تھا، طویل قامت اور بلند نقوش تیکھے، بڑی بڑی نیلی آنکھیں، اڑتے ہوئے سفید بال اور ڈاڑھی۔ اس کے چہرے سے نرمی اور ہمدردی ٹپکتی تھی اور زندگی بھر جن نظریات کے لیے وہ لڑتا رہا' لگتا جیسے وہ ان کا پیکر ہے۔ اس کی کئی خوبیوں میں سے ایک اس کی بے پناہ رواداری تھی۔ وہ برسوں کا سبزی خور تھا اور منشیات کا مخالف تھا۔ پھر بھی اس کی کھانے کی میز گوشت اور شراب کے بغیر نہ ہوتی۔ ''میرے کنبے والے اور میرے مہمان کیوں ایسی چیزوں سے محروم رہیں جن سے مجھے دلچسپی نہیں ہے۔'' ایک مرتبہ اس نے یہ بات ہمارے لیے شراب انڈیلتے ہوئے کہی۔

اس سے پہلے کہ میری فرانس کے لیے روانگی ہوتی میں نے ڈچ ٹرانسپورٹ کے کارکنوں کے اجتماع کے سامنے تقریر کی۔ ایک مرتبہ پھر سے مجھے ڈچ کارکنوں کی خودمختاری کا اندازہ ہوا حالانکہ یہاں تاجوری تھی اور ایک جمہوری ریاست ہائے متحدہ تھا جہاں کے لوگوں کی اکثریت کو خودمختاری کا یہ مشکل احساس تھا۔ کئی جاسوس جلسے میں گھل مل گئے تھے۔ انہیں کمیٹی نے شناخت کر لیا تاہم انہیں سرسری انداز میں رخصت کر دیا گیا۔ میں اس رویے کا امریکی ٹریڈ یونینوں کے رویے سے موازنہ کیے بغیر نہ رہ سکی جہاں اس کی کمی تھی اور جن کی تقاریب میں جاسوس کیڑے مکوڑوں کی طرح بھرے رہتے۔

آخر کار ہم پیرس پہنچ گئے جس کا سحر مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ اور اس کی بے لگام جوانی میری رگوں میں گردش کر رہی تھی۔ میں اور جوان ہو گئی اور ان چیزوں کے لیے اور بے تاب ہو گئی جو سین کے کنارے میرا محبوب شہر دے سکتا تھا۔ گزشتہ برسوں کے مقابلے میں یہاں سیکھنے اور جذب کرنے کے لیے بہت کچھ تھا۔

یہاں میری اپنی اسٹیلا بھی موجود تھی جس سے میں کئی مہینوں سے نہیں ملی تھی۔ وہ اور عزیز بڑے میاں وکٹر ڈیو اسٹیشن پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہماری منتظر تھی' وہ ہمیں وہاں سے کیفے لے گئی۔ اسٹیلا تو پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ پیرس والی لگ رہی تھی۔ اپنی فرانسیسی پر نازاں اور اس ریسٹورینٹ کو ڈھونڈ نکالنے پر کھلی جارہی تھی جس کا کھانا اچھا اور قیمتیں بھی واجبی تھیں۔ وکٹر کے بال اور سفید ہو چکے تھے مگر چال جوانوں جیسی تھی اور اس کی لطف اندوز ہونے کی صلاحیت میں بھی کوئی فرق نہ آیا تھا۔ ہم پیرس میں اپنے اس پہلے عشائیے میں لطیفہ گوئی کرتے اور اتنا ہنسی مذاق کرتے رہے جتنا شاید میں کئی ماہ میں ہنسی تھی۔ ہمارے ہنسی ٹھٹھے کا خاص سبب اسٹیلا کا سیدھا سادہ باس تھا۔ جو کوئی چھوٹی موٹی شخصیت نہ تھا بلکہ امریکہ کا قونصل تھا جس کی محترمہ سیکریٹری تھیں۔ اور ایما گولڈ مان کی بھانجی۔ اس کے باوجود قونصل صاحب بھک سے نہ اڑے!

ہم ابھی ہالینڈ ہی میں تھے کہ ہمیں خبر ملی کہ بالآخر کروپوتکن کو فرانس میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ پیتر اس ملک اور اس کے لوگوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ اس کی نظر میں فرانس شخصی آزادی کا گہوارہ تھا اور انقلاب فرانس اس سب کی علامت ہے جو ہمیں دنیا بھر میں سماجی مثالیت پسندی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ لیکن آپ یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ فرانس میں وہ تمام اوصاف نہ پائے جاتے تھے جن سے میرا عظیم استاد اسے منسوب کرتا تھا۔ اس کی فرانسیسی جیل میں اٹھارہ ماہ کی اسیری اور بعد میں اس کی ملک بدری سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود اپنے مخصوص جھکاؤ کی وجہ سے پیتر فرانس کو آزادی کا پرچم بردار سمجھتا تھا اور دنیا میں سب سے زیادہ متمدن ملک بھی کہتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے ذاتی طور پر جو مصائب برداشت کیے تھے انہوں نے فرانسیسیوں کے لیے اس کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کی تھی۔ اور ہم اس بات پر مسرور تھے کہ اب وہ اس مرحلے پر تھا کہ اپنی واپسی کی دیرینہ خواہش پوری کرنے والا تھا۔

جب ہم پیرس پہنچے تو وہ پہلے ہی سے وہاں تھا۔ وہ ہمارے ہوٹل سے ملے ہوئے چند گھر چھوڑ کر ایوان سینٹ مائیکل پر مقیم تھا۔ میں نے اسے پہلے کی ملاقاتوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ خوش وخرم پایا۔ اور کہیں زیادہ دم خم والا اور زندہ دل۔ یہ ظاہر کر کے جیسے میں جانتی نہ ہوں میں نے پوچھ لیا کہ اس تبدیلی کا سبب کیا ہے۔ ''پیرس، پیرس، جان من!'' وہ چیخا۔ ''کیا دنیا میں ایسا کوئی اور شہر بھی ہے جو پیرس کی مانند آدمی کے خون میں رچ بس جائے؟'' ہم نے فرانس میں تحریک کے متعلق گفتگو کی اور مقامی گروہوں کی کارگزاری کے متعلق بھی۔ اس کا چہیتا بچہ اخبار 'تاں نو دوو' تھا۔ یہ ایسا اخبار تھا جس کے اجرا میں اس کا ہاتھ تھا۔ اس کے باوجود وہ دیگر دھڑوں کے حقوق کے لیے چاہے وہ اس سے اختلاف بھی کرتے بہت احترام کرتا۔ اس میں پایا جانے والا احساس عدل اتنا طاقتور تھا کہ مخالف عناصر کی بھی ہمت شکنی نہ کرتا۔ اس کی ذات میں کوئی چیز وسیع عمیق اور حسین بھی تھی۔ کوئی بھی اس کی معیت میں دیر تک متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

حالانکہ وہ بہت سی چیزوں میں پھنسا ہوا تھا خاص طور پر اپنے ''دی گریٹ فرنچ ریوولیوشن'' کے مسودے کی نظر ثانی میں۔ پیتر نے مجھے اس وقت تک نہ اٹھنے دیا جب تک اس نے ہالینڈ کی کانگریس کی تفصیلات نہ حاصل کر لیں۔ وہ خاص طور سے ہمارے اس موقف سے بہت مسرور ہوا جو ہم نے تنظیم کے اندر فرد کے حق کے ساتھ ساتھ اجتماعی بغاوت کی حمایت پر اصرار کیا تھا۔

میں موناتے کی مدد سے اس قابل ہو گئی کہ 'کوں فیدے غاسیوں دیو تغاوای' (فیڈریشن آف ورکرز) میں جاری سنڈیکلزم (انجمنوں کی ہڑتال کے ذریعے) کا مطالعہ کرنے کے قابل ہو گئی۔ وہاں کے تقریباً تمام رہنما انارکسٹ تھے۔ وہ نہایت تنومند لوگ تھے اور ان لوگوں کے موازنے میں جو پیرس میں ملتے تھے کہیں زیادہ دلچسپ نکلے۔ وہاں پر نہ صرف پوژے، پاتو، دلاسال، گروفیل پیس اور موناتے تھا جو محنت سے متعلق نظریات کے زبردست شارح تھے۔ انہیں عملی علم اور تجربہ بھی حاصل تھا جو کارکنوں کو روزمرہ کی کشمکش میں درپیش رہتا تھا۔ اپنے دیگر ساتھیوں سے مل کر انہوں نے بوغس دی تغاوای کو اپنی سرگرمیوں کا چھتا بنا لیا تھا۔ وہاں ہر انجمن کا دفتر موجود تھا۔ بہت سے لوگ اپنے پرچوں کو وہاں کے مشترک چھاپہ خانے میں چھپواتے۔ 'لاوادو پوپل' جو 'سی جی ٹی' کا ہفت روزہ تھا شاید سب سے زیادہ معلوماتی اور دنیا بھر میں محنت پر سب سے زیادہ بہتر طریقے سے ایڈٹ کیا ہوا اخبار تھا۔ وہاں شبینہ کلاسیں ہوتی تھیں جہاں کارکنوں کو پیچیدہ صنعتی نظام کے ہر پہلو کے متعلق تعلیم دی جاتی۔ سائنسی اور معاشی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موضوعات پر لیکچر دیئے جاتے اور پورے ساز وسامان سے لیس ایک ڈسپنسری اور بھی کھانہ بھی تھا جس کا انتظام کارکنوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ ادارہ اس بات کا بالفعل نمائندہ تھا کہ عوام الناس کو اس کی تعلیم دی جائے کہ آنے والی انقلابی اور نئی سماجی زندگی کے جنم لینے کو کیونکر موافق بنایا جائے۔

سنڈیکلزم کے اساسی مشاہدے اور مطالعہ نے مجھے قائل کر دیا کہ یہ ایسا معاشی اکھاڑہ ہے جہاں پر محنت کش اپنی قوت میں اتنا اضافہ کر سکتے ہیں جس سے سرمایہ داری کے منظم دشمن کا سامنا کر سکیں گے۔

ان تجربات میں مزید اضافہ بھی ہوا جو کسی حال میں روشن خیالی میں کمتر نہ تھے، جدیدیت کے فنکار جو قلم اور برش کے ذریعے سماجی احتجاج کی صدائیں بلند کر رہے تھے ان میں اسٹین لین اور گغادو نہایت زوردار کام کر رہے تھے۔ میں اسٹین لین سے تو نہ مل سکی لیکن گغادو ایک سادہ اور نیک دل روح ثابت ہوا اور ایک پیدائشی شوریدہ سر بھی۔ صحیح معنوں میں ایک فنکار اور اصول پرست۔ وہ ڈرائنگ بورڈ پر کام کر رہا تھا اور پرولتاری زندگی کی مختلف جہتوں کو پیش کرنے میں مصروف عمل تھا۔ وہ محنت کش کو اس طرح دکھانا چاہتا تھا کہ وہ دکھوں کا مارا بے بسی کی تصویر ہے اور اس پر بے چارگی نے بسیرا کر رکھا تھا اور وہ با آہستگی جوش میں آ کر اکھوے کی طرح طاقت حاصل کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اس یقین کا ذکر کیا کہ فن کا یہ مشن ہوتا ہے کہ وہ نئی صبح کی آمد کو دکھلا دے۔ ''ان معنوں میں ہمارے تمام فنکار انقلابی ہیں۔'' گغادو نے مجھے یقین دلایا۔ اسٹین لین اور دیگر جو کچھ فن کے لیے کر رہے ہیں وہی سب زولا، مغنیو، غشپن اور رکلس اپنی تحریروں کے ذریعے کر چکے ہیں۔ وہ فن کو زندگی کے دھارے میں لا رہے ہیں جو انسان کی واحد عظیم جدوجہد ہے تا کہ اسے جاننے اور جینے کا حق مل جائے۔''

میں نے گغادو سے مدرارتھ کے متعلق گفتگو کی اور بتایا کہ یہ امریکہ میں کیا کر رہا ہے۔ اس نے فوراً یہ پیشکش کی کہ وہ اس کے سرورق کے لیے ایک تصویر بنا دے گا اور اس سے پہلے کہ میں پیرس چھوڑتی وہ اس نے مجھے بھیج دی۔ وہ خیال کے لحاظ سے معنی خیز اور ڈیزائن کے لحاظ سے منہ سے بولتی ہوئی تھی۔

فوج مخالف نو افراد کا مقدمہ اور غالبوئیے کے مقام پر تعلیم سے متعلق ایک شاندار تجربہ جسے پیرس کے قریب سا باستین فاغوے نے کیا۔ یہ میرے مزید اہم تجربات میں سے تھا جو میں نے فرانس کے اس دورے میں حاصل کیا۔ اس مقدمے میں آٹھ لڑکے اور ایک لڑکی کو شامل کیا گیا۔ ان میں جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا وہ محض تیس برس کا تھا۔ انہوں نے سپاہیوں میں اپنا منشور تقسیم کیا تھا جس میں ان پر زور دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ہتھیاروں کو اپنے افسران پر استعمال کریں بجائے اپنے محنت کش بھائیوں کے..... یقیناً فوجی نقطہ نظر سے اسے ایک سنگین جرم سمجھا گیا۔ یہی معاملہ اگر کسی امریکی عدالت میں پیش ہوتا تو انہیں گھر کا جاتا، دہشت زدہ کیا جاتا اور ایک طویل مدت کے لیے جیل میں پہنچا دیا جاتا۔ پیرس میں الٹا وہ استغاثہ بن گئے اور ریاست، حب الوطنی، عسکریت اور جنگ کے خلاف لعنت ملامت اور پھٹکار شروع کر دی۔ ان کی گفتگو کے دوران میں مداخلت تو رہی دور کی بات، ان نوجوانوں کی پرعزم اعلانیہ مذمت کو توجہ اور احترام کے ساتھ سنا گیا۔ وکلائے صفائی کا جرأت مندانہ اظہار بیان اور وہ ممتاز افراد جو ملزمان کی اصول پرستی کے حق میں بیان دینے آئے اور عدالت کی پوری فضا جو فوج مخالفین کے خلاف چلنے والے اس مقدمے میں طاری رہی وہ میری زندگی کے انتہائی ڈرامائی واقعات میں سے ایک ہے جن کا میں نے مشاہدہ کیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ زیر حراست لوگوں کو مجرم سمجھ لیا گیا اور انہیں مختصر مدت کی سزائیں سنا دی گئیں۔ طویل ترین تین سال کے لیے تھی۔ چونکہ یہ فرانس ہے اس لیے لڑکی کو فوراً رہا کر دیا گیا۔ میرے اختیار کردہ وطن میں سزائیں مقابلتاً بہت سخت ہوتیں اور بلاشبہ ملزمان کو اس لیے توہین عدالت کا مرتکب گردانا جاتا کیونکہ انہوں نے بڑی بے تکلفی سے اپنے خیالات اور افعال کا برملا اظہار کیا تھا اور جس طرح انہوں نے جج اور وکیل استغاثہ کا مضحکہ اڑایا۔

اس سے میں بہت حیران ہوئی کہ امریکی اور فرانسیسی قانون کے طریقہ کار کے پیچھے بنیادی فرق سماجی بغاوت کے متعلق رویے کا ہے۔ فرانسیسی اپنے انقلاب کے ذریعے یہ سمجھ چکے ہیں کہ ادارے نہ تو مقدس ہوتے ہیں اور نہ ہی ناقابل تبدیل۔ اور یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی کہ سماجی حالات تبدیلی کے تابع ہوتے ہیں۔اس لیے فرانس میں باغیوں کو آنے والے شورشوں کا منادی سمجھا جاتا ہے۔

امریکہ میں انقلاب کے آدرش مر چکے ہیں.....اور وہ ایسی ممیاں ہیں جنہیں قطعاً نہ چھوا جائے۔اسی لیے ریاست ہائے متحدہ میں سماجی اور سیاسی باغیوں کو نفرت اور ملامت دونوں ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔

پیرس آنے سے بہت پہلے میں فرانسیسی اخبار میں ایک انوکھے تعلیمی تجربے کے متعلق پڑھ چکی تھی جو ہمارا انارکسٹ کامریڈ ساباستین فاغوے کر رہا تھا۔میں نے ۱۹۰۰ء میں اسے تقریر کرتے ہوئے بھی سنا تھا۔اور میں اس کی بے ریا اور عظیم فصاحت سے مدہوش سی ہو گئی تھی۔اس کے علاوہ ساباستین فاغوے کی غیر معمولی ذاتی داستان نے مجھے اس کا احساس دلایا کہ جدید اسکول کی تنظیم جس کا وہ بانی تھا کوئی غیر معمولی دلچسپی کی چیز ہوگی۔

زندگی کی ابتدا تو اس نے بطور پادری کی۔فاغوے نے کیتھولکزم کی زنجیریں توڑ ڈالیں اور اس کا ناقابل تسخیر دشمن بن گیا۔ ۱۸۹۷ء میں جب ڈرائی فس کا معاملہ زوروں پر تھا وہ اس مہم میں شامل ہو گیا۔جس کی رہنمائی ایمایل زولا، اناطول فرانس، برنارڈ لازارے اور اوکٹیو مربیو فرانس کی رجعتی قوتوں کے خلاف کر رہے تھے۔فاغوے ڈرائی فس کا حمایتی اور اس کا زوردار ترجمان بن گیا۔وہ پورے ملک میں تقریریں کر رہا تھا جس میں وہ فوجی دھڑے کا پردہ چاک کر رہا تھا کہ کس طرح انہوں نے اپنی ہیرا پھیری کی پردہ پوشی کے لیے ایک معصوم کو چشم زدن میں شیطان کے جزیرے میں پہنچا دیا۔اس واقعے کے بعد فاغوے نے اختیار اور اقتدار کے عقیدے سے خود کو بالکل آزاد کر لیا چاہے وہ آسمانی ہوں یا دھرتی کی۔انارکزم ہی اس کا مقصد حیات بن گیا۔اور اس کی کامیابی کے لیے کام کرنا جنون اور شوق۔

لاغیوش یا شہد کا چھتہ جیسا کہ فاغوے کا اسکول کہلاتا۔یہ غالبویئے کے مضافات میں قائم تھا جو ایک قدیمی فرانسیسی گاؤں تھا۔صرف چند افراد اس کے مددگار تھے۔فاغوے نے جنگل میں ایک افتادہ جگہ کے وسیع و عریض زمین پر فارم قائم کر کے ترکاریاں اور پھل کاشت کرنا شروع کر دیا۔وہ چوبیس یتیم بچوں کو وہاں لے گیا جن کے والدین اتنے غریب تھے کہ ان کی کفالت نہ کر سکتے تھے اس لیے ان کی رہائش، خوراک اور پوشاک کے اخراجات وہ خود برداشت کرتا تھا۔اس نے لاغیوش میں ایسا ماحول پیدا کر دیا جہاں بچے کو زندگی میں ہر قسم کے نظم و ضبط سے چھٹکارا مل گیا اور ہر نوعیت کے جبر سے بھی۔اس نے تعلیم کے پرانے طریقوں کو مسترد کر دیا اور ان کے بجائے اس نے بچے کی ضرورتوں کو سمجھنے کی ریت کو مستحکم کیا۔مستقبل کے امکانات میں اعتبار اور اعتماد اور ذات میں احترام۔

سمپوئ کے مقام پر قائم اسکول میں جسے آزادی کے متوالے پال روبن نے قائم کیا تھا اور جسے میں نے ۱۹۰۰ء میں دیکھا تھا وہاں بھی شاگردوں اور اساتذہ کے مابین میں نے رفاقت اور امداد باہمی کا ایسا جذبہ نہ پایا تھا جیسا کہ لاغیوش میں موجود تھا۔ رابن بھی بچے کے لیے نئے قرینوں کی ضرورت محسوس کرتا تھا لیکن وہ بھی نصابی کتب کے ذریعے تعلیم دینے کے جنجال سے پوری طرح نہ نکل سکا۔لاغیوش نے اس سے بھی مخلصی پائی۔ہاتھ سے بنائے ہوئے دیوار گیر کاغذات جو راہداری میں اور جماعتوں میں لگے ہوئے تھے ان میں پودوں، پھولوں، چڑیوں اور حیوانات کی زندگی دکھائی گئی تھی۔ان کا بچوں کے تخیل پر روایتی اسباق کے مقابلے میں کہیں زیادہ جلد اثر ہوتا۔بچوں کا آزادانہ ٹولی بنا کر اساتذہ کے گرد جمع ہونا، کوئی کہانی سننا اور کسی پہیلی اور الجھن میں ڈالنے والے خیال کے متعلق وضاحت چاہنا۔ان سب سے قدیم طرز کی ہدایتی تعلیم کے ظاہری نقصانات کا کماحقہ ازالہ ہو جاتا۔ جب نوعمروں کی تعلیم کے مسائل پر وہ گفتگو کرتا تو اس سے پتہ چلتا کہ فاغوے بچوں کی نفسیات کا گہرا شعور رکھتا ہے۔اس کے اسکول نے صرف دو برس میں جو نتائج حاصل کیے تھے وہ انتہائی اطمینان بخش تھے۔''یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ کتنے بے تکلف اور نرم دل ہیں اور ایک دوسرے کو کتنا چاہتے ہیں۔'' اس نے کہا۔''ان میں پائی جانے والی ہم آہنگی اور بالغوں سے سلوک لاغیوش کے لیے بڑی ہمت افزا بات ہے۔ہمیں اس میں اپنی غلطی کو تسلیم کر لینا چاہئے۔اگر بچے ہم سے ڈریں اور ہماری محض اس لیے عزت کریں کیونکہ ہم ان سے بڑے ہیں۔ہمیں کوئی کوشش اٹھا نہ رکھنا چاہئے جس سے ہم ان کا اعتماد حاصل کر سکیں اور وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمیں چاہنے لگیں۔ اگر ہم یہ معرکہ سر کر لیں گے تو باہمی مفاہمت فرض کی جگہ لے لے گی، اعتبار خوف کی جگہ اور سخت گیری کے بدلے چاہت جنم لے گی۔ کسی نے آج تک بچے کی روح میں پوشیدہ ہمدردی کی دولت، رحمدلی اور فیاضی کو محسوس نہیں کیا۔ ہر حقیقی معلم کو اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ اس دفینے کے دریچے وا کر دے اور بچے کی روح کو تڑپا دے جس سے اس کی بہترین اور نیک ترین میلانات کو تحریک ملے۔ کسی کے لیے اس سے بڑا اور کون سا انعام ہو سکتا ہے کہ جس کی زندگی کا واحد یہ مقصد رہا ہو کہ وہ انسانی نونہالوں کو بڑھتا ہوا دیکھے بلکہ انہیں پھلتا پھولتے دیکھے اور انہیں ترقی کر کے ایک واقعی شخصیت بنتے ہوئے دیکھے؟

میرے لیے لاغیوش کا دورہ نہایت مفید تجربہ ثابت ہوا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کس قدر کام کیا جا سکتا ہے۔ جو رائج نظام میں بھی ممکن ہے جس کا راستہ تعلیم کو آزاد کرنے میں پنہاں ہے۔ مستقبل کے لیے مرد و زن تیار کرنے کے لیے اور بچے کی روح کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلانے کے لیے۔ اس سے زیادہ عظیم کام ان کے لیے کیا ہو سکتا ہے جو معلّمی کرتے ہیں جیسے ساباستیّن فاغوے اور اس کے لیے وہ صرف کالج کی سند ہی سے کام نہیں لیتے بلکہ ان جبلی اوصاف کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں جیسی شاعر، فنکار اور مصور میں ہوتی ہیں؟

پیرس ہر ایک کو نئے تجربات سے مالا مال کرتا ہے اور میری روانگی کو دشوار بنا دیتا ہے۔ بہت سے دوستوں کو بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہ رہا جن میں سے ایک ماکس نثالو ہے جب میں اس سے ۱۹۰۰ء میں لندن میں پہلی مرتبہ ملی تھی اور وہی مجھے وہاں کے عجائب گھروں میں لے گیا تھا اور دیگر برطانوی فن کے خزانوں میں بھی۔ پیرس میں نثالو سے میری بہت سی ملاقاتیں رہیں۔ وہ ہماری تحریک کے دانشوروں میں سے ایک تھا۔ وہ سائنسدان ہونے کے علاوہ مورخ بھی تھا۔ ان دنوں وہ میخائل باکونن پر اپنی یادگار کتاب کے لیے مزید مواد اکٹھا کر رہا تھا۔

میرے پیرس چھوڑنے سے کچھ ہی دن پہلے جوڈیوڈسن پہنچ گیا جو ایک امریکی مجسمہ ساز ہے۔ میں اسے نیویارک سے جانتی تھی اور مجھے اس کے کام میں دلچسپی بھی تھی۔ اس نے بتایا کہ اسے ایک اسٹوڈیو مل گیا ہے لیکن وہاں بے سروسامانی کا عالم ہے۔ میرے توشہ خانے میں بہت سا سامان جمع ہو گیا تھا..... قابیں، برتن، کیتلیاں، کافی پیسنے کا ڈبہ اور الکوحل سے چلنے والا چولھا جس پر میں اکثر درجن بھر مہمانوں کے کام و دہن کی خدمت کر چکی تھی۔ ہم بڑے فاتحانہ انداز میں چوری کا مال گلی کوچوں میں اٹھائے پھر رہے تھے۔ جو کے کندھے پر ایک بڑا سا گٹھر رکھا ہوا تھا۔ میکس اپنی بغل میں، شانے پر کڑھائیاں اور کیتلیاں ٹانگے چل رہا تھا۔ اور میں دوسری طرف کافی بنانے کا ڈبہ اٹھائے ہوئے چل رہی تھی۔ جب تمام اشیاء جو کے اسٹوڈیو میں جما دی گئیں تو ہم لوگ ایک کیفے میں داخل ہو گئے تاکہ ایک ابھرتے ہوئے فنکار کی تقریب رونمائی پر عیاشی کی جائے۔

ایک نہایت روشن دن میکس اور میں نے پیرس کو خیرباد کہا۔ جب ہم لندن پہنچے تو وہاں ماحول تاریک اور چبھنے والا موسم تھا۔ اور ہمارے قیام کے دو ہفتوں میں کوئی تبدیلی بھی نہ ہوئی۔ پہلی چیز جس نے میری آمد پر وہاں استقبال کیا وہ اخباری خبریں تھیں جو امریکہ سے آئی تھیں اور جن میں کہا گیا تھا کہ وفاقی حکومت یہ منصوبہ بنا رہی ہے کہ انارکسٹ دشمن قانون کے تحت مجھے ملک سے باہر ہی رکھا جائے۔ میں نے ابتدا میں اس معاملے میں کوئی توجہ نہ دی اور اسے اخبارات کی اختراع سمجھا۔ میں کرشنر سے شادی کرنے کی وجہ سے وہاں کی شہری تھی۔ بہت جلد ہی میرے کئی امریکی اٹارنی دوستوں نے بذریعہ خطوط ان افواہوں کی تصدیق کر دی۔ انہوں نے مجھے مطلع کیا کہ واشنگٹن اس بات پر کمربستہ ہے کہ مجھے داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور انہوں نے تاکید کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو میں سمندری جہاز کے ذریعے خاموشی سے روانہ ہو جاؤں۔

اسکاٹ لینڈ میں میرے لیے ایک جلسے کا انتظام کیا جا چکا تھا اور مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اپنے کامریڈوں کو مایوس کروں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے۔ لیکن جلد ہی مجھے یہ احساس دلا دیا گیا کہ میں انگلستان اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتی جب تک ریاست ہائے متحدہ کی حکومت کو میری حرکات و سکنات سے آگاہ نہ کر دیا جائے۔

یہ سب کچھ ہولبورن ٹاؤن ہال لندن میں میری ایک تقریر کے بعد مجھے معلوم ہو سکا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میری سرگرمیوں پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نظر رکھے ہوئے ہے۔ جونہی میں جلسہ گاہ سے نکلی کئی جاسوس سائے کی طرح میرا مستقل مزاجی سے پیچھا کرنے لگے۔ روڈولف روکر، ملّی اس کی بیوی، میکس اور دیگر کئی دوست اس وقت میرے ہمرکاب تھے۔ ہم پورے لندن میں گھنٹوں گھوم پھر کر آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔ کبھی اس ریسٹورینٹ میں چلے جاتے کبھی دوسرے میخانے میں داخل ہو جاتے لیکن ہمارے تعاقب کرنے والے اپنے شکار سے دستبردار ہونے والے نہ تھے۔ بالآخر روکرز نے یہ سمجھائی کہ ہم اس کے ایسٹ اینڈ کے فلیٹ میں چلیں اور ان جاسوسوں کو اس مغالطے میں رکھیں کہ ہم اس گھر میں رات بسر کریں گے۔ اسی میں ہمیں ایک موقع مل سکتا ہے کہ علی الصبح کسی کی نظر میں آئے بغیر سٹک لیں۔ گھر کی تمام روشنیاں گل کر دی گئیں اور ہم سب اندھیرے میں بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو کیسے چکمہ دیا جائے۔ صبح میں ملّی جائزہ لینے کے لیے نکلی۔ قرب و جوار میں ایک متنفس نہ تھا۔ شہر کے کسی اور حصے میں دوست ہمارے منتظر تھے۔ ہمیں کسی مضافاتی علاقے میں لے جایا گیا جو ہمارے باغبانی کے ماہر کامریڈ برنارڈ کیمف میر کا گھر تھا۔ ان دنوں وہ اور اس کی بیوی ہماری تحریک میں سرگرم عمل نہ تھے اس لیے ان کی سرگرمیوں پر ارباب اختیار نظر نہیں رکھ رہے تھے۔ اسکاٹ لینڈ والوں کو مایوس کرنے کو میں ناپسند کرتی تھی مگر میں اس کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی تھی کہ امریکہ پہنچتے ہی دھر لی جاؤں اور قانونی جنگ و جدل کی دلدل میں اتر جاؤں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی قیام گاہ پر لوٹ جاؤں۔ اپنے میزبانوں کے ساتھ تین دن رہ کر میں اور میکس لیورپول کے لیے روانہ ہو گئے اور وہاں سے براستہ مانٹریال نیویارک کے لیے روانہ ہو گئے۔

کینیڈا کے امیگریشن کے حکام امریکیوں کے مقابلے میں کم متجسس نکلے اور ہمیں کینیڈا میں داخل ہونے میں کسی خاص دشواری کا سامنا نہ ہوا۔ ہمارا مانٹریال سے نیویارک کا سفر اس طرح کٹا جب پلمین کے قلی نے ہمارے ٹکٹ بھاری سی بخشش کے ساتھ لے لیے اور اس وقت تک اپنی جھلک نہ دکھلائی جب تک ہم بہ حفاظت نیویارک نہ پہنچ گئے۔ یہ دو ہفتے بعد ہوا جب میں پہلی مرتبہ عوامی جگہ پر نمودار ہوئی تو اخبارات کو امریکہ میں میری آمد کی خبر ہوئی۔ انہوں نے یہ معلوم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ میں کون سے جتن کر کے ملک میں داخل ہوئی۔ اس پر میں نے انہیں مشورہ دیا کہ امیگریشن حکام سے دریافت کریں۔

اپنی واپسی پر میں نے مدرارتھ کو مالی لحاظ سے افسوسناک حالت میں پایا۔ میری عدم موجودگی میں بہت کم رقم وصول ہوئی تھی اور ماہانہ اخراجات اس رقم سے کہیں بڑھ کر تھے جو میں اس رسالے کو چلانے کی ضرورتوں کے لیے چھوڑ گئی تھی۔ چند معاملات فوری اقدام چاہتے تھے اور واحد ذات میری تھی جو رقم جمع کر سکتی تھی اس لیے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر میں نے کئی ایسے اقدام کیے تا کہ مدد حاصل کی جائے اور طباعت شروع ہو اور یہ بھی فیصلہ کیا کہ ایک دورہ فوراً شروع کیا جائے۔

ساشا کا میرے متعلق ناقدانہ رویہ بالکل نہ بدلا تھا۔ اگر کچھ ہوا بھی تھا تو یہ کہ لعنت ملامت بڑھ گئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اس کی نوجوان بیکی میں دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ میں اس بات سے واقف تھی کہ وہ ایک دوسرے کے بہت قریب ہو چکے ہیں اور اس بات سے مجھے ٹھیس پہنچی تھی کہ اس نے اس معاملے میں مجھے اعتماد میں لینے کی ضرورت نہ محسوس کی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ فطرتاً وہ نہایت کم گو آدمی ہے۔ اس کے باوجود میرے اندر کسی شے کو اس بات سے چوٹ لگی اور مجھے اس کے ظاہری عدم اعتماد سے چرکا بھی لگا۔ مجھے اپنی یورپ کی روانگی سے پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ ساشا کے لیے میری جسمانی کشش کو اس کی برسوں کی اسیری نے فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ لیکن میں نے اپنی امیدیں اس بات سے وابستہ رکھیں کہ جب وہ میری زندگی کو سمجھ لے گا کہ میری دیگر مردوں سے محبت نے اس کے لیے میری محبت میں کوئی فرق نہیں پڑنے دیا تو اس کا قدیم جنون دوبارہ شعلہ فشانی شروع کر دے گا۔ اس سنگدی پر میرا دل بغاوت پر مائل ہو گیا لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ مجھے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں تو زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھ چکی ہوں جبکہ ساشا ان سے محروم رہا ہے۔ وہ چودہ برس تک ان چیزوں کے لیے ترستا رہا جو اسے محبت اور جوانی دے سکتی تھی۔ اب اسے یہ سب بیکی سے مل رہا تھا۔ شگفتہ اور پرستش کرنے والی یہ خوبیاں صرف پندرہ برس کی الھڑ لڑکی میں ہو سکتی ہیں۔ ساشا مجھ سے دو سال چھوٹا ہے۔ یعنی چھتیس برس کا۔ لیکن وہ چودہ برس تو جیا ہی نہیں۔ اور جہاں تک عورتوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا تعلق ہے وہ اتنا ہی نوعمر اور معصوم ہے جتنا وہ اکیس برس کی عمر میں ہوگا۔ یہ بات بالکل فطری تھی کہ اسے بیکی میں دلکشی دکھائی دیتی ہے بجائے ایک ایسی عورت میں جو اڑتیس برس کی ہے جو زندگی کو اتنی گہرائی میں جا کر برت چکی ہے اور اتنے متنوع انداز میں کہ اتنے تجربات صرف اس سے دگنی عمر کی عورتوں کو میسر آتے ہیں۔ یہ سب باتیں مجھے اچھی طرح سے سمجھ میں آ رہی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود میں افسوس میں ڈوبی ہوئی تھی کہ وہ جو کچھ ایک نوخیز میں حاصل کرنے کا خواہاں ہے اس سے سوگنا زیادہ ایک پختہ کار اور تجربہ کار خاتون اسے دے سکتی ہے۔

مجھے ابھی یورپ سے لوٹے ہوئے بمشکل پانچ ہفتے ہوئے تھے کہ میں میساچوسٹس کنکٹی کٹ میں اور ریاست نیویارک میں پھر سے جوتیاں چٹخاتی پھر رہی تھی۔ اس کے بعد فلاڈیلفیا، بالٹی مور، واشنگٹن ڈی سی اور پٹس برگ کا نمبر تھا۔ واشنگٹن کے شہر کوتوال نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ وہ مجھے یہاں تقریر نہ کرنے دے گا۔ اور جب چند ممتاز لبرل افراد نے اس کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ اسے اظہار خیال کی آزادی کے معاملے میں ٹانگ اڑانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تو اس نے میری کمیٹی سے یہ کہا کہ وہ اپنے جلسے کی کارروائی معمول کے مطابق چلا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہال کو کرائے پر دینے والے کا لائسنس منسوخ کر دیا۔ جب مالک نے قانونی جنگ چھیڑنے کی دھمکی دی تو کوتوال نے ایک عارضی لائسنس جاری کر دیا جس کے تحت تفریحی تقریبات اور جلسے ہو سکتے تھے۔ ''جو شہری انتظامیہ کی نظر میں قابل اعتراض نہ ہوں۔'' میری تقریر نہ ہو سکی۔

پٹس برگ آ کر بہت سی یادیں امڈ آئیں۔ ساشا کی شہادت اور میری جیل کی یاترائیں۔ وہ امیدیں جن کی میں پرورش کرتی رہی اور جو بر نہ آئیں۔ اس کے باوجود میرا سینہ خوشی سے مامور تھا۔ ساشا کو اسیری کی قبر سے نجات مل چکی ہے اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میرا بہت ہاتھ ہے۔ اس تسکین کے احساس کو مجھ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۲

۱۹۰۷ء کے سرما میں شروع ہونے والی کساد بازاری ۱۹۰۸ء کے سردی کے موسم میں بھی جاری ہے۔ ہر بڑے شہر میں ہزاروں کارکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ انہیں غربت اور مصائب نرغے میں لیے ہوئے تھے۔ ارباب اختیار بجائے اس کے کہ ان فاقہ کشوں کے کھانے پینے کے لیے ترکیبیں سوچیں، ان خوفناک حالات کو اس طرح مزید خراب کرنا شروع کر دیا کہ اس بحران کے اسباب جاننے کی ہر کوشش پر رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔

اطالوی اور یہودی انارکسٹوں نے فلاڈیلفیا میں اس مقصد کے لیے ایک جلسہ بلایا۔ والٹیر این ڈی کلیر اور ہیری وین برگ جو فصیح آتش بیان ایڈیٹش مقرر ہیں دونوں نے اجتماع سے خطاب کیا۔ ہجوم میں سے کسی نے یہ مطالبہ کر دیا کہ انہیں سٹی ہال کے سامنے کام حاصل کرنے کے لیے مظاہرہ کرنا چاہئے۔ مقررین نے اس کے خلاف مشورہ دیا لیکن مجمع باہر کوچے میں نکل پڑا۔ ابھی سٹی ہال کا آدھا راستہ طے ہوا تھا کہ پولیس نے حملہ کر دیا اور لوگوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اگلے دن والٹیر این اور وین برگ کو حراست میں لے لیا گیا اور ضمانت پر رہائی کے لیے پندرہ سو ڈالر فی کس مقرر کر دیئے۔ الزام فساد پر اکسانے کا لگایا گیا۔

شکاگو میں پولیس نے بے روزگاروں کے ایک بڑے ہجوم کو منتشر کر دیا اور ان خالی ہاتھ عورتوں اور مردوں پر وہی حربہ استعمال کیا۔ پورے ملک میں اسی قسم کے احتجاج ہوئے۔ ان حالات میں سفر کرنے سے طبیعت پر بہت دباؤ پڑتا ہے اور یافت بھی کم ہوتی ہے جس سے اخراجات پورے کرنا مشکل تھا۔ میری حالت تو ایک دن بہت بگڑ گئی جب مجھ پر سردی کا اثر ہو گیا اور مجھ پر خوفناک کھانسی نے حملہ کر دیا۔ لیکن میں اس امید پر آگے بڑھتی رہی کہ جب تک شکاگو پہنچوں گی کوئی موافق تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ میرا ارادہ اپنے عزیز دوستوں اینی اور جیک لیوشنز کے ساتھ ٹھہرنے کا تھا۔ میں نے سوچا انہوں نے جو چودہ جلسوں کا انتظام کیا ہے تو وہ کامیاب ہوں گے کیونکہ شکاگو میں مجھے بہت سے لوگ جاننے لگے ہیں اور ہمارے کئی ایسے دوست ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔

میری آمد سے چند روز پہلے ایک روسی نوجوان جسے پولیس نے اس وقت ڈنڈوں سے مارا تھا جب وہ بے روزگاروں کے مظاہرے میں شریک تھا۔ وہ پولیس کے حاکم اعلیٰ کے گھر پر پہنچ گیا تا کہ اس کی جان لے لے، اخبارات میں یہی چھپا تھا۔ میں لڑکے کو نہیں جانتی تھی۔ اس کے باوجود میری تقاریر پر فوراً پابندی عائد کر دی گئی اور میرا نام اس واقعے سے جوڑ دیا گیا۔ جب میں شکاگو پہنچی تو میرے وہ دوست لینے نہیں آئے تھے جنہوں نے مجھے بطور مہمان مدعو کیا تھا۔ لیکن دو کامریڈ ضرور لینے آئے جن میں ایک میرے لیے اجنبی تھا۔ وہ بڑی عجلت میں مجھے ہجوم میں سے نکال کر لے گئے اور مجھے بتایا کہ لیوشنز کے گھر کو جاسوسوں نے نرغے میں لے لیا ہے۔ اور اب اس کے بجائے مجھے اس کامریڈ کے گھر جانا ہوگا جس سے میں ابھی پہلی مرتبہ ملی ہوں۔ دونوں نے مجھے مشورہ دیا کہ مجھے فوراً شہر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ پولیس اس پر اڑی ہوئی ہے کہ وہ مجھے تقریر نہ کرنے دے گی۔ میں نے دب کر مرنے سے انکار کر دیا۔ ''میں شکاگو ہی میں رہوں گی اور وہی کروں گی جو میں ایسے حالات میں کر چکی ہوں۔ اپنے اس حق کے لیے لڑوں گی کہ مجھے سنا جائے۔'' میں نے اعلان کیا۔

میں اپنے میزبان کے گھر پر اس بات سے واقف ہوئی کہ اس کی بیوی اس بات پر دہشت محسوس کر رہی ہے کہ کہیں پولیس کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں ان کے ہاں مقیم ہوں۔ اگرچہ وہ ساری رات کھڑکیوں سے جھانکتی رہی کہ وہ کہیں آ تو نہیں گئے۔ صبح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اس نے اپنے شوہر سے اس بات پر جھگڑنا شروع کر دیا کہ وہ مجھے کیوں اس کے گھر میں لایا ہے۔ میں انہیں ضرور کسی مصیبت میں پھنسادوں گی' اس نے کہا اور ان کے ہمسائے ان کو برادری بدر کر دیں گے۔

مجھے ہوٹل چلا جانا چاہئے تھا لیکن یہ بات بھی یقینی تھی کہ وہ مجھے جگہ نہ دیتے۔ خوش قسمتی سے دو روسی نژاد امریکی لڑکیاں مجھے مدعو کرنے آ گئیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر بیکی یا مپولسکی سے میں خط و کتابت کے ذریعے واقف تھی۔ اس کا اپارٹمنٹ ایک دفتر اور بیٹھک کے کمرے پر مشتمل تھا جو اس نے بتایا۔ لیکن آخر الذکر کمرے میں بخوشی میرے ساتھ رہنے کو تیار تھی۔ میں نے بے تابی سے قبول کر لیا۔ یا مپولسکی کے گھر پر میں ولیم ناتھانسن سے متعارف ہوئی۔ یہ ایک نوجوان سرگرم عمل طالب علم تھا جو ایدیش انارکسٹ تحریک میں شامل تھا۔ اس نے یہ پیشکش کی کہ میں جو بھی کرنا چاہتی ہوں وہ ہر معاملے میں میری مدد کرے گا۔ اس کے رفیقانہ جذبے اور بیکی کی مہمان نوازی سے میں یہ بھی بھول گئی کہ میں ابھی ابھی پاگل خانے سے جان بچا کر آئی ہوں۔

ان سے میرا پہلا سوال اس بدنصیب لڑکے کے متعلق تھا جس کا نام لازارس اوّرنبچ تھا۔ وہ کون تھا اور وہ شہر کوتوال سے ملنے کیوں گیا؟ مجھے بتایا گیا کہ اس کے متعلق بہت کم خبریں ملی ہیں۔ یہ بھی اس کی بہن سے معلوم ہوا ہے کہ وہ امریکہ میں کچھ ہی عرصے پہلے آیا تھا۔ روس میں وہ اور اس کا کنبہ اندوہناک کشنیف شہر کے قتل عام کا شکار بنا تھا۔ بے روزگاروں کے جلوس میں شکاگو میں جو ہوا تھا اس نے اسی نوعیت کی سفاکی کا چلن ان مزدورں پر ہوتے دیکھا جو غربت اور احتیاج کے خلاف احتجاج کرنے کی جرأت کر رہے تھے۔ ایک آزاد ملک، جیسا کہ امریکہ کو سمجھا جاتا ہے۔ اس نے وہاں بھی انسان کش سنگدلی دیکھی۔ کسی کو بھی کوتوال شہر سے اس کی ملاقات کا سبب نہیں معلوم تھا۔ جونہی اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ملی اسی وقت کوتوال کے بیٹے نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

تفتیش پر چیف شپی نے بتایا کہ اوّرنبچ نے مجھے ایک خط دیتے ہی میرے بیٹے پر گولی چلانے کی کوشش کی۔ یوں اس کے جسم میں ایک گولی پیوست ہوگئی۔ معائنے پر یہ کھلا کہ نوجوان شپی سرے سے مجروح ہی نہیں ہوا تھا۔ اوّرنبچ کی موت ایک اعشاریہ اڑتیس قطر کی نالی کی گولی سے ہوئی تھی جبکہ کوتوال کے بیان کے مطابق مقتول کے جسم پر جو ریوالور رکھا ہوا ملا تھا وہ اعشاریہ بتیس کی نالی کا تھا۔ تاہم یہ باتیں پولیس کو ہر اس شخص کے گھر پر دھاوا بولنے سے نہ روک سکیں جو انارکسٹ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے کامریڈوں کا مرکزی دفتر بند کر دیا گیا اور کتب خانہ ضبط کر لیا گیا۔

وہی پرانی چال کہ ہال کے مالکان کو دہشت زدہ کر کے پولیس نے میری تقریر کے لیے ہال کے حصول کو ناممکن بنا دیا۔ میں جو قدم اٹھاتی اس پر نظر رکھی جاتی۔ جاسوس اس وقت سے میرا پیچھا کر رہے تھے جب سے انہیں معلوم ہوا تھا کہ میں اپنی نوجوان معالج دوست کے ہاں مقیم تھی۔ اسی دوران میں اخبارات، انارکزم اور ایما گولڈمان کے متعلق نرالی کہانیاں چھاپتے رہے۔ اور یہ کہ ہم کس طرح پولیس کی کوششوں کو ناکام بنانے کی سازشیں کر رہے تھے۔ واشنگٹن بھی حرکت میں آ گیا۔ امیگریشن سارجنٹ کے کمشنر نے یہ اعلان کر دیا کہ اسے نہیں معلوم تھا کہ ایما گولڈمان کس داؤ پیچ سے اپنا ایمسٹرڈم کا دورہ پورا کر کے امریکہ لوٹ چکی ہے۔ اس نے یہ تسلیم کیا کہ اس نے ایک انکوائری کا حکم جاری کر دیا ہے تاکہ یہ پتہ چلایا جائے کہ وہ کون سا اہلکار ہے جس نے میرے حکم، کہ ایما کو ملک میں دوبارہ نہ داخل ہونے دیا جائے، کو نظر انداز کیا۔ یہ ایک المناک تمسخر تھا کہ جب آپ ایک طاقتور ملک کو زمین آسمان ایک کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ کس طرح ایک کمزور عورت کا منہ بند رکھا جائے۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس بات سے میں پھول کر کپّی نہ ہوگئی۔

جب میں قریب قریب مایوس ہو چکی تھی کہ میں شکاگو میں تقریر کر سکوں گی تو بیکی یا مپولسکی یہ خبر لائی کہ ڈاکٹر بن ایل ریٹمین نے اپنے ایک خالی اسٹور کو دینے کی پیشکش کی ہے جسے بے روزگاروں اور خانہ بدوش مزدوروں کے اجتماع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہم اپنا جلسہ وہاں کر سکتے ہیں۔ اس نے کہلایا ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں اس سے مل کر اس مسئلے پر تبادلہ خیال کروں۔ شکاگو میں بے روزگاروں کے جلوس کی جو روداد اخبارات میں چھپی تھی ان میں ریٹمین کا اس طرح ذکر کیا گیا

تھا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے جلوس کی رہنمائی کی تھی اور ان لوگوں میں سے ہے جنہیں پولیس نے مارا پیٹا تھا۔ مجھ میں اس سے ملنے کا بہت اشتیاق پیدا ہو گیا۔

وہ سہ پہر میں آ گیا۔ وہ ایک غیر ملکی شباہت اور جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا اور چرواہوں والا ہیٹ پہنے ہوئے تھا۔ ریشمی ٹائی لہرا رہی تھی اور لمبی سی بید ہاتھ میں تھی۔ ''تو آپ ہیں وہ پیاری سی خاتون ایما گولڈ مانؔ'' اس نے اس طرح مجھے خوش آمدید کہا۔ ''میں تو آپ سے ملنے کی دیرینہ خواہش رکھتا تھا۔'' اس کی آواز نرم رچی ہوئی اور دل میں گھر کر لینے والی تھی۔ میں نے جواب میں کہا کہ میں بھی تم سے ملنے کے لیے اس لیے مشتاق تھی کہ وہ کون ہے جو اظہار خیال کی آزادی پر اس قدر یقین رکھتا ہے کہ ایما گولڈ مانؔ کی حمایت پر کمر بستہ ہے۔

میرا ملاقاتی طویل قامت اور عمدہ ساخت کے سر والا آدمی تھا جس پر تاریک گھنے بال موجود تھے جو لگتا تھا کچھ عرصے سے نہیں دھلے تھے۔ اس کی آنکھیں بادامی رنگ والی بڑی بڑی اور خوابناک تھیں۔ اس کے ہونٹ بھرے بھرے اور جذبہ شوق سے لبریز تھے اور مسکرانے میں اس کے حسین دانت چمکنے لگتے۔ وہ ایک وجیہ وحشی لگتا تھا۔ اس کے ہاتھ تنگ اور سفید جن سے ایک انوکھی دلکشی جھلکتی تھی۔ اس کے ناخن لگتا جیسے ان کے صابن اور برش سے تعلق کشیدہ رہتے ہیں۔ میں اس کے ہاتھوں سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکی۔ ان سے ایک عجیب سی دلکشی ہویدا تھی تھکنے والی اور ہلچل پیدا کرنے والی۔

ہم نے جلسے کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔ ڈاکٹر ریٹمینؔ نے بتایا کہ ارباب اختیار نے اسے اطمینان دلایا ہے کہ انہیں میرے شکاگو میں تقریر کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ''اب یہ ان پر ہے کہ وہ جگہ تلاش کر لیں۔'' انہوں نے اسے بتایا تھا۔ وہ اس بات پر مسرور تھا کہ اس طرح ان کی آزمائش بھی ہو جائے گی۔ میری جگہ میں دو سو افراد کی نشست کی گنجائش ہے، وہاں کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے لیکن اس کے خانہ بدوش لوگ اسے صاف کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔ اگر ایک مرتبہ میں نے یہ معرکہ اس ہال کے ذریعے سر کر لیا تو اس کے بعد میں جہاں چاہوں گی وہاں جگہ مل جائے گی۔ بڑے جوش و خروش اور طاقت سے میرے ملاقاتی نے اپنے اس منصوبے کی تفصیلات بیان کیں کہ ہمارا جلسہ جو برادر ہڈ ویلفیئر ایسوسی ایشن کے مرکزی دفتر میں ہونے والا تھا جسے وہ اپنی جگہ بتاتا تھا وہاں کس طرح پولیس کے عزائم کو ناکام بنایا جائے گا۔ وہ کئی گھنٹے ٹھہرا اور جب وہ رخصت ہو گیا تو میں کئی گھنٹوں تک بے چین اور بیزار رہی، مجھ پر اس کے ہاتھوں نے سحر کر دیا تھا۔

خانہ بدوش لوگوں کی اعانت سے ریٹمینؔ نے اسٹور کی صفائی کر ڈالی، ایک چبوترہ تعمیر کر لیا اور بنچیں رکھوا دیں جو ڈھائی سو افراد کے لیے کافی تھیں۔ ہماری لڑکیوں نے چھوٹے چھوٹے پردے تیار کر دیئے تا کہ جگہ اچھی لگنے لگے اور باہر سے جھانکنے والی متجسس نظروں کے لیے رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ تقریب کے لیے سب کچھ تیار ہو چکا تھا۔ اخبارات ریٹمین اور ایما گولڈ مانؔ کے بارے میں سنسنی خیز کہانیاں چھاپ رہے تھے جو پولیس کے نظم و ضبط کو تہس نہس کرنے کے لیے سازشیں کر رہے تھے۔ معینہ تاریخ کی سہ پہر میں عمارتوں اور آگ کے محکموں کے اہلکاروں نے اس جگہ کا دورہ کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ وہ وہاں کتنے لوگوں کو بٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے کہا، پچاس۔ ''نو'' محکمہ عمارت نے فیصلہ سنا دیا۔ ''یہ جگہ اس سے بڑی تعداد کے لیے محفوظ نہیں ہے۔'' یہ اعلان محکمہ آگ کے اہلکار نے سنایا۔ قلم کی ایک جنبش سے ہمارا جلسہ مردود ٹھہرا اور پولیس نے اپنے کھاتے میں ایک اور کامیابی درج کروالی۔

اس نئی گڑبڑ نے چند اخبارات تک کو برہم کر دیا۔ انٹر اوشین نے تو اپنا ایک کالم میرے لیے مخصوص کر دیا اور کئی دن تک اس کے صفحات پر میرے مضامین چھپتے رہے اور ہر شمارے کے ساتھ ہزاروں پڑھنے والوں تک پہنچتے رہے۔ اس طرح مجھے موقع مل گیا کہ میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد کے سامنے اوّرنچ کا المناک مقدمہ پیش کر دوں۔ جس میں کوتوال اور اس کے بیٹے کا کتنا حصہ تھا اور اس کے پیچھے اظہار خیال کو آزادی کے خلاف کتنی بڑی سازش تھی اور آخر میں اپنے نظریات اس دھڑلے سے پیش کر دیتی جس میں سنسر شپ نہ مانع ہو سکتی۔ مدیر نے تاہم اپنا یہ حق محفوظ رکھا کہ وہ میرے مضامین پر آتشیں سرخیاں جماتا اور اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اداریوں میں انارکزم کی خوب مذمت کرتا۔لیکن جو کچھ میں اپنے قلم سے لکھ کر دیتی اور جو کچھ میں کہتی وہ اخبار میں چھپنے والی کسی بھی شے سے متاثر نہ ہوتی۔

'انٹراوشین' ان خطوط پر سوچ رہا تھا کہ پولیس کے خلاف کوئی انقلاب کیوں نہ برپا کیا جائے۔انہوں نے مجھے ایک خودکار (موٹر) گاڑی دی جس سے میں شہر میں مجمعوں سے خطاب کروں۔وہ مجھے اخباری نمائندے بھی مہیا کر رہے تھے۔فوٹو گرافرز، فلیش لائٹ اور دیگر لوازمات۔''تا کہ مہم میں گھن گرج ہو۔''میں اس قسم کی بازی گری کی سرگرمیوں کی حمایت میں نہ تھی۔اس سے میرا آزادی تقریر کا حق مستحکم نہیں ہوسکتا تھا۔اور اس سے فضا میں ایسا بازاری پن پیدا ہوسکتا تھا جو میرے متبرک کام سے مناسبت نہیں رکھتا۔

جلسے کے لیے ہال ملنے کے امکانات ختم ہونے پر میں نے کامریڈوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہمیں کارکنوں کے ہال میں ایک ناچ گانے کی محفل برپا کرنا چاہئے اور اس کی تشہیر کرتے ہوئے میرے نام کا ذکر نہ آنے پائے۔میں کوشش کروں گی کہ پہرے دار کتوں کو چکمہ دے کر ہال میں مقررہ وقت پر پہنچ جاؤں۔ہمارے حلقے کے محض چند ارکان کو اس منصوبے سے باخبر رکھا گیا اور باقی کو یہ سمجھنے دیا گیا کہ اس سماجی تقریب کا واحد مقصد اپنی جدوجہد جاری رکھنے کے لیے رقم جمع کرنا ہے۔

ہمارے اس راز میں ایک باہر والے کو کھینچ لیا گیا، جو تھا بن رےٹمین۔کچھ کامریڈوں کا خیال تھا کہ ڈاکٹر ایک نووارد ہے اس لیے اس پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔میں نے یہ دلیل دی کہ اس نے ہمیں اپنی جگہ دے کر بڑی جرأت سے کام لیا تھا اور ہماری تشہیری مہم کو کامیاب بنانے میں بھی اس نے بہت بڑھ چڑھ کر مدد کی تھی۔اس لیے اس کی نیت پر شبہ نہ کیا جانا چاہئے۔میں معترضین کو قائل نہ کرسکی۔لیکن دیگر کامریڈوں کا خیال تھا کہ رےٹمین کو باخبر رکھنا چاہئے۔

اس رات میں نہ سوسکی۔میں بے چین ذہن کی وجہ سے کروٹیں بدلتی رہی۔خود سے یہی سوال پوچھتی کہ میں نے ایسے شخص کی اس گرم جوشی سے کیوں وکالت کی جس کے متعلق مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔میں اجنبیوں پر فوری اعتبار کر لینے کی ہمیشہ سے مخالف رہی ہوں۔اس شخص میں ایسی کون سی خوبی ہے جس نے مجھے اعتبار کر لینے پر مجبور کیا؟ مجھے خود سے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ اس کی گہری دلکشی تھی جس نے مجھے متاثر کر لیا۔وہ جونہی یامپولسکی کے دفتر میں داخل ہوا تھا اسی وقت میرے اندر ہلچل مچ گئی۔اور اس کے بعد اس کی قربت نے مجھ میں اس کی جسمانی کشش نے میرے آتش شوق کو اور بھڑکایا۔میں اس سے بھی آگاہ تھی کہ اس میں یہی جذبات بیدار ہو رہے تھے۔اس کی نگاہوں سے یہی لگتا تھا اور ایک دن اس نے اچانک مجھے پکڑ لیا اور بغل گیر ہونے کی کوشش کی۔مجھے اس کی پیش دستی ناگوار گزری حالانکہ اس کے لمس نے مجھ میں سنسنی دوڑا دی۔شب کے سناٹے میں جب میں اپنے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی مجھے اپنے بڑھتے ہوئے جنون کا احساس ہونے لگا جو اس وحشی مگر وجیہہ شخص کے لیے تھا جس کے ہاتھوں نے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔

سماجی محفل کی شام میں جو مارچ کی ۷ اتھی میں یامپولسکی کی رہائش گاہ سے جاسوسوں کو جھانسہ دے کر عقبی دروازے سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی جبکہ وہ میرا سامنے والے دروازے پر انتظار کرتے رہے اور میں بحفاظت ہال کے قریب ہی پولیس والوں کی صفوں میں سے گزرتی چلی گئی۔سامعین بہت سے تھے اور بہت سے افسران ان میں موجود تھے جو دیواروں سے لگے کھڑے تھے۔محفل موسیقی شروع ہوگئی اور ایک شخص اکیلے ہی وائلن بجا رہا تھا۔میں نیم تاریک ہال میں چلتی ہوئی چبوترے کی جانب بڑھنے لگی۔جب موسیقی رک گئی تو بن رےٹمین چبوترے پر یہ اعلان کرنے کے لیے چڑھ گیا کہ ایسا دوست جسے آپ سب جانتے ہیں اب آپ سے خطاب کریں گی۔میں تیزی سے چبوترے پر چڑھی اور تقریر کرنے لگی۔میری آواز کی پہلی صدا اور ہجوم کی پرجوش تالیوں سے متاثر ہو کر پولیس چبوترے پر آ گئی۔کپتان پولیس نے طاقت کے بل پر مجھے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا جس سے میری پوشاک پھٹ گئی مگر اس سے افراتفری پیدا ہوگئی۔اس اندیشے سے کہ کہیں ہمارے نوجوان لوگ عاقبت نااندیشی میں کوئی اقدام نہ کر بیٹھیں' میں نے چلا کر کہا''پولیس یہاں اس لیے آئی ہے کہ ایک اورح. مارکیٹ جیسا سانحہ ہو۔آپ انہیں ایسا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی موقع نہ دیں۔آپ خاموشی سے باہر چلے جائیں جس سے ہمارے مقصد کو ہزار گنا زیادہ فائدہ پہنچے گا۔'' سامعین نے اس بات کو سراہا اور ایک انقلابی نغمہ گانے لگے اور قطار بنا کر منظم انداز میں نکلنے لگے۔ کپتان اس پر برہم تھا کہ وہ میرا منہ بند رکھنے میں ناکام رہا تھا۔ مجھے دھکا دے کر بیرونی دروازے کی جانب لے جانے لگا۔ برا بھلا کہے جاتا اور گالیاں بکے جاتا۔ جب ہم لوگ سیڑھیوں پر پہنچے تو میں نے اس وقت تک جنبش کرنے سے انکار کر دیا جب تک میرا کوٹ اور ہیٹ جو ہال میں رہ گیا تھا لا کر مجھے نہیں دیا جاتا۔ میں دیوار سے پیٹھ لگائے کھڑی تھی اور اپنی اوڑھنیوں کی منتظر تھی تو میں نے کیا دیکھا کہ دو افسر بن راٹمین کو گھسیٹے لیے جا رہے ہیں اور اسے سیڑھی سے دھکیل کر گلی میں گرا رہے ہیں۔ وہ میرے قریب سے بغیر دیکھے اور بولے گزر گیا۔ یہ بات مجھے بہت ناگوار گزری لیکن میں نے سوچا کہ اس نے یہ ظاہر کرنے کے لیے ایسا کیا تھا جیسے وہ مجھے نہیں جانتا تا کہ افسران غچا کھا جائیں۔ وہ یا مپولسکی کے گھر پر لازماً آئے گا جیسے ہی اسے پولیس سے گلوخلاصی ملے گی۔ میں نے خود کو اطمینان دلایا۔ مجھے چلنے پر مجبور کیا گیا، میرے پیچھے پیچھے پولیس، جاسوسوں کی ٹولی، اخباری نمائندے اور ایک بڑا مجمع تھا جو بیکی یا مپولسکی کے گھر کے دروازے تک آیا۔

میں نے اپنے کامریڈوں کو پہلے ہی سے وہاں بیٹھے پایا اور وہ اس موضوع پر بحث مباحثہ کر رہے تھے کہ ارباب اختیار اور اخبار والوں کو کس طرح پتہ چل گیا تھا کہ میں اس اجتماع میں تقریر کروں گی۔ مجھے کچھ ایسا شک ہوا جیسے وہ ریٹمین پر شبہ کر رہے ہوں۔ غصہ تو مجھے بہت آیا لیکن میں کچھ نہ بولی۔ مجھے توقع تھی کہ وہ جلد ہی آ جائے گا اور اپنی صفائی پیش کر دے گا۔ شب ڈھلنے لگی مگر ڈاکٹر کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ میرے کامریڈوں کے شبہات میں اضافہ ہونے لگا اور انہوں نے یہ بات مجھ سے بھی کہی۔ ''ہو نہ ہو اسے پولیس نے حراست میں لے رکھا ہے۔'' میں نے وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی۔ میری خیر خواہ بیکی اور ناتھنسن نے اتفاق کیا کہ یہی وجہ ہو سکتی ہے لیکن باقی کو اب بھی شک رہا۔ میں نے ایک عذاب میں رات گزاری اور اس شخص کے متعلق اپنے اعتماد پر اڑی رہی۔ مگر یہ وسوسے پھر بھی رہا کہ ہو سکتا ہے آدمی گڑبڑ ہو۔

ریٹمین اگلے دن علی الصبح آ گیا۔ اسے حراست میں نہیں لیا گیا تھا لیکن چند اہم وجوہ سے وہ جلسے کے بعد بیکی کے گھر نہ آ سکا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ حکام اور اخباری نمائندوں کو کس نے اطلاع پہنچائی تھی۔ میں نے متجسس نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تا کہ اس کی روح میں جھانک سکوں۔ گزشتہ رات میں میرے دل میں جو بھی شبہات تھے وہ سب سورج کی پہلی کرن پڑتے ہی بھاپ ہو گئے۔ یہ مجھے غیر ممکن لگا کہ کوئی شخص جس کا چہرہ اتنا بے تکلف لگے وہ دغابازی کرے یا عمداً جھوٹ بول سکتا ہے۔

پولیس کی کارروائی کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ زیادہ تر اخبارات نے جنہوں نے ماضی میں حکومت کو ''انارکزم کو جڑ سے اکھاڑ دینے'' پر اکسایا تھا انہوں نے اپنے اداریوں میں مجھ سے اس وحشیانہ سلوک کرنے پر احتجاج کیا۔ کچھ نے تو یہ کہا کہ پولیس کے بجائے ایما گولڈمان کی ہمت اور مزاج کا ٹھہراؤ تھا جس سے خونریزی نہ ہوئی۔ ایک اخبار نے تو یہ لکھا ''کپتان ماہونی نے تو ایما گولڈمان کو کارکنوں کے ہال سے نکال کر احکام کی خلاف ورزی کی تھی جہاں اسے لیکچر دینا تھا۔ اسے تقریر کرنے سے روک کر وہ اس کی انگلیوں پر اس طرح ناچنے لگے اور اس کے پیروکاروں کو اس نکتے پر یقین کامل حاصل ہو گیا کہ اس ملک میں اظہار خیال کی آزادی کا کوئی آئینی حق نہیں ہے۔''

کئی روز تک شکاگو کے اخبارات معروف عورتوں اور مردوں کے مضامین اور احتجاجی خطوط شائع کرتے رہے۔ ان میں سے ایک ولیم ڈڈلی فاوک کا بھی تھا جس میں اس نے ایما گولڈمان کو کچلنے اور آزادی اظہار کو دبانے پر برہمی ظاہر کی تھی۔ ایک اور خط ڈاکٹر کوہ کی دستخط سے چھپا جو ایک ممتاز طبیب تھا۔ سب سے زیادہ، خوشگوار نتیجہ یہ نکلا جب ربی ہیرش نے ہماری سماجی تقریب کے خلاف پولیس کارروائی کی مذمت کی۔ اگلے اتوار کو اس نے اپنا پورا خطبہ انارکزم کی معروضی تشریح کے لیے وقف کر دیا۔ دیگر چیزوں کے علاوہ اس نے اس طرف بھی اشارہ کیا اور حکام کی اس حماقت کا ذکر کیا کہ وہ تشدد آمیز ذرائع سے کسی نظریے کی بیخ کنی کرنے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ دنیا بھر میں نفیس ترین لوگ اس کی ترجمانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ رویے کی تبدیلی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے مزید اضافہ ڈاکٹر کوہ نے اس وقت کیا جب اس نے اپنے گھر پر مجھے اپنے بھائی اور دوسرے دوستوں سے ملانے کے لیے مدعو کیا جو اظہار کی آزادی کی لڑائی لڑنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے نتیجے میں ایک فری اسپیچ کی لیگ بنائی گئی اور شکاگو کے چند ممتاز ریڈیکل نے اس کی رکنیت اختیار کر لی۔

لیگ نے اس بات پر اصرار کیا کہ میں اس وقت تک شہر میں قیام کروں جب تک بولنے کی آزادی کا حق نہ تسلیم کر لیا جائے۔ بدقسمتی سے ان کی خواہشات کی تکمیل میرے بس سے اس لیے باہر تھی کیونکہ ملواکی اور دیگر مغربی شہروں میں تقاریر کی تاریخیں پہلے سے طے تھیں۔ اس پر اتفاق ہو گیا کہ میں بعد میں آؤں گی۔

شکاگو میں میرے جلسوں کے منتشر کیے جانے سے ملک کے طول و عرض میں میری پھر سے شہرت ہو گئی جبکہ ہفلو کے سانحے کے بعد میں لوگوں کو متوجہ نہ کر سکی تھی۔ بارہا ملواکی بھی گئی لیکن میں زیادہ توجہ نہ حاصل کر سکی۔ اب سامعین کی تعداد اتنی ہوتی کہ وہ ہال میں نہ سما پاتے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو مایوس لوٹنا پڑتا۔ یہاں تک کہ سوشلسٹ بھی جتھوں کی صورت میں آتے جن میں وکٹر برگران کا رہنما بھی ہوتا۔ میں اس سے ایک مرتبہ کبھی مل چکی تھی اور میں نے اسے نظریات سے اتنا غیر روادار پایا تھا جتنا کوئی مارکسی سوشلسٹ ہو سکتا ہے۔ آج وہ میری تعریف اس لیے کر رہا تھا کیونکہ میں اس لڑائی کو بڑھا رہی تھی۔ انارکسٹ ادب کی طلب میں اضافہ باعث طمانیت و تسکین تھا۔

ملواکی میں لوگوں نے جس طرح سے میری آواز پر لبیک کہا اس پر خوش ہونے کے لیے کئی وجوہ موجود تھیں اور میں اپنے اچھے کامریڈوں کے حلقے میں بھی خوش تھی۔ اس کے باوجود میں بے چین اور غیر مطمئن تھی۔ میری ایک حسرت مجھ پر غلبہ کیے ہوئے تھی۔ اس کے لیے اپنی تڑپ کی میں مزاحمت نہیں کر سکتی اور یہ چاہتی تھی کہ اسے چھولوں جس نے شکاگو میں میرے ہوش اڑا دیئے تھے۔ میں نے اسے تار دیا کہ وہ ملنے کے لیے آئے لیکن وہ جب آ گیا تو میں اپنے داخلی جھجک سے بری طرح الجھتی رہی جس کی نہ تو میں وضاحت کر سکتی تھی اور نہ اس پر قابو پا سکی۔ طے شدہ جلسوں کے بعد میں رینٹمین کے ہمراہ شکاگو لوٹی۔ اب پولیس میرے تعاقب میں نہیں لگی ہوئی تھی اور کئی ہفتوں کے بعد مجھے تنہائی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا تھا۔ میں جہاں چاہتی تھی جا سکتی تھی اور دوستوں سے بلا کسی خوف اور نگرانی کے اندیشے کے بغیر بات چیت کر سکتی تھی۔ جاسوسوں کی نہ ختم ہونے والی نگرانی سے نجات پانے پر ڈاکٹر مجھے عشائیہ کھلانے لے گیا۔ اس نے اپنے متعلق بتایا اور اپنی جوانی کا ذکر کیا اور اپنے دولتمند باپ کا قصہ چھیڑ دیا جس نے اس کی ماں کو طلاق دے دی اور غربت میں مبتلا کر کے ماں اور دو بچوں کی پرورش کرنے کو چھوڑ دیا۔ ایک بچے کے شوق راہ نوردی نے اسے پانچ برس کی عمر میں گھیر لیا جو اسے بار بار ریل کی پٹریوں کی طرف کھینچتا۔ وہ گیارہ برس کے سن میں گھر سے فرار ہو گیا اور پورے امریکہ اور یورپ کی خاک چھان ڈالی۔ اس نے شکاگو کے پولی ٹیکنک میں صفائی کے محکمے میں کام کیا جہاں کے پروفیسروں کو اس میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اس نے تیس برس کی عمر میں شادی کی اور پہلی پیدائش کے بعد ہی اسے طلاق ہو گئی جو اس مختصر اتحاد کا نتیجہ تھا۔ اس نے اپنی ماں کے لیے اپنی جنونی محبت کا ذکر کیا۔ ایک بپٹسٹ مبلغ کے اپنی ذات پر ہونے والے اثر کے متعلق بتایا اور اپنے کئی جان جوکھم میں ڈالنے والے کاموں کے متعلق بتایا جس میں چند رنگین تھے اور کچھ تاریک۔ ان سب نے مل کر اس کی شخصیت کی تعمیر کی تھی۔

میں گوشت و پوست سے بنی ہوئی اس شخصیت کو دیکھ کر عش عش کرنے لگی جبکہ ان اوصاف کے افراد سے آج تک میں صرف کتابوں میں ملی تھی۔ جن کی تصویر کشی دوستوسکی اور گورکی نے کی تھی۔ میری زندگی کے مصائب اور جن کٹھن حالات میں میں نے گزشتہ چند ہفتے شکاگو میں گزارے تھے یوں لگا جیسے بھاپ بن کر اڑ گئے۔ میں بے فکر اور پھر سے جواں ہو گئی۔ میں زندگی اور محبت کی بھوکی تھی۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس مرد کی بانہوں میں کھو جاؤں جو ایسی دنیا کا رہنے والا تھا جو مجھ سے قطعاً مختلف تھی۔

یا پولسکی کے گھر پر اس رات مجھ پر تیز دھار جذبات کا ایسا حملہ ہوا جس کے آگے بند باندھنا ممکن نہ تھا اور یہ میرے خواب میں بھی نہیں آ سکتا کہ کوئی مرد مجھ میں ایسا ہیجان پیدا کر سکتا ہے۔ میں نے بڑی بے شرمی سے اس قدیمی مطالبے کو پورا کیا، اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برہنہ حسن کو اس کے وجد آفریں سرور کو۔

نیا دن مجھے حقائق کی ٹھوس دنیا میں لے آیا اور میں نصب العین کے کاموں میں جت گئی جس کے آگے تمام خدا سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ جس شام کو میں مینا پولس سے وِنی پیگ کے لیے روانہ ہو رہی تھی تو احباب نے مجھے ایک ریسٹورنٹ میں عشائیے کی دعوت دی۔ بَن کو وہاں دیر سے پہنچنا تھا۔ ہم لوگ ہاؤ ہو والی پارٹی تھے جو میرے شکاگو کے محنت طلب ایام کے آخری لمحات کو پُرعیش بنا رہے تھے۔ جلد ہی بَن بھی آ گیا اور اس کے ساتھ ہی جذبات کا طوفان۔

ہم سے ذرا سے فاصلے پر مردوں کی ایک ٹولی بیٹھی ہوئی تھی جن میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا وہ کپتان شوٹلر تھا جس کی موجودگی سے مجھے یوں لگا جیسے وہاں کی فضا مسموم ہو گئی ہو۔ اچانک میں نے کیا دیکھا کہ وہ ہماری میز کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ میری حیرانی کی اس وقت حد نہ رہی جب میں نے بَن کو اٹھ کر شیوٹلر کی طرف قدم بڑھاتے دیکھا۔ آخر الذکر نے خوشگوار انداز میں ''ہیلو، بَن'' کہہ کر استقبال کیا اور بڑی بے تکلفی سے کھینچ کر اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ دیگر افراد جو پولیس والے ہی تھے لگتا تھا جیسے سب ہی بَن سے واقف ہوں اور اس سے دوستانہ مراسم رکھتے ہوں۔ مجھ میں غصہ، تنفر اور خوف بیک وقت پیدا ہو گئے اور میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں اور لگا جیسے میں بیمار ہو چکی ہوں۔ میرے دوست ایک دوسرے کو گھورنے کے بعد مجھے دیکھنے لگے جس سے میری حالت غیر ہو گئی۔

بَن ریٹمین' جس کی ہم آغوشی نے مجھ میں دیوانگی والا سرور بھر دیا تھا، وہ جاسوسوں سے ٹھٹھول کر رہا تھا! وہی ہاتھ جو میرے جسم میں آگ لگا چکے تھے وہ ان وحشیوں سے تعلق ظاہر کر رہے تھے جنہوں نے قریب قریب لوٹی لنگ کا گلا گھونٹ کر ہلاک ہی کر ڈالا تھا اور اس شخص سے قربت ظاہر کر رہا تھا جس نے مجھے ۱۹۰۱ء میں دھمکایا اور دھونسایا تھا۔ یہ وہی بَن ریٹمین ہے جو آزادی کا ہراول ہے۔ ان ہی لوگوں سے شیر و شکر ہو رہا ہے جنہوں نے آزادی اظہار کو کچلا، جنہوں نے بیروزگاروں پر ڈنڈے برسائے تھے اور جنہوں نے بے چارے اوّرپچ کو قتل کر ڈالا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان ہی سے خلا ملا رکھتا ہو۔ ایک خوفناک خیال میرے ذہن میں کوندا کہ ممکن ہے یہ خود بھی ایک جاسوس ہو۔ چند لمحوں کے لیے تو میں سراسیمہ ہو گئی اور میں نے اس خوفناک خیال کو ذہن سے کھرچنے کی کوشش کی مگر یہ پھانس دل سے نکالے نہ نکلتی تھی۔ مجھے اپنا ۱۷ مارچ والا اجتماع یاد آ گیا جب کسی دغا بازی کی وجہ سے پولیس اور اخباری نمائندے اس اجتماع میں پہنچ گئے تھے۔ کیا وہ رُمین تھا جس نے مخبری کی تھی؟ کیا یہ ممکن تھا؟ اور میں نے خود کو اسے سپرد کر دیا! وہ بھی میں، جو گزشتہ انیس برس سے آزادی اور انصاف کے دشمنوں سے لڑ رہی تھی اس شخص کی آغوش میں داد عیش دیتی رہی جو ان ہی میں سے ایک تھا۔

میں خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی اور میں نے دوستوں کو مشورہ دیا کہ ہمیں چلنا چاہئے۔ وہ کامریڈ جو میرے ہمراہ اسٹیشن تک گئے وہ مہربان اور معاملہ فہم تھے۔ وہ میرے اچھے کاموں کے متعلق گفتگو کرتے رہے جو میں نے وہاں کیے تھے اور میری واپسی کے منصوبوں کے متعلق بات چیت کرتے رہے۔ میں ان کی چشم پوشی کے لیے ممنون تھی لیکن میری تمنا یہی تھی کہ کسی طرح ٹرین روانہ ہو جائے۔ آخر کار وہ حرکت کرنے لگی اور میں اکیلی رہ گئی۔ اپنے خیالات میں تنہا۔ حالانکہ دل میں ایک طوفان برپا تھا۔

رات ختم ہونے کو نہ آتی۔ میں اعصاب شکن شکوک اور شرمندگی کے درمیان میں قلابازیاں کھاتی رہی کہ آیا مجھے اب بھی بَن سے ملنا چاہئے۔ ملواکی میں میرے لیے اس کا ایک تار منتظر تھا جس میں پوچھا گیا تھا کہ میں کیوں اڑن چھو ہو گئی تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ سہ پہر میں دوسرا تار آ گیا جس میں لکھا تھا۔ ''کیا تم شیوٹلر کے دوستوں کو ناپسند کرتی ہو۔'' وِنی پیگ میں ایک خط میرا منتظر تھا جس میں دل کھول کر اپنے شوق کو بیان کیا گیا تھا اور گڑگڑا کر درخواست کی گئی تھی کہ میں اسے وضاحت کرنے کا موقع دوں۔

ان دنوں میں اپنے جلسوں کی وجہ سے مصروف تھی جس نے میرے لیے بَن کی ہوک کی مزاحمت کم دشوار بنا دی اور میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قدرے جری ہوگئی۔لیکن راتوں میں داخلی نزاع خونخوار ہو جاتا۔میرے دلائل اس کی ملامت کرتے لیکن میرا دل اس کے لیے خون کے آنسو روتا۔میں اس سے دامن چھڑانے میں ہلکان ہو جاتی اور اپنی خواہش کو دبانے کے لیے خود کو اپنے لیکچروں کے کام میں مشغول کر لیتی۔

جب میں کینیڈا سے لوٹ رہی تھی تو سرحد پر مجھے روک لیا گیا اور امیگریشن کے انسپکٹر نے مجھے ٹرین سے اتار لیا اور ریاست ہائے متحدہ میں میرے داخلے کے حق کی بابت سوالات پوچھنے لگا۔واشنگٹن کے آریہ مہر کے کارندے نے غالباً انارکسٹ دشمن قوانین کا مطالعہ کر لیا تھا۔وہ اپنے منہ سے دھواں چھوڑتا اور اس کے پسینے چھوٹ رہے تھے اور اسے انکل سام کے جلال سے زیادہ اپنی ممکنہ ترقی سے دلچسپی تھی۔میں نے اسے اطلاع دی کہ میں امریکہ میں تیس برس سے رہ رہی ہوں اور میں شادی کر کے امریکہ کی شہری بنی ہوں۔امیگریشن افسر قریب قریب ڈھیر ہو گیا۔اس کی نگاہوں کے سامنے تو تمغے جھول رہے تھے اور ان کا اس کے ہاتھ سے نکل جانا برا لگا۔

منا پولس لوٹنے پر مجھے ایسے خطوط ملے جس میں بَن نے منت سماجت کی تھی کہ میں اسے آنے دوں۔میں کچھ دنوں تک اس کی مزاحمت کرتی رہی لیکن آخر میں ایک عجیب وغریب خواب نے مسئلے کو حل کر دیا۔میں نے خواب میں دیکھا کہ بَن مجھ پر جھکا ہوا ہے اور اس کا چہرہ میرا منہ کے قریب ہے اور اس کے ہاتھ میری چھاتی پر ہیں اور اس کی انگلیوں کے پوروں سے شعلے نکل رہے ہیں اور بہ آہستگی میرے جسم کو نرغے میں لے رہے ہیں۔میں نے ان سے بچنے کی کوشش نہ کی بلکہ میں ان کی جانب کھسکنے لگی تا کہ آگ میں بھسم ہو جاؤں۔میں جب جاگی تو میرا دل میرے باغی دماغ کے خلاف سرگوشیاں کرنے لگا کہ یہ آتش عشق ہوتی ہے جو عظیم خیالات اور شاندار کارناموں کو جنم دیتی ہے۔میں کیوں نہ بَن کے لیے ولولہ انگیز بنوں اور اسے لے کر اپنی سماجی دنیا میں چلنا شروع کر دوں۔

میں نے یہ تار بھیجا ''آؤ'' اور میرے بارہ گھنٹے اس تشنج آمیز شک میں بسر ہوئے کہ اپنی دیوانی آرزو کی وجہ سے اس آدمی پر اعتبار کرنا شروع کر دوں۔یہ نہیں ہو سکتا کہ میری جبلت اتنی گمراہ کن ہو میں نے خود سے کہا...کہ کوئی بے مصرف شخص ناقابل مزاحمت حد تک مجھے بھا جائے۔

بَن نے شیو ٹلر والے واقعے کے متعلق جب صفائی پیش کی تو میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔اس کا سبب نہ تو اس شخص کی دوستی تھی اور نہ ہی پولیس کے محکمہ سے تعلقات اس کی وجہ تھے جس کی وجہ سے ان سے شناسائی پیدا ہوئی۔اس نے کہا۔یہ اس کا کام تھا جو بے خانماؤں، بنجاروں اور کسبیوں میں رہ کر کام کرنے کا نتیجہ تھا۔جس کی وجہ سے صاحبان اختیار سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔راندہ سماج افراد ہمیشہ مجھ سے اس وقت رابطہ کرتے ہیں جب کسی دشواری میں پڑ جاتے ہیں۔وہ اس پر اعتبار کرتے ہیں اور وہ انہیں نام نہاد معزز لوگوں کے بہ نسبت کہیں بہتر طریقے سے جانتا ہے۔وہ خود بھی اس روپوش دنیا کا حصہ رہ چکا ہے اور اس کی ہمدردیاں بھی ان لاوارث لوگوں کے ساتھ ہیں۔انہوں نے اسے اپنا ترجمان بنایا ہے اور اس لیے اکثر وہ پولیس سے ملتا رہتا تھا تا کہ ان کی صفائی پیش کرے۔''اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہے۔'' بَن نے وضاحت کی۔''ازراہ کرم مجھ پر یقین کرو اور یہ ثابت کرنے کا موقع دو۔'' چاہے جو بھی داؤ پر لگا ہو مجھے اس پر اعتبار کرنا پڑا جس میں یقین ہی یقین تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۳

جس زمانے میں شکاگو میں میرے جلسے کچلے جا رہے تھے ساشا کو بھی اسی قسم کی دار و گیر کا مشرقی خطے میں سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ میساچوسٹس کے کئی شہروں میں اس کی تقریریں روکی گئیں اور یونین اسکوائر پر ہونے والے بے روزگاروں کے احتجاجات جن کی اس نے صدارت کی انہیں پولیس نے تہس نہس کر دیا۔ میں ساشا کے متعلق فکرمند تھی اس لیے میں نے اسے تار بھیجا کہ وہ بتائے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ میں نیویارک لوٹ آؤں۔ اگلی صبح میں نے اخبارات میں پڑھا کہ یونین اسکوائر کے قریب بم پھٹا تھا اور اس سلسلے میں الیگزینڈر برکمین کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں نے اپنے اختلافات فراموش کر دیئے۔ ساشا مصیبت میں ہے اور میں اس کے پاس نہیں ہوں تاکہ اسے تسلی دوں! میں نے نیویارک روانگی کا جھٹ پٹ فیصلہ کر لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنے خیالات کو عملی جامہ پہناتی، ساشا کا تار موصول ہوا جس میں بتایا گیا تھا کہ ارباب اختیار نے یونین اسکوائر کے قضیے میں مجھے ملوث کرنا چاہا اور اس میں ناکام ہو کر انہوں نے مجھ پر ''لوگوں کو بلوے پر اکسانے'' کا الزام عائد کر دیا ہے۔ اور یہ الزام بھی ناکافی ثبوت کے سبب واپس لینا پڑے گا۔ بعد کے خط میں یہ بتایا گیا کہ مجھے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یونین اسکوائر کے المناک واقعے میں ایک نوجوان کامریڈ شکار ہوا جس کا نام سیلگ سلورسٹین تھا۔ یہ ایک شائستہ آدمی ہے جسے ڈنڈوں سے بری طرح مارا گیا۔ اسے بھی دھماکے میں لپیٹ لیا گیا اور بعد میں پولیس کے مرکزی دفتر میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جسمانی تکالیف اور ذہنی اذیتوں سے اس کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا۔ پولیس کی بربریت کے متعلق ساشا کے بیان سے اور ہمارا کامریڈ جو اتنا بہادر اور آخر دم تک رُواقی رہا اس سے میرے دل میں حکومتی کل اور اس کی منظم خونریزی کے خلاف نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس نے مجھے مزید پرعزم بنا دیا کہ میں اپنا کام آخری سانسوں تک جاری رکھوں۔

اس سے پہلے کہ میں کیلی فورنیا کے لیے روانہ ہوتی بن نے مجھ سے درخواست کی کہ میں بھی تمہارے ساتھ دورے پر چلنا چاہتا ہوں۔ اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ اپنے اخراجات پورے کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے اطمینان دلایا۔ وہ میرے کام میں ہاتھ بٹائے گا۔ جلسوں کا انتظام کرے گا، لٹریچر فروخت کرے گا اور میری قربت کے لیے ضرورت پر ہر کام کرے گا۔ اس تجویز پر تو مارے خوشی کے میرے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔ یہ تو بہت اچھا ہو گا کہ اتنے طویل اور تھکا دینے والے پاپیادہ ملک گیر سفر میں کوئی ساتھ ہو۔ میری تقاریر میرے اخراجات محسوب کرنے کے بعد مدر ارتھ کے لیے بہت تھوڑا ہی بچتا۔ ان سے بمشکل اتنی یافت ہوتی کہ جس سے کسی دوسرے کی کفالت ممکن ہوتی۔ اور میں اس وقت تک بن کا دست تعاون نہیں قبول کر سکتی تھی جب تک یافت میں اس کا حصہ نہ طے ہو جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور مصلحت بھی تھی..... میرے کامریڈ۔ انہوں نے خلوص سے میری مدد کی تھی چاہے ہمیشہ جانفشانی سے نہ کی ہو۔ انہیں بن کی صورت میں ایک دخل در معقولات کرنے والا نظر آ جائے گا۔ وہ کسی اور دنیا کا باسی تھا۔ مزید براں وہ اندھا دھند کام کرنے والا آدمی تھا اور بسا اوقات موقع شناس نہ رہتا۔ یوں تنازعات پیدا ہوں گے اور میرے لیے پہلے ہی کم جھمیلے ہیں؟ یوں میرے لیے فیصلہ کرنا دشوار تھا لیکن میرے لیے بن کی ضرورت چاہے اس کی قدیمی فطرت کیسے ہی گل کھلائے میری ایک مجبوری تھی۔ میں نے اسے ساتھ لے جانے کی ٹھان لی جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔

میں تیز رفتار ٹرین میں بن کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس کی گرم سانسیں میرے رخسار سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں نے اسے اپنے محبوب شاعر کپلنگ کا یہ مصرعہ گنگناتے سنا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بیٹھا ہوں اور سمندر کے پار دیکھ رہا ہوں
اور یوں لگتا ہے کہ تمہارے اور میرے سوا سب اوجھل ہو چکے ہیں
''تم اور میں میری نیلگوں آنکھوں والی ممی''۔ اس نے سرگوشی کی۔

آیا یہ میری زندگی کی کتاب کا کوئی نیا باب کھل رہا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گئی۔ اس کا کیا انجام ہوگا؟ میری پوری شخصیت طمانیت اور تحفظ کے عجیب احساس میں غلطاں تھی۔ باسعادت انداز میں، میں نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور اپنے سیّاں سے چپک گئی۔ یہ ایک نئی اور عظیم قوت تھی جس کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ وہ تادیر ٹھہرے گی۔

سان فرانسسکو میں ہونے والے جلسے کی دیکھ بھال میرا دوست الیگزینڈر ہور کر رہا تھا اور چونکہ وہاں کسی قسم کی دشواری پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا اور نہ وہاں کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہوا تھا اس لیے میں مطمئن تھی۔

لیکن اپنے اس بہی کھاتے میں میں نے سان فرانسسکو پولیس کے حاکم اعلیٰ کی اولوالعزمی کو نہ لیا تھا۔ شاید یہ جذبہ رشک کے تحت ہوا یعنی تعریف وستائش اس کے مشرقی ساحل کے ہم منصبوں کے حصے میں ہی کیوں آئی۔ چیف بگلی نے سوچا وہی ناموری میں کیوں نہ بٹورلوں۔ وہ خود اسٹیشن پر موجود تھا اور اس کی معیت میں افسروں کا ایک چھوٹا سا دستہ بھی تھا جو ایک لمبی کار سے مسلح تھا۔ وہ سب اس میں لد گئے اور اس ٹیکسی کے پیچھے چل دیئے جو بن، ہور اور مجھے لے کر سینٹ فرانسس ہوٹل کی جانب رواں تھی۔ جہاں اس نے چار جاسوسوں کو میری 'خیر وعافیت' کے لیے تعینات کر دیا۔

اس شان وشوکت سے میری آمد نے ہوٹل کی انتظامیہ اور مہمانوں میں میرے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دے دیا۔ خلاف توقع خراج عقیدت کی ارزانی چونکہ میری سمجھ میں نہیں آئی اس لیے میں ہور کی طرف مڑی اور اس سے وضاحت چاہی۔

''کیا تمہیں نہیں معلوم۔'' اس نے نہایت سنجیدہ چہرے سے کہا کہ ''دساور میں افواہیں گشت کر رہی ہیں کہ تم اس لیے سان فرانسسکو آ رہی ہو کہ بندرگاہ پر لنگر انداز امریکی بیڑے کو دھماکے سے اڑانا چاہتی ہو۔'' ''اس مضحکہ خیز اختراع کو بند کرو۔'' میں نے جواباً کہا۔ ''تم یہ توقع نہ رکھو کہ میں یہ مان لوں گی۔'' اس کا اصرار بڑھا کہ وہ سنجیدہ ہے اور بگلی نے ڈینگ ماری ہے کہ وہ بیڑے کو ''ایما گولڈمان اور اس کے گروہ'' سے بچا کر رہے گا۔ میرے دوست نے جان بوجھ کر اس انتہائی مہنگے ہوٹل سینٹ فرانسس میں میرے لیے ایک کمرہ محفوظ کرا لیا تھا۔ کوئی فرد جو ایسی جگہ پر مقیم ہو اس پر بم پھینکنے والی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ ''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لوگ کیا سوچتے ہیں۔'' میں نے تڑ سے جواب دیا۔ ''یہ جگہ اونچی اور زرق برق والی ہے اور یہ بات میرے لیے ناقابل برداشت ہے کہ میں امیر اور سوقیانہ لوگوں کے درمیان رہوں۔'' بے چارے ہور کا منہ اتر گیا اور وہ کسی اور علاقے میں کمرہ تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

اس عرصے میں مجھے چین میسر نہ تھا۔ اخباری نمائندے کیمرے لے کر آئے اور مجھے نرغے میں لے لیا۔ انہوں نے میری مرضی کے خلاف تصویریں اتاریں اور سوال پوچھنے کا سلسلہ ختم ہونے کو نہ آتا۔ وہی سوال بار بار پوچھا گیا کہ واقعی میں بحری بیڑے کو اڑانے آئی ہوں۔

''میں ایک بم کیوں ضائع کروں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اس بیڑے کے ساتھ پوری بحریہ اور بری فوج کو بھی اسی خلیج میں غرق کر دیا جائے۔ لیکن چونکہ مجھ میں یہ کرنے کی قوت نہیں ہے اس لیے سان فرانسسکو میں آئی ہوں کہ لوگوں سے کہوں کہ یہ فوجی ادارے بے مصرف ہیں اور وسائل کا زیاں ہے چاہے وہ سمندر میں یا خشکی پر حرکت کریں۔

نصف شب کو میرا دوست لوٹا۔ اسے ایک جگہ مل گئی تھی اگر چہ شہر سے بہت دور تھی۔ وہ جو ایڈلسون کی کٹیا تھی اور اس میں میرے اور بن کے لیے کافی گنجائش تھی۔ میں جانتی تھی کہ جو ایک باوقار کامریڈ ہے اور میں بھی سینٹ فرانسس ہوٹل کو چھوڑنے پر خوش تھی چاہے مجھے کتنا ہی پیدل چلنا پڑے۔ ہم تینوں اپنے ساز وسامان کے ساتھ ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے اور چاروں جاسوس ایک کار میں ہمارے پیچھے پیچھے جو کے گھر پر پہنچ گئے۔ سادہ لباس والے کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ صبح میں ان کی جگہ گھڑسوار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پولیس آ گئی۔ یہ سلسلہ میرے پورے قیام کے دوران میں چلتا رہا۔

ایک دن بن مجھے پرسیڈیو لے گیا جو سان فرانسسکو میں فوج کا عارضی پڑاؤ کا علاقہ تھا۔ وہ اس اسپتال کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے واقف تھا۔ اس نے زلزلے کے زمانے میں اس ڈاکٹر کے ساتھ کام کیا تھا اور مریضوں کی دیکھ بھال میں ہاتھ بٹایا تھا۔ اسپتال کے عین دروازے تک ہمارا تعاقب کیا گیا لیکن اس وقت ہمیں بہت خوشی ہوئی جب جاسوسوں کو باہر ہی روک لیا گیا۔ جبکہ ایما گولڈمان جو عسکریت کی دشمن تھی اس کی سب سے بڑے ڈاکٹر نے خاطر مدارت کی اور تمام وارڈوں کا معائنہ کرایا۔

میرے جلسے کیا تھے فوجوں کے جنگی پڑاؤ تھے۔ سڑک کے دونوں جانب پولیس والے کاروں میں بیٹھے ہوتے یا گھوڑوں پر سوار ملتے یا پا پیادہ۔ ہال کے اندر بھی بڑی تعداد میں محافظین ہوتے اور چبوترے کو افسران گھیرے رہتے۔ بات فطری تھی وردی پوشوں کی اس صف بندی سے ہمارے جلسوں کو ہماری توقعات سے بڑھ کر شہرت ملی۔ ہمارے ہال میں پانچ ہزار نشستوں کی گنجائش تھی جو آنے والے ہجوم کے لیے بہت چھوٹا ثابت ہوا جبکہ باہر لوگ داخلے کے لیے شور وغوغا کرتے رہے۔ میرے لیکچر کے طے شدہ وقت سے گھنٹوں پہلے لوگوں نے قطاریں بنالیں۔ گزشتہ برسوں میں جب میں نے پہلی مرتبہ دورہ کرنا شروع کیا تھا تو ۱۸۹۳ء میں یونین سکوئر کے احتجاج کو چھوڑ کر میں نے کبھی لوگوں کو اتنا بے تاب اور پرجوش نہ پایا تھا۔ یہ سب ارباب اختیار کے حیرت ناک ڈھونگ کا نتیجہ تھا جو انہوں نے اہل سان فرانسسکو کے ٹیکس دہندگان کے خرچ پر تماشہ کھڑا کر دیا تھا۔

سب سے زیادہ دلچسپ جلسہ اتوار کی سہ پہر میں ہوا جب میں نے ''حب الوطنی'' پر تقریر کی۔ مجمع جو داخل ہونے کے لیے دھکم پیل کر رہا تھا اتنا بڑھ گیا کہ ہال کے دروازے کئی گھنٹے پہلے ہی بند کرنا پڑے تاکہ افراتفری سے بچا جا سکے۔ وہاں کی فضا پولس کے خلاف برہمی سے معمور تھی۔ جو خودنمائی کی نیت سے لہرا لہرا کر لوگوں کے سامنے اپنی اہمیت جتا رہی تھی۔ میرا اپنا پیمانہ صبر لبریز ہونے والا تھا اس کی وجہ ارباب اختیار کا برہم کر دینے والا رویہ تھا۔ اور میں جلسے میں یہ طے کر کے گئی تھی کہ میں اپنا احتجاج بے لگی لپٹی زبان میں بیان کروں گی۔ جب میں نے ہجوم کے چہرے پر جوش وخروش پایا تو میں نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ میری ہلکی سی ہمت افزائی جلتی پر تیل کا کام کرے گی۔ اور تشدد شروع ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بگی جیسے ہونق نے بھی ہجوم کے جذبات کا اندازہ لگا لیا اور ان کا ساتھ دینے لگا۔ وہ میرے پاس چلتا ہوا آیا اور مجھ سے لوگوں کے جذبات ٹھنڈا کرنے کی درخواست کرنے لگا۔ میں نے اس کی بات اس شرط پر مان لی کہ اگر وہ ہال میں تعینات پولیس کی نفری کو کم کر لے۔ وہ بھی رضامند ہو گیا اور اس نے اپنے افسران کو ہدایت کی کہ وہ قطار بنا کر ہال سے نکل جائیں۔ وہ بالکل اس طرح روانہ ہوئے جیسے سزا یافتہ اسکول کے لڑکے اور مجمع ان پر لعنت ملامت اور تھوتھو کر رہا تھا۔

میں نے اس جلسے کے لیے بروقت خصوصاً یہ موضوع اس لیے منتخب کیا تھا کیونکہ سان فرانسسکو کے اخبارات ان دنوں اسی سے بھرے رہتے تھے۔ اتنی بڑی تعداد میں سامعین کی موجودگی نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ میرا انتخاب درست تھا۔ لوگ لازماً یہ جاننے کیلیے بیتاب تھے کہ قوم پرستی کی خرافات کے برعکس کون سے نظریات ہیں۔ ''مردوں اور عورتوں'' میں نے شروع کیا ''حب الوطنی کیا ہے؟'' کیا یہ مقام پیدائش سے محبت کا نام' بچپنے کی یادوں اور امیدوں کے مقام کا نام ہے یا خوابوں اور تمناؤں کو کہتے ہیں؟ کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم اپنے بچپنے کی سادہ لوحی میں اڑتے بادلوں کو گزرتے دیکھا کرتے تھے اور سوچا کرتے تھے کہ ہم بھی ان ہی کی طرح اس تیزی سے اڑ اور تیر نہیں سکتے؟ اس مقام کو کہتے ہیں اور جہاں ہم اربوں ٹمٹماتے ستاروں کو گنا کرتے تھے اور اس بات پر دہشت زدہ ہو جاتے کہ ان میں سے کسی ایک کی روشنی کہیں ہماری ننھی روح میں نہ پیوست ہو جائے؟ کیا یہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر ہم نے چڑیوں کا چہچہانا سنا تھا اور اس کی آرزو کی تھی کہ کاش ہم بھی اڑ سکتے جیسے وہ دور دراز مقامات تک جا سکتی ہیں؟ یا یہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو ہماری ماں کا زانو ہوتی ہے جہاں ہم عظیم کارناموں اور فتوحات کو سنتے ہیں۔ مختصراً کیا یہ اس مقام کی محبت ہے جس کا چپہ چپہ ہماری عزیز قیمتی خوشی کی یادوں' پر مسرت اور کھلنڈرے بچپن کا امین ہوتا ہے۔

اگر یہی حب الوطنی ہے تو پھر مٹھی بھر امریکی مردوں ہی کو آج حب الوطن کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے کھیل کی جگہ کو عرصہ ہوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فیکٹری مل یا کانوں میں بدل دیا گیا ہے اور مشینوں کے بہرا کر دینے والے شور وغل نے چڑیوں کے چہچہانے کی آوازوں کو جگہ لے لی ہے۔ نہ ہی ہم اب ان عظیم کارناموں کے متعلق سنتے ہیں کیونکہ ہماری مائیں آج کل جو کہانیاں سناتی ہیں وہ رنج ومحن، آنسوؤں اور الم کی داستان ہوتی ہیں۔

''پھر، تب حب الوطنی کس چڑیا کا نام ہے'' حب الوطنی، جناب والا بقول ڈاکٹر جوہانسن، لیوتالستائی جو ہمارے عہد کا سب سے بڑا حب الوطنی کا دشمن ہے اس کے بقول یہ بدذاتوں کی آخری پناہ گاہ ہے۔ اس نے حب الوطنی کی یوں تعریف کی ہے یہ ایک ایسا اصول ہے جو تھوک کے بھاؤ قاتلوں کو تربیت دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا پیشہ ہے جس کے لیے عمدہ قسم کے ساز وسامان کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ انسانوں کو قتل کرنے کے لیے تربیت حاصل کی جائے بہ نسبت ان اوزاروں کے جو جوتے گانٹھنے، کپڑا سینے اور گھر بنانے میں درکار ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا پیشہ ہے جہاں معاوضہ بے تحاشہ ملتا ہے اور دیگر دیانت دار کاریگروں کے مقابلے میں زیادہ ناموری حاصل ہوتی ہے۔''

فلک شگاف تالیوں کی گونج میں جن کی وجہ سے مجھے چپ ہونا پڑا لیکن جس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ پانچ ہزار کا مجمع میرے خیالات سے ہمدردی رکھتا ہے۔ میں معاملے کا تجزیہ کر کے اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی جس میں فطرت اور حب الوطنی کے معنی اور اس کی بھیانک قیمت جو ہر قومی ریاست کو چکانا پڑ رہی ہے۔ میری ایک گھنٹے کی تقریر ختم ہونے کے بعد جو میں نے تناؤ والی خاموشی میں کی تھی۔ ایک طوفان سا امڈ پڑا اور مجھے یوں لگا جیسے میں ان عورتوں اور مردوں کے نرغے میں آ گئی ہوں جو مجھ سے مصافحہ کرنے کے لیے دھکا پیل اور شور کر رہے تھے۔ میں تو اس جوش وخروش کی وجہ سے چکرا سی گئی اور یہ فراموش کر بیٹھی کہ مجھ سے کیا کہا جا رہا تھا۔ ناگاہ میں نے اپنے حواس بحال ہوتے محسوس کیا جب ایک طویل قامت شخص جو فوجی وردی میں ملبوس تھا اپنا ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سوچ سمجھ سکتی میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ جب سامعین نے یہ منظر دیکھا تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے ہیٹ فضا میں اچھالنے شروع کر دیئے۔ جوتے بجانے لگے اور مارے خوشی کے چیخنے چلانے لگے محض یہ دیکھ کر کہ ایما گولڈمان نے ایک فوجی سے مصافحہ کر لیا۔ یہ سب کچھ اس سرعت سے ہوا کہ میں اس شخص سے اس کا نام بھی نہ پوچھ سکی۔ اس نے بس یہی کہا ''شکریہ مس گولڈمان'' اور اسی طرح مجمع میں شامل ہو کر گم ہو گیا جیسے وہ نمودار ہوا تھا۔ یہ ایک انتہائی ڈرامائی صورتحال میں ڈرامائی اختتام تھا۔

اگلی صبح کے اخبارات میں میں نے پڑھا کہ ایک سپاہی جو ایما گولڈمان کے جلسے سے نکلا تھا اس کا سادہ لباس والوں نے پریسڈیو تک پیچھا کیا تھا اور معاملے کو فوجی افسران کے علم میں لے آئے۔ بعد میں اخبارات کے ذریعے پتہ چلا کہ اس کا نام ولیم بوو الڈا تھا۔ اور یہ بھی کہ اسے فوج نے حراست میں لے لیا ہے اور ''اس پر فوجی عدالت میں اس الزام میں مقدمہ چلے گا کہ اس نے ایما گولڈمان کے جلسے میں شرکت کی اور اس سے مصافحہ کیا تھا۔'' یہ معاملہ تو بالکل الٹی گنگا بہنے کا قصہ ہو گیا۔ اس کے باوجود ہم نے ایک کمیٹی بنانے کے کام کی ابتداء کر دی تاکہ اس کی مدافعت کے لیے رقم جمع کی جائے اور لڑا جائے۔ اس کے بعد بن اور میں لاس اینجلس کے لیے روانہ ہو گئے۔

اس شہر میں سب سے زیادہ دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ ایک بڑے اور جوش وخروش والے جلسے کے بعد مسٹر کلاڈ رڈل سے ایک مباحثہ ہو گیا جو سوشلسٹ ہیں اور اس کے بعد جیورج اے پٹی بون سے ملاقات۔ میں اس سے پہلے بھی کئی سوشلسٹوں سے مباحثہ کر چکی تھی۔ لیکن اس مرتبہ میرا حریف کہیں زیادہ انصاف پسند نکلا اور اس نے تسلیم بھی کیا۔ یہ ان کی پارٹی کی نظروں میں ایک جرم ٹھہرا اور اس کی رکنیت فوراً معطل کر دی گئی۔ یہ اتفاقی واقعات اپنی معنویت میں کیا دلچسپ نہیں ہیں کہ ایک امریکی فوجی اور ایک سوشلسٹ پر بیک وقت اس لیے پابندیاں عائد کی گئیں کہ انہوں نے ایما گولڈمان سے صاحب سلامت کرنے کی جرأت کی۔

جارج اے پٹی بون، چارلس ایچ مویر اور ولیم ڈی ہیوڈ ایک ایسی سازش کا شکار ہو گئے جس سے مغربی کانکنوں کی فیڈریشن برباد کر دی گئی۔ برس ہا برس سے کولوراڈو کے کان مالکان کانکنوں کے خلاف حالت جنگ میں تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ مگر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جب انہوں نے دیکھا کہ یونین کے عزائم ناقابل شکست ہیں اور اس کے رہنماؤں کو نہ دھونسایا جاسکتا ہے اور نہ ہی خریدا جاسکتا ہے تو انہوں نے انہیں ختم کرنے کیلیے دوسرے حربے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ فروری ۱۹۰۶ء میں ان تینوں کو ڈین ور میں اس الزام میں گرفتار کرلیا گیا کہ انہوں نے سابق گورنر سٹینوبرگ کو قتل کیا تھا۔ مطلق العنانی اور پیسے کا گٹھ جوڑ اتنا طاقتور تھا کہ انہیں یو ایس سٹی نہایت تیزی سے روانہ کر دیا گیا اور قانونی کی پرچھائیں نہ پڑنے دی۔ لے بھاگنے اور شہر بدری کے احکام ان کی گرفتاری سے پہلے ہی تیار کر لیے گئے تھے۔ ان محنت کشوں کے خلاف جو واحد گواہی پیش کی گئی وہ ایک پنکرٹن جاسوس تھا جس کا نام ہیری اورچرڈ تھا۔

سال بھر تو ان کا معاملہ معلق رہا۔ اخبارات تو بالعموم اڈا ہو کے ارباب اختیار کو اس پر اکساتے رہے کہ انہیں دار پر کھینچ لیا جائے۔ اس آدم بو مہم کو صدر روز ویلٹ نے یوں تازیانہ لگایا جس میں موئیر، ہیوڈ اور پیٹی بون کو یہ کہہ کر داغدار کیا کہ ''یہ ناپسندیدہ شہری'' ہیں۔

محنت کشوں اور ریڈیکل عناصر کی متحدہ مہم نے ملک بھر میں کان مالکان کی چالوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ اس ہنگامے میں انارکسٹوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اپنی توانائی اور وسائل کو ماخوذ افراد کو بچانے میں صرف کر دیا۔ میں ملک بھر میں اس مقدمے کے متعلق تقاریر کرتی رہی۔ جبکہ مدر ارتھ نے ان کی معصومیت کا برملا اعلان کر دیا اور کارکنوں پر زور دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو انہیں پھانسی کے پھندے سے بچانے کیلیے عام ہڑتال کر دیں۔ جس دن عدالت میں انہیں بری کیا گیا مدر ارتھ کے حلقے نے صدر روز ویلٹ کو اس مضمون کا تار بھیجا ''ناپسندیدہ افراد کامیاب ہوئے اور جشن منا رہے ہیں۔'' یہ اس شخص کے لیے اظہار تحقیر تھا جو اگرچہ امریکہ کی صدارت پر متمکن تھا مگر شکاری کتوں سے گٹھ جوڑ کیے تھا۔

مجھے ان تینوں افراد سے مقدمے کے آغاز سے پہلے ملنے کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔ لاس اینجلس میں مجھے پتہ چلا تھا کہ پیٹی بون اس شہر میں مقیم ہے لیکن وہ کسی سے میل جول نہیں رکھتا اور جیل میں رہنے سے اس کی صحت نہایت خستہ ہے۔ جب اس نے میری آمد کے متعلق سنا تو اس نے اپنے دوست سے سندیسہ بھیجا کہ وہ کئی برس سے مجھ سے ملنے کا مشتاق ہے۔

جب میں اس سے ملی تو اس وقت اس کے چہرے پر موت رقصاں تھی۔ لیکن محنت کشوں کے نصب العین کے لیے اس کی آنکھوں میں اب بھی چمک تھی۔ اس نے بہت سی چیزوں کے متعلق بات چیت کی اس میں شکاگو میں ہونے والے عدالتی قتل کا بھی ذکر کیا جو ۱۸۸۷ء میں ہوا تھا۔ وہی واقعہ اس کے اندر باغیانہ خیالات کے جنم لینے کا سبب بنا تھا جیسا کہ میرے ساتھ ہوا تھا۔ اس نے ان واقعات کی تفصیل بتائی جن کے نتیجے میں گیارہ نومبر والا واقعہ دہرایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس نے بات بدل کر سرخ خط والے دن کا ذکر چھیڑ دیا جو محنت کشوں کی طاقت کے لیے تھا۔ اس نے ایسے بہت سے واقعات کا ذکر کیا جبکہ اس کی پنکرٹنس سے تصادم کی نوبت آ گئی اور اس نے یہ بھی بتایا کہ اس نے کس طرح ان کی بزدلی اور حماقت کا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے ان صاحبان اختیار کے متعلق بتایا جنہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ اپنے کامریڈوں کا مخالف بن جائے۔ ''صرف اس پر سوچ لو!'' اس نے کہا ''انہوں نے مجھے ایک کاروباری آدمی بن جانے کے سبز باغ دکھائے اور ان امکانات کا ذکر کیا کہ رہائی کے بعد میں خوشحال بن سکتا ہوں۔ وہ لوگ جسم و روح کے کتنے مفلس تھے جو یہ نہ سمجھتے تھے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا بال بیکا کرنے کے بہ نسبت میں ہزاروں مرتبہ موت کو قبول کرلوں گا۔

پورٹلینڈ، اوریگان میں ہمیں جو دل خوشکن خبر ملی تھی کہ دو ہال جو میرے لیکچروں کے لیے کرائے پر لیے گئے تھے یعنی ایرون جو ایک جرمن سوسائٹی کی ملکیت تھا اور دوسرا اوائی ایم سی اے عین وقت پر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ خوش قسمتی سے اس شہر میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی تھی جن کے لیے تقریر کی آزادی محض ایک نظریہ نہ تھا۔ ان سب کا پیشوا سابق سینیٹر چارلس ارسکن سکاٹ وڈ تھا اس کے علاوہ ممتاز وکلاء، ادباء اور مصور اور ان کے علاوہ ایک ایسا شخص جو تہذیبی اور تمدنی معاملات میں اس شہر میں کافی اثر رسوخ رکھتا تھا۔ وہ دیکھنے میں نفیس لگتا اور اس کی شخصیت میں کریمی تھی اور صحیح معنوں میں ایک حریت پسند۔ ان ہالوں کے حصول میں اسی کا ہاتھ تھا اور وہ اس بات پر بہت نادم تھا کہ مالکان مکر گئے تھے۔ اس نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی اور اطمینان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلایا کہ ایرون سوسائٹی کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے کیونکہ انہوں نے کرائے نامے کے معاہدے پر دستخط ثبت کر کے کرائے پر اٹھایا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں کسی کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کرتی حالانکہ میرے خلاف بارہا قانون حرکت میں آیا ہے تو مسٹر وڈ نے حیران ہو کر کہا ''تو گویا تم اس قسم کی خطرناک انارکسٹ ہو! اب تو میں نے تمہیں ڈھونڈ نکالا ہے۔ میں تو اوروں کو بھی اپنے اعتماد میں لوں گا۔ اور میں ان پر زور دوں گا کہ وہ حقیقی ایما گولڈ مان سے ضرور ملیں۔'' چند دنوں میں نہ کہ یہ کہ اس نے مجھے مختلف لوگوں سے متعارف کرایا بلکہ اس نے مسٹر چیمپین کو اس پر آمادہ کیا جو 'اوریگونین' کے مدیروں میں سے ایک تھا کہ وہ میری تقاریر کے متعلق لکھیں اور معزز ڈاکٹر ایلیٹ جو یونیٹرین گرجا گھر کے لاٹ پادری تھے ان سے کہہ کر مجھے وہاں مدعو کرایا۔ اس نے شہر بھر کے ممتاز مردوں اور عورتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ میرے تقریر کرنے کے حق کی حمایت میں برملا اعلان کریں۔

اس کے بعد اس شہر میں میرا سفر ہموار رہا۔ ایک ہال حاصل کر لیا گیا اور جلسوں میں بڑی تعداد میں لوگ آتے اور سامعین میں مختلف طبقات کے نمائندے ہوتے۔ مسٹر وڈ نے میرے پہلے جلسے کی صدارت کی اور ایک شاندار تعارفی تقریر کی۔ ایسی حمایت ملنے کے بعد میں اپنے سامعین کی توجہ اپنی طرف کر لیتی اگر آخری لمحات میں مجھے برانگیختہ نہ کیا جاتا تب بھی۔ میں صبح کے اخبارات میں اس خبر کو پڑھ کر جذبات سے لبریز تھی کہ ولیم بووالڈا سے کیسا سلوک کیا گیا تھا۔ اس کا مقدمہ قانون عسکر کے تحت چلایا گیا' فوج سے برطرف کر دیا گیا' توہین کی گئی اور اسے الکاٹراز جزیرے کی فوجی جیل میں پانچ برس کی قید کاٹنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس کے باوجود ہوا کہ اس کے سینئر افسر نے تسلیم کیا تھا کہ یہ امریکی فوج میں پندرہ سال تک مثالی فوجی رہا ہے۔ یہ تھی سزا کی نوعیت جو ایک ایسے شخص کو دی گئی جس کا جرم یہ تھا' جیسا کہ جنرل فنسٹون نے کہا کہ ''اس نے ایما گولڈ مان کے جلسے میں وردی پہن کر شرکت کر لی تھی' اس کی تقریر پر واہ وا کی تھی۔ اور اس خطرناک انارکسٹ خاتون سے مصافحہ کر لیا تھا۔''

میرے جلسوں میں سامعین کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور مجمع میں ہر طبقے کے لوگ ہوتے تھے' وکلاء' جج' ڈاکٹر' ادیب' سماجی مرتبے والی خواتین اور کارخانوں میں کام کرنے والی لڑکیاں بھی یہ سمجھنے کے لیے آتیں تا کہ اس نظریے کی صداقت کو سمجھیں جس کے متعلق انہیں پڑھایا گیا تھا کہ اس سے ڈرو اور نفرت کرو۔

ہم بٹے' مونٹانا کے لیے سیاٹل اور سپوکین کے کامیاب جلسوں کے بعد روانہ ہو گئے۔ اس دورے میں مجھے موقع مل گیا کہ میں مغربی کاشتکار اور ریڈ انڈین کا بھی مطالعہ کروں جو پچھڑے ہوئے تھے۔ مونٹانا کے کاشتکار اپنے۔ نیو انگلینڈ کے بھائیوں سے ذرا ہی مختلف تھے۔ میں نے انہیں بھی اتنا ہی غیر مہمان نواز بند مٹھی والا پایا جتنا سا شا اور میں نے ۱۸۹۱ء میں کھریا مٹی کی تصاویر بیچنے میں پھیری لگانے کے دوران میں پایا تھا۔ مونٹانا تمام ریاستوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ حسین ریاست ہے۔ اس کی مٹی زرخیز اور مالا مال کرنے والی ہے اور جبکہ نیو انگلینڈ کی سبزے والی مگر پیداواری لحاظ سے بے مصرف۔ اس کے باوجود یہاں کے کاشتکار بھی تھڑدے لالچی اور اجنبیوں پر شک کرنے والے تھے۔ انڈین کی لاتعلقی سے مجھے سفید فام آدمی کی حکمرانی کی برکتوں کا اندازہ ہوا۔ امریکہ کے حقیقی باشندے جو کبھی اس ملک کے طول و عرض کے مالک تھے۔ ایک سادہ اور تنومند نسل کے لوگ جو اپنے فنون اور زندگی کے تصورات کے حامل تھے۔ اور وہ اب اپنی اصل حالت کا محض ایک سایہ نظر آتے تھے۔ ان میں جنسی امراض بکثرت راہ پا چکے تھے اور ان کے پھیپھڑوں کو سفید طاعون (تپ دق) چوس چکا تھا۔ اپنی جفاکشی کے عوض انہیں انجیل کا تحفہ مل چکا تھا۔ انڈین کی مددگار اور خوش مزاجی والی طبیعت اپنے سفید فام پڑوسیوں کی سخت گیر اطوار کے باوجود باقی تھی۔

میرا یہ دورہ اپنے گزشتہ دوروں کے مقابلے میں زیادہ مفید رہا جو اب خاتمے کے قریب تھا۔ اور میں نیویارک واپسی کے لیے راستے میں تھی۔ بن اپنی ماں سے ملنے کے لیے شکاگو میں ٹھہر گیا اور وہ موسم خزاں میں مجھ سے آ ملے گا۔ چار ماہ کی بے تکلف یکجائی کے بعد اس کا فراق بہت تکلیف دہ تھا۔ اس بات کو صرف چار ماہ ہوئے تھے کہ یہ اجنبی اچانک میری زندگی میں آ ٹپکا تھا۔ اور وہ تو میرے پور پور میں بس چکا تھا۔ اور میں اس کی موجودگی کے لیے ہڑکنے لگتی!

میں گزشتہ مہینوں میں بن پر ریجھنے کے اسباب کے متعلق خود کو سمجھاتی رہتی جبکہ میں اس کے اندر اتر چکی تھی اس کے باوجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمارے درمیان موجود فرق کو میں نے کبھی فراموش نہ کیا۔ مجھے ابتدا ہی سے اس کا علم تھا کہ فکری لحاظ سے ہم میں شاید ہی کوئی نقطۂ اتصال ہو۔ اور ہمارا زندگی کے متعلق زاویہ نگاہ، ہماری عادتیں، ہمارے مذاقوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اگرچہ اس کے پاس طب کی ڈگری تھی اور وہ سماج کے پسے طبقات کیلیے کام کرتا تھا۔ میں یہ محسوس کرتی تھی کہ فکری طور پر بن گھامڑ اور سماجی معاملات میں سادہ لوح تھا۔ اس کے دل میں سماج کے لاوارث طبقے سے گہری ہمدردی تھی اور وہ ان کو اچھی طرح جانتا تھا اور ان کا فیاض دوست بھی تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں سماجی بصیرت برائے نام بھی نہ تھی یا عظیم انسانی جدوجہد پر اس کی نگاہ نہ تھی۔ کئی لبرل امریکیوں کی طرح وہ ظاہری برائیوں کا مصلح تھا۔ اور اسے اس کا رتی بھر اندازہ نہیں تھا کہ ان خرابیوں کا سرچشمہ کیا ہے۔ یہی امر ہم دونوں کی علیحدگی کے لیے کافی تھا اور اس کے علاوہ کئی اور سنگین اختلافات بھی موجود تھے۔

اس میں مخصوص امریکی ذہنیت شہرت اور خودآرائی بھی تھی۔ یہی وہ چیزیں تھیں جنہیں میں سخت ناپسند کرتی ہوں جو اس شخص کے خون میں رچی بسی ہوئی تھیں جس سے میں ٹوٹ کر محبت کر رہی تھی۔ ہمارے درمیان پہلا سنجیدہ اختلاف ایک اخباری فوٹو گرافر کی وجہ سے ہوا جسے بن نے مجھ پر میری اطلاع یا آمادگی کے بغیر مسلط کر دیا تھا۔ یہ ہمارے شکاگو اور سالٹ لیک سٹی کے دورے کے درمیان میں ہوا۔ یہ شخص ٹرین پر سوار تھا اور ہو نہ ہو بن نے اسے بتایا ہوگا کہ مسافروں میں ایما گولڈ مان بھی موجود ہے۔ جب پہلی جگہ کہیں گاڑی ٹھہری اور میں اتر کر پلیٹ فارم پر چلنے پھرنے لگی، میں نے اچانک خود کو ایک کیمرے کے مدمقابل پایا جو مجھے ''شوٹ'' کرنے جا رہا تھا۔ میں ہمیشہ ایسے امریکہ دکھاوں پر ناراض ہو جاتی تھی اور ان سے دور بھاگتی رہی ہوں۔ لیکن آج کوئی جائے پناہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن جبلی طور پر میں نے ایک اخبار کو اپنے چہرے کے سامنے کر لیا۔ بن کیلیے یہ محض وضعداری تھی۔ وہ اس بات کو سمجھنے سے معذور تھا کہ ان اخبار والوں کی مغلوب کر لینے کی عادت سے میں دل میں کتنی متنفر ہوں۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ ایسا فرد جو طویل عرصے سے عوامی نگاہوں میں ہو اس بازاری پن سے کیوں دامن چھڑانا چاہتا ہے جو اسے عوامی تماشہ بنانے پر تلا ہے۔

میں جب بھی سفر پر نکلتی تو اس بات پر زور دیتی کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کے راستے میں مجھ سے کوئی مخاطب نہ ہو۔ لیکن اس دورے میں مسافروں کے علاوہ ریل کا عملہ اور یہاں تک کہ اسٹیشن ماسٹروں کو بھی اس بات سے خوشی ہو رہی تھی کہ ایما گولڈ مان ان میں موجود ہے۔ ہمارا ڈبہ ایک مقناطیس بن چکا تھا جو متجسس لوگوں کی زیارت گاہ بن چکا تھا۔ یہ بن کے لیے من وسلویٰ تھا اور میرے لیے عذاب۔

اس کے علاوہ بن میں مخصوص امریکی اکڑفوں بھی تھی جس کا وہ بڑے ذوق وشوق سے ہمارے جلسوں اور کامریڈوں کے مکانوں پر اظہار کیا کرتا۔ اس کے یہ اطوار جس طرح لوگوں کے دلوں میں برہمی پیدا کرتے اس سے میں گھبرائی رہتی اور مجھے ہر وقت یہ اندیشہ گھیرے رہتا کہ اب یہ کیا کرنے والا ہے۔ بے شک میرے محبوب میں ایسے عناصر جمع تھے جو اعصاب شکن اور مجھے بے لطف کر سکتے تھے اور کبھی کبھی تو میں اس کی طرف سے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہو جاتی۔ اس کے باوجود یہ سب کچھ ترازو کے پاسنگ بھر بھی نہ تھا کہ جس جادو نے مجھے اس سے منسلک کر رکھا تھا اور جس نے میری روح کو گرم جوشی اور رنگ وبو سے بھر دیا تھا۔

اس پہیلی کو میں دو طریقے سے بوجھ سکتی تھی۔ پہلی بات تو اس کی بچوں جیسی فطرت تھی خالص بے ریا اور حیلہ سازی اس سے چھو کر نہ گزری تھی۔ وہ جو کچھ کہتا یا کرتا اس میں بے ساختگی ہوتی جس کی محرک اس کی نہایت جذباتی طبیعت تھی۔ یہ ایک نادر اور تازگی کا حامل وصف تھا جس کا ہمیشہ خوشگوار اثر ہونا لازمی نہ تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ میں اس خواہش کے ہاتھوں مری جا رہی تھی کہ کوئی ایسا ہو جو میرے اندر چھپی ہوئی عورت سے محبت کرے اور اس میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ میرے کام میں ہاتھ بٹائے۔ مجھے آج تک کوئی ایسا نہ ملا تھا جو دونوں فرائض انجام دے سکے۔

ہاں، ساشا مختصر عرصے کیلیے میری زندگی میں آیا تھا لیکن وہ اپنے آدرش میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ اسے وہ عورت نہ دکھائی دیتی تھی جو اظہار ذات کی متمنی تھی۔ ہینز اور ا ڈ جو مجھ سے گہری محبت کرتے تھے وہ میری ذات کی عورت کے طالب تھے ان کے علاوہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیگر میری ذات کی شہرت کی وجہ سے میرے گرویدہ ہوئے تھے۔فیدؔیا ماضی بعید کا آدمی ہوا۔وہ شادی کر چکا ہے اس کے بچہ ہے اور وہ میرے مدار سے باہر ہو چکا تھا۔میری میکسؔ سے دوستی اب بھی اتنی ہی مہک رہی تھی جتنی پہلے کبھی تھی لیکن اس کا تعلق حواس سے زیادہ معاملہ فہمی سے تھا۔بنؔ اس وقت نمودار ہوا جب مجھے اس کی سخت ضرورت تھی۔اور ہماری چار مہینوں کی یکجائی نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس میں وہ جذبات موجود ہیں جس کی میں عرصے سے آرزومند تھی۔

وہ پہلے ہی میرے شب وروز کو مالا مال کر چکا تھا۔میرے کام میں بطور ہمکار اس نے بہت دلچسپی لی تھی اور اپنی اہمیت ثابت کر چکا تھا۔اپنے پورے انہماک اور توانائی کی فراوانی کی وجہ سے میرے جلسوں میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں معجزاتی اضافہ کیا تھا اور ہمارے ادب کی فروخت میں بھی اضافہ ہوا تھا۔بطور ہمسفر اس نے سفر کو ایک نیا اور پر لطف تجربہ بنا دیا تھا۔وہ دلداری میں بہت نرم اور خیال رکھنے والا تھا اور مجھے سفر میں درپیش آنے والی چھوٹی چھوٹی الجھنوں اور تفصیلات میں نہ پڑنے دیتا۔اور بطور محبوب اس نے میرے اندر کی تمام گرہوں کو اس طرح کھول دیا تھا جس سے ہمارے اختلافات اس طرح اڑ جاتے جیسے آندھی میں بھوسا۔اب کسی چیز کی کوئی اہمیت نہ رہ گئی تھی سوائے اس کے کہ بنؔ میرا گوشت اور پوست بن چکا ہے۔میں اسے اپنی زندگی اور کام میں شامل کروں گی چاہے جو بھی قیمت ادا کرنا پڑے۔

یہ قیمت کوئی کم نہ ہوگی یہ امر ہماری صفوں میں بڑھتی ہوئی مخالفت سے ہو رہا تھا۔ہمارے چند کامریڈوں کو تحریک میں بنؔ کی اہمیت اور امکانات کا احساس پیدا ہونے لگا تھا۔تاہم دیگر اس سے معاندانہ رویہ رکھتے تھے۔یہ بھی درست ہے کہ بنؔ بھی اس ماحول میں اکتاہٹ محسوس کرتا تھا۔اس کے یہ بات سمجھ میں نہ آتی کہ جو لوگ آزادی کے دعوی دار ہیں وہی اس شخص پر اعتراض کریں جو فطری زندگی گزار رہا ہو۔بالخصوص وہ میرے نیویارک کے دوستوں کے متعلق بے چین تھا۔وہ میرے اور ہمارے عشق سے کس طرح پیش آئیں گے؟ ساشؔا.....وہ کیا کہے گا؟ میں نے ساشؔا کی روداد جو سنائی تھی اس کی اسیری اور مصائب جس سے بنؔ بہت متاثر ہوا تھا۔''میں یہ مانتا ہوں کہ تم برکمینؔ ہی کے لیے جیتی رہی ہو۔'' اس نے ایک مرتبہ کہا تھا''اور کوئی بھی تمہارے سامنے اس کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکتا ہے۔'''' اسے جنون نہ سمجھو بلکہ یہ حقیقت ہے'' میں نے بھی اسے بتا دیا تھا۔''ساشؔا میری زندگی میں اتنے طویل عرصے سے میری ذات میں دخیل تھا جیسے سیامی جڑواں بلیاں۔لیکن تم اس سے کسی رقابت کا اندیشہ نہ رکھو۔ساشؔا مجھے اپنے دماغ سے چاہتا ہے نہ کہ دل سے۔''

وہ قائل نہ ہوا' میں اس کی پریشانی سمجھتی تھی۔مجھے بھی ان دونوں' شخصیات کے مزاجوں میں فرق کی وجہ سے اندیشے گھیرے ہوئے تھے۔اس کے باوجود مجھے امید تھی کہ ساشؔا جو زندگی کی گہرایوں کا شناور ہے دوسروں کی بہ نسبت بنؔ کو جلد ہی سمجھ جائے گا۔جیسے میکسؔ' مجھے معلوم تھا بنؔ کے ساتھ اس کا رویہ جیسا بھی ہو وہ میرا اتنا خیال رکھتا ہے کہ وہ میری محبت پر سایہ بھی نہ پڑنے دے گا۔

مدرارتھ کو چلانے میں' میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ہمارے کامریڈوں سے ملنے والی اعانت اور ہمارے امریکی دوستوں کی مدد مقدار میں ہونے کے باوجود ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔رسالے کو چلانے کے لیے رقوم میری دوروں سے حاصل ہو رہی تھیں۔اس میں ہمارے لٹریچر کی طباعت بھی شامل ہوتی تھی۔آخری دورے میں تو ہمیں خلاف معمول کافی رقم حاصل ہوئی تھی۔اس کے باوجود اگست کے آتے آتے ہم خالی ہاتھ تھے۔ہمارے لیکچروں کا نیا سلسلہ اکتوبر سے پہلے نہیں شروع ہو سکتا تھا۔خوش قسمتی سے ایک نادیدہ ذریعے سے مدد مل گئی۔

میری دوست گریسؔ پوٹر جو مدرارتھ کے لیے لکھتی بھی تھی وہ نیویارک ورلڈ میں کام کرتی تھی۔اس نے اپنے مدیر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ میرا ایک مقالہ''میں کن چیزوں پر یقین رکھتی ہوں'' قبول کر لے۔اس کے مجھے ڈھائی سو ڈالر ادا کیے جائیں گے۔گریسؔ نے مجھے بتایا کہ میں پوری آزادی سے لکھ سکتی ہوں۔میں نے قبول کر لیا۔خوشی اس کی بھی تھی کہ قارئین کی بہت بڑی تعداد تک رسائی ہوگی اور اس کے ساتھ کچھ رقم بھی ہاتھ آ جائے گی۔جب مضمون بلا کتر بیونت کے شائع ہو گیا تو مجھے اسے ایک کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا حق مل گیا اور''میں کن چیزوں پر یقین رکھتی ہوں'' اس سال کا سب سے زیادہ فروخت ہونے والا کتابچہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثابت ہوا۔اب ہم موجودہ شمارے کی طباعت کے واجبات ادا کر سکتے تھے اور اتنی رقم فاضل تھی کہ بن نیویارک کا پھیرا لگا لے۔

میں اس کا انتظار اسکول کی لڑکی طرح کر رہی تھی جسے پہلی مرتبہ عشق ہوا ہو۔وہ بھی اپنی پرانی بے تابی کے ساتھ لوٹا اور رسالے کے کاموں میں کودنے کے لیے بے تاب۔جب ہم تنہائی میں ملتے تو اس کی دلفریبی لوٹ آتی لیکن وہ میرے دوستوں کی موجودگی میں بدلی ہوئی شخصیت لگنے لگتا۔ان کی محفل میں وہ گھبرایا ہوا اور ناقابل فہم گفتگو کرتا' غبی لگتا یا احمقانہ سوال کرنے لگتا جس سے وہ سب اس کی طرف سے مشکوک ہونے لگتے۔میں اس صورتحال سے تنگ آ چکی تھی۔مجھے معلوم تھا کہ یہ اس گھبراہٹ کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے بن بے ڈھب لگتا ہے اور مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ یہ فارم پر کہیں زیادہ مطمئن لگے گا۔وہاں زندگی سادہ تھی۔بن خود کو وہاں ساشا کے ساتھ جو بیکی اور دوسرے دوستوں کے ساتھ مقیم ہے چین وراحت میں گزارے گا۔

میری امیدوں پر اوس پڑ گئی۔یہ نہیں تھا کہ ساشا یا اس کے دوست بن پر مہربان نہ تھے لیکن ماحول کشیدہ رہتا۔اور سب کو چپ سی لگ جاتی۔وہاں کے ماحول کا بن پر ایسا اثر ہوتا جیسے کسی بچے سے اچھا بچہ بننے پر طاری ہو جاتا ہے۔اس میں خودنمائی آ جاتی اور وہ شیخیاں بگھارنے لگتا اپنی کامرانیوں پر فخر کرنے لگتا اور احمقانہ باتیں کرنے لگتا جس سے معاملہ اور بگڑ جاتا۔بن میرے لیے شرمندگی کا باعث بنتا۔میرے دوستوں کا برا مانتا اور مجھ سے اس لیے ناراض ہوتا کیونکہ میں اسے ان کے درمیان کھینچ کر لائی تھی۔

میرا سب سے بڑا ملال تو ساشا تھا۔اس نے بن سے کچھ نہ کہا لیکن اس نے بہت سی چبھتی ہوئی باتیں مجھ سے کیں۔اس نے اس بات پر تمسخر اڑایا کہ میں ایسے شخص پر عاشق ہو سکتی ہوں۔یہ عارضی فریفتگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔وہ اس بات پر مطمئن تھا۔بن میں سماجی احساسات کی کمی تھی اور وہ باغیانہ روح سے بھی خالی تھا اور وہ ہماری تحریک سے بھی وابستہ نہ تھا۔اس کا اصرار تھا۔علاوہ ازیں وہ اتنا کم علم ہے کہ لگتا ہے کہ اس نے کبھی کالج کا منہ بھی نہیں دیکھا مگر سند حاصل کر لی۔اس کی تصدیق کرنے کے لیے وہ یونیورسٹی کو خط لکھے گا۔ساشا کے منہ سے یہ سن کر میں تو بدحواس ہو گئی۔''تم تو جنونی ہو'' میں چلائی ''تم انسانی اوصاف کو اپنے نصب العین کے مفادات کی کسوٹی پر پرکھتے ہو جس طرح مسیحی کلیسا کے نقطۂ نظر سے جانچتے ہیں۔اپنی رہائی کے بعد سے تمہارا مجھ سے بھی یہی شعار رہا ہے۔سال ہا سال جو میں نے کشمکش اور تکالیف میں بسر کیے ہیں تاکہ میں تکمیل ذات کروں اس کی تمہاری نظروں میں کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ تم اپنے مسلک کے شکنجے میں کسے ہوئے ہو۔حالانکہ تم اپنی تحریک کو اتنی اہمیت دیتے ہو لیکن ہر شخص کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو جو تم سے تمہارے افکار کو سمجھنا چاہتا ہے کو جھٹک دیتے ہو۔تم اور دیگر دانشور انسانی فطرت کے سمجھنے کی بہت بڑ ہانکتے ہو لیکن جب ان عامیوں میں سے کوئی قریب آتا ہے تو تم اسے سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔لیکن بن سے متعلق ان تمام باتوں سے مجھ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔میں اس سے محبت کرتی ہوں اور اس کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔''

میں بن کو لے کر فارم سے چل دی۔میں ساشا کی بحث وتکرار سے بیزار آ چکی تھی۔میں نے اتنے تلخ الفاظ اس کے منہ پر کہہ دیئے تھے اور میرے اپنے شکوک مجھ پر ستم ڈھا رہے تھے۔مجھے خود ہی یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ساشا نے جو کچھ بن کے متعلق کہا تھا وہ درست ہے۔میں اس کی کمزوریاں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سمجھ سکتی ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی کیا کمزوریاں ہیں۔لیکن اس وجہ سے میں اس کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔

میرا یہ منصوبہ تھا کہ پورا موسم سرما نیویارک ہی میں بسر کروں گی۔میں ٹرینوں کے سفر اجنبی مقامات اور غیر لوگوں کے ''ماحول'' سے تنگ آ چکی تھی۔یہاں میرا گھر تھا چھوٹا سا اور پرہجوم ہونے کے باوجود۔مدار تھ کو بھی میری موجودگی کی ضرورت تھی۔مجھے اس کا بھی یقین تھا کہ اگر میں موسم سرما میں لیکچر دیتی رہی تو میں انگریزی اور ایدیش بولنے والے سامعین کی ایک بڑی تعداد کو متوجہ کر لوں گی۔میں نے اس موضوع پر بن سے گفتگو کر لی تو اس نے بھی نیویارک آنے کا فیصلہ کر لیا اور خود کو ہمارے کام کے لیے وقف کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

لیکن مسئلہ یہ درپیش تھا کہ بن نیویارک کے ساتھ ۲۱۰ مشرقی تیرہویں اسٹریٹ کو بھی سخت ناپسند کرتا تھا۔وہ یہاں رہ کر کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معقول کام نہیں سرانجام دے سکتا' وہ یہ محسوس کرتا تھا۔ گھر کے باہر گلی کوچوں میں میرے ساتھ رہ کر اپنی توانائی کو وہ کام میں لگا سکتا تھا اور اس طرح نمو بھی ہوتی اور بڑھ کر وہ ایک قوت بن سکتا تھا۔ میں بھی گھر کے اندر کی کشاکش سے نجات چاہتی تھی اور اپنے قریبی لوگوں کی ملامت سے بچنا چاہتی تھی۔ میں بن کو کام کرنے کیلیے مناسب ماحول مہیا کرنے کے لیے بے چین تھی اور اس کی مدد کرنا چاہتی تھی تا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پہچان لے اور اپنی مخفی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھا سکے۔

گزشتہ سال مجھے آسٹریلیا سے دعوت ملی تھی۔ جسے ڈبلیو۔ فلیمنگ جو وہاں کا سب سے زیادہ سرگرم کامریڈ تھا اس نے میرے کرائے کے لیے چندے کے ذریعہ رقم بھی جمع کر لی تھی۔ ان دنوں میں یہ فیصلہ نہ کر پاتی کہ میں اتنی دور اکیلے کیسے سفر کروں۔ بن اگر میرا ہمسفر ہوگا تو یہ سب بہت پر لطف بن جائے گا اور مجھے انتہائی درکار آرام کرنے کا موقع بھی میسر آ جائے گا اور ہنگاموں سے جان چھوٹ جائے گی۔ بن تو آسٹریلیا کا ذکر سنتے ہی دیوانہ ہو گیا۔ اس کے لیے کسی اور موضوع پر بات کرنا دو بھر تھا اور وہ فوراً روانہ ہونا چاہتا تھا۔ لیکن دو سال کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کئی انتظامات کرنے تھے۔ ہم نے ماہ اکتوبر میں کیلی فورنیا کی جانب روانگی کا فیصلہ کر لیا اور درمیان میں پڑنے والے شہروں میں لیکچر دینے کا بھی۔ فروری تک ہم لوگ وہاں پہنچ جائیں گے اور اتنی رقم پس انداز کر لیں گے جس سے نیویارک تک واپسی کا خرچ پورا ہو سکے۔ پھر ہم دخانی جہاز سے نئی دنیا کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ جہاں نئے دوست بنانے کو ملیں گے اور تازہ دل و دماغ جگانے کو ملیں گے۔

مجھے سب سے زیادہ فکر مدرارتھ کی تھی۔ کیا ساشا اس کی اشاعت کی ذمہ داری لینے پر آمادہ ہو جائے گا؟ میں نے اپنے سابقہ دورے سے واپسی پر پایا تھا کہ وہ زندگی میں رچ بس چکا تھا۔ اپنی ذات پر اس کا اعتماد بڑھ چکا تھا اور ماضی کے مقابلے میں اب وہ رسالے میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے لیے کئی مشغلے تلاش کر لیے تھے جب میں شہر میں نہیں تھی۔ اس نے 'انارکسٹ فریڈم' تنظیم قائم کر لی تھی جس کے نمائندے سارے ملک میں موجود تھے۔ اور اس کے بہت سے دوست اور مداح بن چکے تھے۔ لیکن جب میں نے اپنے آسٹریلیا کے دورے کا منصوبہ ساشا کے سامنے پیش کیا تو اس نے اس بات پر حیرانی ظاہر کی کہ میں نے یہ فیصلہ اتنا اچانک کیسے کر لیا۔ لیکن اس نے مجھے اطمینان بھی دلایا کہ میں نیویارک کے کام کے متعلق کوئی فکر نہ کروں۔ وہ ہر چیز کی خبر گیری کرتا رہے گا اور میکس اور ہپو لایٹ کی اعانت سے رسالہ اور دفتر بھی چلتا رہے گا۔ مجھے اس بات سے صدمہ ہوا کہ میرے اتنے طویل سفر کی خبر سن کر ساشا کو ذرہ برابر بھی افسوس نہ ہوا لیکن میں بھی اپنے کاموں میں اتنی منہمک تھی کہ اس لاتعلقی نے مجھے زیادہ متاثر نہ کیا۔

ہم نے پندرہ سو پونڈ لٹریچر وکٹوریہ۔ آسٹریلیا بذریعہ بحری جہاز روانہ کیا۔ کیلی فورنیا کے راستے میں پڑنے والے شہروں میں ہم اپنے دوستوں سے رابطے میں رہے اور چند ہفتوں کے اندر ہی ہمارے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ بن نئے امکانات دریافت کرنے کے لیے بے چین تھا۔ ''پوری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ میری ممی کیسے کارنامے انجام دے سکتی ہے۔'' اس نے اعلان کر دیا۔

مزدوروں کے دن پر کوپر یونین نے بے روزگاروں کا ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا اعلان کیا بن اس کے انتظامات میں حصہ لے رہا تھا' اس سے کہا گیا کہ وہ بھی تقریر کرے۔ میں چاہتی تھی کہ وہ ایک خوشگوار اثر چھوڑے اس لیے میں نے زور دے کر کہا کہ وہ اپنے لیے نکات تیار کر لے۔ اس نے بڑی محنت سے کام کیا لیکن اس کی کوششیں بے سود رہیں۔ اس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ کس موضوع پر بولتا ہے۔ اس نے مجھے بتایا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ سامعین ایما گولڈ مان کو سنیں اور چونکہ تمہیں نہیں مدعو کیا گیا اس لیے تم ہی لکھ کر دو جو تم ایسے اجتماع میں کہنا چاہتیں۔ بن کی اکثر تجاویز کی طرح یہ بھی بہت خیال انگیز تھی۔ لیکن اس کے بجائے کہ اسے بے ربط گفتگو پر لگا دیا جائے میں نے اسے یوم مزدور کی اہمیت پر ایک مختصر سا پرچہ تھما دیا۔

کوپر یونین کا جلسہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اور ''انارکسٹ پولس دستہ'' پورے جاہ و جلال سے وہاں موجود تھا اسی طرح ساشا' بیکی' ہپو لایٹ اور میں بھی موجود تھی۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا۔ بن میری توقع سے بڑھ کر ہجوم کو بے چین ہونے سے روکے رہا اور اپنا پرچہ پڑھ ڈالا۔ اور آخر میں اس نے یہ اعلان کیا کہ اس نے ابھی ابھی جو کچھ پڑھ کر سنایا ہے اسے ''خواہ مخواہ بدنام کی جانے والی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انارکسٹ ایما گولڈ مان نے'' لکھا تھا۔ ہجوم نے فلک شگاف نعروں سے اس کا سواگت کیا۔ لیکن جلسے کی میٹنگ کا سیکریٹری بدحواس ہوگیا۔ چیئرمین سے اس ''بدقسمت واقعے'' پر گہری معذرت چاہی اور بن کے اوپر سخت حملے کیے۔ اول الذکر پہلے ہی چبوترے سے اتر چکا تھا اس لیے اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکا۔ احتجاجاً ساشا کھڑا ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی بات اچھی طرح ہجوم تک پہنچتی پولیس۔ اسے پکڑ کر ہال سے باہر لے گئی اور اسے حراست میں لے لیا۔ بیکی جو ساشا کے پیچھے پیچھے گئی اسے بھی گرفتار کرلیا گیا اور دونوں کو تھانے پہنچا دیا گیا۔ وہاں ان کا واسطہ ایک گھنے بالوں والے سرجنٹ سے پڑا جس نے ان کا استقبال ان کلمات سے کیا ''تمہیں تو یہاں اسٹریچر پر لایا جانا چاہئے تھا۔'' جب ہپو لایٹ نے تھانے جا کر ان دونوں کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی تو اسے کوئی بات بتانے سے انکار کر دیا گیا۔ ''ہمیں بالآخر وہ کتیا کا بچہ..... برکمین مل گیا ہے'' اسے یہی بتایا گیا ''اب کی مرتبہ ہم اسے ٹھیک کر دیں گے۔''

نیویارک پولیس کا محکمہ متعدد بار یہ کوشش کر چکا تھا کہ اسے اپنے شکنجے میں کس لے۔ گزشتہ سال یونین اسکوائر پر بم دھماکے کے بعد وہ اسے ملوث کرنے میں قریب قریب کامیاب ہوگئے تھے۔ بات فطری تھی' میں فکرمند ہوگئی اور میں نے میئر لنڈن سے رابطہ کیا۔ جو سوشلسٹ وکیل ہے اور دیگر دوستوں سے بھی تاکہ ساشا کو بچانے میں ہماری مدد کریں۔

لنڈن اور ہپو لایٹ پولیس اسٹیشن کے سامنے گھنٹوں انتظار کرتے رہے تاکہ اسے شیشہ عدالت کے سامنے پیشی سے پہلے مل لیں۔ آخر میں انہیں بتایا گیا کہ مقدمہ کل صبح تک سماعت کے لیے پیش نہ کیا جائے گا۔ انہیں ابھی روانہ ہوئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ دو قیدیوں کو عدالت میں بہ عجلت پیش کیا گیا مقدمہ چلا اور انہیں اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی بولنے سے پہلے سزا سنا دی گئی۔ ساشا کو نامناسب رویے کی بناء پر پانچ روز کے لیے ''کارخانے'' کے جیل میں رہنا ہوگا جبکہ بیکی کو دس ڈالر کی سزا دی گئی ''آوارہ گردی'' پر۔

مجھے ملوث ہونے سے بچانے کے لیے بیکی نے اپنی رہائش کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ہمارے ساتھ گزشتہ دو برس سے رہ رہی تھی۔ ایک مرتبہ تو وہ ہمارے کسی جلسے میں بھی گرفتار ہو چکی تھی جس کی وجہ سے اسے ہائی اسکول سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس کے گھر کی حالت افلاس کا شکار تھی اور زیادہ مکینوں کی وجہ سے میں نے اسے اپنے گھر پر رہنے کو بلا لیا تھا۔ اس کا جرمانہ ہمارے عزیز دوست بولٹن ہال نے ادا کیا۔

اگلے دن کے اخبارات لرزہ خیز خبروں سے بھرے ہوئے تھے کہ ''پولیس کے بروقت اقدام سے بلوے پر قابو پا لیا گیا۔'' اور معمول کے مطابق کئی دنوں تک اخبارات مجھے گھیرے رہے۔ میں نے اس غصے کا برا نہ مانا اور اس بات پر خوش تھی کہ ساشا کو مختصر مدت کی سزا ملی تھی۔ اس آدمی کے لیے پانچ دن کیا ہیں جو چودہ برس کی سزا کاٹ چکا ہے؟ میں اس سے بلیک ویل جزیرے میں ملنے گئی۔ اس جزیرے کے ماضی میں میرے دو پھیرے اور مغربی اصلاحی جیل کا قیام میری نظروں کے سامنے پھر گیا۔ ان دنوں حالات کس قدر مختلف تھے۔ ساشا کے جیل سے زندہ نکل آنے کے امکانات کتنے مایوس کن اور تاریک دکھائی دیتے تھے! اب ہم دونوں ان پانچ دنوں پر ہنس رہے تھے۔ ''میں انہیں ایک ٹھوکر سے اڑا سکتا ہوں۔'' ساشا نے قہقہہ لگایا۔ میں جب رخصت ہوئی تو ہمارے اختلافات کی چاہے جو بھی نوعیت ہوتا ہم ہماری دوستی ابد تک رہنے والی تھی۔ میں اب بھی اس ٹھیس کی گرانی محسوس کر رہی تھی جو اس نے بن سے روا رکھا تھا۔ اس کے باوجود مجھے معلوم تھا کہ کوئی چیز ہمارے درمیان میں کبھی نہیں آ سکتی۔

میری روانگی کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ بن کو مجھ سے پہلے روانہ ہونا تھا تاکہ تیاری کے کام پہلے سے کر لیے جائیں۔ میری روانگی سے چند دن پہلے اس نے مجھے تیس صفحے طویل ایک خط بھیجا۔ ایک غیر مربوط اور ہم آہنگی سے خالی تحریر میں اس نے ان تمام چیزوں کا ذکر کیا جو مجھ سے پہلی ملاقات کے بعد اس نے سرانجام دی تھیں۔ وہ کتاب ''جھوٹ کی طاقت'' کا مطالعہ کر چکا تھا جس کا مصنف بویر جو ناروے کا باشندہ تھا۔ اس نے لکھا' جس نے اس پر بہت اثر ڈالا تھا اور اب خود کو مجبور پاتا ہے کہ مجھ سے اعتراف کر لے کہ اس نے مجھ سے دائو پیچ کیے تھے اور میرے ساتھ دورے میں مجھ سے جو گھٹیا باتیں کی تھیں۔ یہ باتیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے چین سے نہیں رہنے دے رہیں۔اس لیے وہ اب خاموش نہیں رہ سکتا۔

اس نے اس وقت بھی جھوٹ بولا جب اس نے کہا کہ گزشتہ مارچ میں شکاگو کے سماجی اجتماع کے منصوبے کا راز اس نے افشا نہیں کیا تھا۔اس نے پولیس کو تو اطلاع نہیں دی تھی مگر اس نے ایک اخباری نمائندے کو ضرور اعتماد میں لے کر یہ بات بتا دی تھی۔جس نے اسے اپنی ذات تک محدود رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔اس نے اس وقت بھی کذب بیانی سے کام لیا جب وہ ''اہم امور'' کی بناء پر مجھ سے ملنے نہ آیا تا کہ پولیس کی موجودگی کا سبب بیان کرے۔وہ ہال سے نکل کر ایک لڑکی سے ملنے چلا گیا جس کے لیے اس کے دل میں بہت جگہ ہے۔اس نے اس وقت بھی مجھ سے غلط بیانی کی تھی جب وہ مجھے یہ اطمینان دلا رہا تھا کہ میرے ساتھ سفر کرنے کے اخراجات کی رقم اس کے پاس ہے۔اس نے یہ رقم بطور قرض حاصل کی اور ہماری مطبوعات فروخت کر کے اس نے یہ رقم چکائی تھی۔اس نے کتب کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم سے پیسے نکال کر اپنی ماں کو بھیجے۔وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس لیے وہ اس کی دیکھ بھال پر ہمیشہ مستعد رہتا ہے۔اس نے مجھے یہ بھی کبھی نہ بتایا کہ وہ ماں کی بھی کفالت کرتا ہے کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں تم مجھے رخصت نہ کر دو۔ ہر مرتبہ جب تم نے اس پر حیرانی ظاہر کی کہ بظاہر رقم غائب ہو گئی ہے تو میں تم سے جھوٹ بول دیتا۔میرے جلسوں کے بعد غائب ہونے پر اور کئی کئی دن تک لاپتہ رہنے کے بعد میں نے جو مجبوریاں بیان کی تھیں وہ نری جھوٹ تھیں۔وہ دوسری عورتوں کے ساتھ کچھ رے اڑانے چلا جاتا۔یہ عورتیں وہ ہوتیں جن سے جلسوں میں ملاقات ہو جاتی یا کہیں اور ملتیں۔وہ تقریباً ہر شہر میں عورتوں کے پاس رہتا۔وہ ان سے محبت نہیں کرتا تھا لیکن ان کی جسمانی دلکشی اسے دیوانہ بنا دیتی تھی۔اس میں ہمیشہ ہی سے یہ دیوانہ پن موجود تھا اور غالباً آئندہ بھی رہے گا۔یہ خواتین میرے لیے لمحے بھر کی تفریح کے علاوہ کچھ بھی نہ تھیں۔میں بعد میں ہمیشہ انہیں بھول جاتا ہوں اور بسا اوقات تو مجھے ان کے نام بھی نہیں معلوم ہوتے۔یہ بھی درست ہے کہ ان چار مہینوں میں وہ دیگر عورتوں کی صحبت سے لطف اٹھاتا رہا۔لیکن وہ صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔وہ تو مجھے پہلی نظر ہی میں چاہنے لگا تھا اور ہر دن میرے لیے اس کے جنون میں اضافہ ہوتا گیا۔میں ہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی قوت ہوں اور میرا کام اس کی واحد فکر۔وہ اسے ثابت کر دے گا اگر میں اسے نہ دھتکار دوں۔اگر میں اس کے جھوٹ اور فریبوں کو معاف کر دوں اور ایک مرتبہ پھر سے اس پر اعتماد کرنے لگوں۔لیکن خط پڑھنے کے بعد میں اسے دھتکار بھی دوں گی وہ تب بھی خود کو اس بات سے سبکدوش محسوس کرے گا کہ میں نے اعتراف کر لیا تھا۔اسے دروغ گوئی سے پیدا ہو جانے والی بے چینی اور جکڑ جانے کا احساس ہو گیا تھا۔

مجھے یوں لگا جیسے میں دلدل میں اترتی چلی جا رہی ہوں۔اور بڑی بدحواسی میں میں نے اپنے سامنے کی میز کا کنارہ پکڑ لیا اور رونے کی کوشش کی۔لیکن میرے حلق سے کوئی آواز نہ نکلی۔میں تو شل ہو چکی تھی اور یہ خطرناک خط جیسے میرے جسم پر سرسرا رہا ہو حرف کے بعد حرف اور اس کی رال مجھے اپنے اندر کھینچے لے رہی ہو۔

ساشا کی آمد سے میں اس دنیا میں لوٹ آئی۔ساشا.....اس لمحے.....تمام لوگوں میں سے یہی! وہ اس خط کے مطابق بن کے متعلق جو بھی کہہ چکا تھا حرف بہ حرف درست نکلا! اور میرے منہ سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

ایما تمہاری ہنسی بہت زہریلی ہے۔یہ چھری کی طرح کاٹ رہی ہے۔کیا ماجرا ہے۔؟'' کچھ نہیں' کچھ بھی نہیں' مجھے فوراً کوچہ گردی شروع کر دینا چاہئے ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔'' میں نے لپک کر اپنا کوٹ اور ٹوپ اٹھایا اور پانچویں منزل کی سیڑھیاں دوڑتے ہوئے طے کیں' گھنٹوں میں آوارہ گردی کرتی رہی' خط دماغ میں دہک رہا تھا۔یہ ہے وہ آدمی جسے میں نے اپنے دل میں بٹھایا! اپنی زندگی اور کام میں شامل کیا۔مویشیوں جیسی احمق میں نکلی۔میری ہوس نے مجھے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ مجھے وہ نظر نہ آیا جسے سب دیکھ سکتے تھے۔میں ایما گولڈمان جسے کسی چالیس سالہ عام عورت کی طرح ایک نوجوان کی دیوانہ بنانے والی وجاہت بہکا لے جائے۔ایک اجنبی جو کسی محفل میں اتفاقاً ملتا ہے جو میرے تمام نظریات اور خیالات کے لیے بالکل غیر ہے اور جیسے مثالی مرد کا میں ہمیشہ خواب دیکھتی یہ اس کے برعکس تھا۔نہیں' نہیں! یہ سب ناممکن ہے! خط صحیح نہیں ہو سکتا یہ سب ذہن کی اختراع تھی اور زور تخیل بھی۔یہ حقیقت نہیں ہو سکتی۔بن کچے ذہن کا مالک ہے اور اس پر ہر قسم کے خیالات اثر پذیر ہو سکتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ جن کتابوں کو پڑھتا ہے ان میں اپنے ہی نظریات کی جھلک پاتا ہے۔ اسے اپنی ذات اور زندگی کو ڈرامائی بنانے کا چسکا ہے۔ اس کسان کا سانحہ جو بوَیر کے ناول میں بیان کیا گیا ہے جو ایک مرتبہ بے خیالی میں بلکہ بلاضرورت جھوٹ بول دیتا ہے اور اس کے بعد مجبوراً زندگی بھر جھوٹ بولے جاتا ہے تاکہ اپنے پہلے جھوٹ کو سہارا دے سکے اسی کا بالتصویر نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بَن نے اس کتاب کے اس کردار میں اپنی ذات دیکھ لی۔ اصل بات یہی ہے۔ بات یہیں ختم ہو جاتی۔ جب میں نے گھنٹوں آوارہ گردی کی تو یہی خیالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے اور دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک تو یہ کہ میں دل سے چاہتی تھی کہ اس پر اعتبار کر لوں اور دوسری جانب میری یہ خواہش تھی کہ میں نے خود کو ایسے شخص کے کیوں سپرد کر دیا جس میں دیانتداری کی کمی ہے۔ ایسا فرد جس پر میں کبھی اعتبار نہیں کر سکوں گی۔

شدید ذہنی کوفت کے دن گزر رہے تھے اور اس میں یہ عذاب بھی شامل تھا کہ بَن کے اقدامات کی تاویلات اور وجوہ اور ہر کوشش جھلاہٹ پیدا کرتی اور بے سود ہوتی۔ میں نے خود سے بارہا کہا ''بَن اس دنیا کا باشندہ ہے جہاں انسانی رشتوں کی بنیاد میں جھوٹ ہوتا ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ جب آزاد روحیں اپنی محبت اور کاروبار میں دیانت داری اور بے تکلفی سے ہر حصے میں شراکت دار ہوتی ہیں جنہیں زندگی مہیا کرتی ہے۔ ایسا فرد جس کے یہ آدرش ہوں وہ کوئی دھوکہ دیتا ہے نہ چوری کرتا ہے اور نہ جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن وہ تو کسی اور دنیا کا رہنے والا ہے۔ مجھے اس کی مذمت کرنے کا کیا حق ہے۔ میں جو دوسروں کو زندگی کی نئی اقدار کی تعلیم دیتی ہوں؟''

''لیکن اس کا جنون؟ اس کا ہر عورت سے بات کر لینا؟'' میرا دل چلا چلا کر احتجاج کرنے لگا۔ ''وہ عورتیں جن سے اسے الفت نہ تھی اور نہ ہی کوئی احترام۔ کیا تم اسے بھی حق بجانب سمجھتی ہو؟ نہیں، بالکل نہیں!'' یہ آوازیں میرے اندر کی عورت کی روح کی صدائیں تھیں۔

''ہاں'' میرے ذہن نے جواب دیا۔ اگر یہ اس کی فطرت ہے اور اس کی بالادست ضرورت تو میں کس طرح معترض ہو سکتی ہوں؟ میں تو جنس میں آزادی کی مبلغ رہی ہوں۔ میں خود کئی مردوں کو اپنا بنا چکی ہوں۔ لیکن میں ان سے محبت کرتی تھی۔ اور میں ان کے ساتھ بلا تمیز و تکلف نہیں چلی جاتی تھی۔ یہ دردناک دل آزاری ہوگی کہ میں بھی ان عورتوں میں سے ایک ہوں جو بَن کی زندگی میں آئیں تھیں۔ یہ میری محبت کی ایک خوفناک قیمت ہوگی جو میں ادا کروں گی۔ لیکن کوئی بھی قابل ذکر شے بغیر بھاری قیمت ادا کیے نہیں ملتی۔ میں اپنے حقوق کی مہنگی قیمت چکا چکی ہوں اپنے سماجی آدرش کے لیے اور ہر اس شئے کے لیے جسے میں نے حاصل کیا۔ کیا بَن کے لیے میری محبت اتنی ادنیٰ ہے کہ میں اس کی قیمت ادا کرنے سے قاصر ہوں جو اس کے قوت عمل کے تقاضوں میں پنہاں ہے؟'' اس کا کوئی جواب نہیں مل رہا۔ میں اپنے اندر متضاد خیالات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی بے سود کوشش کر رہی ہوں جو میری روح میں آمادہ پیکار ہیں۔

چندھیائی ہوئی اور اپنے ماحول سے تقریباً بے خبر میں نے بستر پر سے جست لگائی۔ اب بھی اندھیرا تھا۔ نیند میں چلنے والے مریض کی طرح میں نے کپڑے پہنے اور ساشا کے کمرے میں داخل ہو گئی اور اسے جھنجھوڑ کر سوتے میں سے جگا دیا۔

''مجھے بَن کے پاس جانا چاہئے میں نے کہا کیا تم پہنچانے چلو گے؟''

ساشا تو ششدر رہ گیا۔ اس نے کمرے کی روشنی جلائی اور میری جانب متجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے نہ کوئی سوال پوچھا اور نہ ہی کچھ بولا۔ اس نے جلدی سے کپڑے پہنے اور میرے ہمراہ چل دیا۔

ہم خاموشی سے چلتے رہے۔ میرا ذہن تیر رہا تھا اور میرے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ ساشا نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لے لیا۔ میرے بٹوے میں ایک کنجی رکھی تھی جو اس کمرے کی تھی جہاں بَن رہتا تھا۔ میں تو اندر داخل ہو گئی اور پھر ایک لمحے کے لیے ساشا کی جانب مڑی۔ بغیر ایک لفظ کہے میں نے دروازہ بند کر دیا اور دو منزلوں کی سیڑھیاں دوڑتی ہوئی چڑھی اور بَن کے کمرے میں دھکا دے کر گھس گئی۔

وہ بڑی زور سے چیخا۔ ''ممی آخر کار تم آ ہی گئیں! تم نے مجھے معاف کر دیا، تم معاملے کو سمجھ گئیں۔'' ہم ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئے اور باقی تمام باتیں کافور ہو گئیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۴

ہم نے جب اپنے دورے کی تفصیلات طے کی تھیں تو اسی زمانے میں امریکہ میں ہونے والے صدارتی انتخابات کو ذہن میں نہ رکھا کہ امریکی عوام اس سیاسی شعبدہ بازی میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے دورے کے پہلے حصے کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انڈیانا پولیس جو میرے دورے میں پہلا شہر پڑا اس میں سامعین کی بہت بڑی تعداد آئی لیکن میرے لیکچر کو لگے بندھے ضابطوں کے تحت کچل دیا گیا۔ میئر نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ پولیس نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا تھا۔ لیکن بلاشبہ وہ بھی اس محکمے کے خلاف کچھ نہ کر سکا۔ افسر اعلیٰ نے کہا کہ جلسے کو روکنا ممکن ہے خلاف قانون ہو۔ لیکن جہاں تک معاملہ فہمی کا تعلق ہے یہ درست اقدام تھا۔

ہم سینٹ لوئیس میں تو خوش قسمت نکلے۔ جہاں ہمیں کسی رکاوٹ سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ وہیں میں ولیم میربن ریڈی سے ملی جو سینٹ لوئیس مرر کا مدیر تھا۔ وہ اور اس کا اخبار امریکی دانشوروں کے صحرا کے اندر نخلستان تھا۔ وہ باصلاحیت کشادہ تہذیب اور حس مزاح سے مالا مال تھا۔ اور مزاجاً باہمت تھا۔ ہمارے سینٹ لوئیس کے قیام کو اس کی رفاقت نے ایک خوشگوار واقعہ بنا دیا اور سامعین کی متنوع اور بڑی تعداد کے لانے کا باعث بنا۔ میری روانگی کے بعد اس نے اپنے ہفت روزہ میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''خوابوں کی بیٹی''۔ میرے نظریات کی اس سے بہتر ستائش اور اس سے بڑھ کر خراج عقیدت اس سے پہلے کسی غیر انارکسٹ نے نہ لکھی تھی۔

سیاٹل میں بن اور مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ہال کے دروازے پر اپنے جسم کا بوجھ زیادہ ڈال دیا تھا جسے اس نے اندر سے بند پایا تھا۔ میرا جرم اس کے حراست میں لیے جانے پر احتجاج کرنا تھا۔ تھانے پر یہ کھلا کہ میرے مینجر کے جرم کا ہرجانہ ڈیڑھ ڈالر تھا۔ یہ اتنی ہی رقم تھی جو ہال کے مالک نے ٹوٹے تالے کی قیمت بتائی تھی۔ جائیداد کے تقدس کی اس پائمالی کا ہرجانہ ادا کرتے ہی ہمیں رہا کر دیا گیا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کے بعد سیاٹل میں پھر کوئی جلسہ نہ ہو سکا۔ اور اس نقصان کا مجھے معاوضہ بھی نہ ملا جو میں نے برداشت کیا تھا۔

ایوریٹ میں ہمیں ہال دینے کا کوئی روادار نہ تھا۔ بیلنگھم میں ہماری ٹرین کو جاسوسوں نے گھیر لیا اور ہمارا ہوٹل تک تعاقب ہوا اور جب ہم ریسٹورنٹ کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے ہمیں حراست میں لے لیا۔ ''کیا آپ اتنا انتظار کر سکتے ہیں کہ ہم عشائیہ کھا لیں۔'' بن نے ایک دلفریب مسکراہٹ سے ان سے بات چیت چھیڑ دی۔ ''کیوں نہیں'' ہمارے مربی نے جواب دیا۔ ''ہم انتظار کر لیں گے'' باہر کے ترشح اور ٹھٹھرانے والی سردی کے باوجود ریسٹورینٹ روشن اور گرم تھا۔ لیکن ہمیں اپنے پہرے داروں پر کوئی رحم نہ آیا۔ ہم نے کھانا ختم کرنے میں تاخیر کی اس لیے کہ ہمیں معلوم تھا کہ ہمیں طویل رات ایسی جگہ گزارنا ہے جہاں نہ روشنی ہوگی اور نہ ہی تاپنے کے لیے آگ۔ تھانے پر ہمیں وارنٹ تھما دیئے گئے۔ یہ ابدی حیات کے شایان شان دستاویز تھی۔ اس میں درج تھا ''ایما گولڈمان اور ڈاکٹر بن ایل۔ آر۔ ریٹمین'' ''جو انارکسٹ ہیں اور قانونی دائرے سے خارج ہیں' انہوں نے ایک غیر قانونی جلسہ منعقد کرنے کی سازش کی'' اور اسی نوعیت کی الا بلا۔ ہمیں یہ انتخاب کرنے کا موقع دیا گیا کہ یا تو ہم بیلنگھم سے فی الفور روانہ ہو جائیں یا شہر کی جیل چلیں۔ واشنگٹن اسٹیٹ میں یہ پہلی مہمان نوازی تھی جو ہمیں پیش کی گئی تھی اس لیے ہم نے جیل کے حق میں فیصلہ کیا۔ نصف شب میں قصبہ چھوڑ دینے کی پیشکش کو پھر دھرایا گیا لیکن چونکہ میں جیل کی کوٹھری میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جم چکی تھی اس لیے میں نے جانے سے انکار کر دیا اور بن میرا ہم خیال تھا۔

صبح میں ہمیں ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا جس نے ہماری ضمانت کے لیے پانچ ہزار ڈالر کا فیصلہ دے دیا۔ بات بالکل عیاں تھی جسے جج بھی جانتا تھا کہ پولیس نے اپنے سر ایسی ذمہ داری لے لی ہے جسے اٹھائے رکھنا اس کے بس کے باہر ہے۔ ہم پر محض ایک جلسہ منعقد کرنے کی ''کوشش'' کے الزام میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی ہم ان کے رحم و کرم پر تھے۔ ہم شہر میں کسی سے واقف نہ تھے جس سے ہم ضامن بننے کی توقع کرتے۔ اور ہمارے ایسے وسائل بھی نہ تھے کہ کسی وکیل سے رابطہ کر سکتے۔ تاہم مجھے اس بات میں ضرور دلچسپی تھی کہ دیکھوں یہ قانونی حماقت کہاں تک چلتی ہے۔

سہ پہر میں دو اجنبی نمودار ہوئے۔ انہوں نے خود کو مسٹر شیمل وکیل اور مسٹر بیچ کہہ کر خود کو متعارف کرایا۔ اولذکر نے اپنی خدمات رضا کارانہ اور بلا معاوضہ پیش کیں۔ دوسرے نے یہ پیشکش کی کہ وہ ہمارا ضامن بننے کو تیار ہے۔

''لیکن تم دونوں تو ہم سے واقف نہیں ہو'' میں نے تعجب سے کہا ''تم اتنی بڑی رقم کو کیسے خطرے میں ڈالو گے۔''

''ہاں بات درست ہے'' مسٹر شیمل بولا ''ہم تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں، ہم انارکسٹ نہیں ہیں لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو شخص کسی نصب العین کے لیے اگر خم ٹھونکتا ہے تو وہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔''

میں انہیں ششدر کرنا نہ چاہتی تھی ورنہ میں انہیں بھری عدالت میں گلے سے لگا لیتی۔ کرسی عدالت پر براجمان ابلا انڈہ جو صبح میں زبان درازی کر رہا تھا جس وقت ہم اس کے سامنے بے یار و مددگار پیش کیے گئے تھے۔ اس وقت نرم گفتاری کا پیکر بنا ہوا تھا۔ ہمیں بہ عجلت ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ ایک ریسٹورنٹ میں ہمارے نئے دوستوں نے ہماری خاطر مدارات کی اور ٹرین تک چھوڑنے آئے۔

جب ہم بلین پہنچے جو کینیڈا کی سرحد ہے تو ایک شخص ہمارے ڈبے میں داخل ہوا ''تم ایما گولڈمین ہو کیا ایسا نہیں ہے؟'' ''اور تم کون ہو؟'' میں کینیڈا کا ایمی گریشن انسپکٹر ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہیں ٹرین سے اتار لوں۔'' کوئی بھی ایسی شائستہ درخواست کے جواب میں کیا کر سکتا ہے سوائے سر تسلیم خم کرنے کے؟ دفتر میں بیٹھا انسپکٹروں کا انچارج اس بات پر بھونچکارہ گیا کہ میں ایک باوقار خاتون لگ رہی تھی نہ کہ ایسی عورت جو بم لٹکائے گھوم پھر رہی ہو۔ اس نے ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ اس نے جو کہانیاں امریکی اخبارات میں پڑھی تھیں کہ تم بہت خطرناک عورت ہو۔ اس نے اس لیے کینیڈا میں ہمارے داخلے کو اس وقت تک کے لیے موخر کر دیا ہے جب تک اسے اوٹوا سے ہدایات نہیں مل جائیں۔

اس نے مجھ سے کہا کہ اتنی دیر میں اس کے حجرے میں آرام کر سکتی ہوں۔ کھانے اور مشروبات جو چیز مجھے درکار ہو مانگ سکتی ہوں۔ اور تاخیر کی صورت میں مجھے مقامی ہوٹلوں کے بہترین کمروں میں ٹھہرایا جائے گا۔ اس نے بہت شائستہ لب و لہجے میں گفتگو کی اور اس کا لہجہ اتنا دوستانہ تھا جیسا میں نے کبھی کسی امریکی اہل کار کا نہ سنا تھا۔ حالانکہ نتیجہ وہی نکلا لیکن میں اس مداخلت پر برہم نہ تھی۔

اگلی صبح اسی ملنسار انسپکٹر نے یہ اطلاع دی کہ اٹاوہ نے بذریعہ تار کہا ہے کہ ایما گولڈمان کو نہ روکو۔ ان دنوں تا جور کینیڈا میں کوئی ایسا قانون نہ تھا جو ملک میں میرے داخلے کی ممانعت کرتا ہو۔ امریکی جمہوریت اپنے انارکسٹ مخالف قوانین کی وجہ سے بڑی مضحکہ خیز حالت میں تھی۔

سان فرانسسکو میرے لیے خصوصی دلچسپی کا باعث تھا۔ سابق فوجی سپاہی ولیم بووالڈ ہماری احتجاجی مہم کے نتیجے میں جو ہم اس کے حق میں چلا رہے تھے بہ امر مجبوری صدر روز ویلٹ نے اسے عام معافی دے دی۔ وہ دس ماہ کی اسیری کے بعد رہا کر دیا گیا یہ سب کچھ شہر میں میری آمد سے دو ہفتے پہلے ہوا تھا۔

بادو باراں کے ایک بھیانک طوفان کی وجہ سے وکٹری تھیٹر میں ہونے والی میری پہلی تقریر میں بہت کم سامعین پہنچ سکے۔ تاہم اس سے ہماری ہمت شکنی نہ ہوئی کیونکہ میری آٹھ تقاریر کے سلسلے اور دو مباحثوں کی زبردست تشہیر ہو چکی تھی۔ اگلی سہ پہر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ولیم بووالڈا مجھ سے ملنے آیا۔ وہ اپنے غیر فوجی لباس میں اس سپاہی سے بالکل مختلف لگ رہا تھا جس سے میں نے والٹن پویلین کے چبوترے پر اس یادگار سہ پہر میں چشم زدن میں مصافحہ کیا تھا۔ اس کا عمدہ کھلتا چہرہ ذہین آنکھیں اور مضبوط جبڑا ایک خودمختار شخصیت کی چغلی کھا رہے تھے۔ میں سوچنے لگی کہ اس نے بغیر کسی کجروی کے فوج میں کس طرح پندرہ برس گزارے۔ بووالڈا نے بتایا کہ اس نے فوج میں محض روایت کے تحت شمولیت اختیار کر لی تھی۔ وہ پیدا تو امریکہ میں ہوا مگر وہ نسلاً ڈچ تھا اور اس کے خاندان کے تقریباً تمام مرد ہالینڈ میں فوجی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ وہ امریکی آزادیوں پر یقین رکھتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ فوجی قوت ان کو مطلوب تحفظ فراہم کرتی ہے۔ کئی مواقع پر اس نے اخبارات میں میرا نام پڑھا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایما گولڈمان کوئی خبطی اور سڑی سودائی عورت ہے اس لیے اس کے متعلق چھپنے والے مضامین کو میں بہت کم توجہ دیتا تھا۔ ''اس بات سے تو میری طبیعت باغ باغ نہیں ہوئی'' میں نے بات کاٹ کر کہا ''تم کسی خاتون سے کیوں ترش روی کر سکتے ہو؟''

''اگرچہ یہ بھی درست ہے'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ فوجی لوگ تو اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں۔ اس نے وضاحت کی اور وہ تو خاص طور سے گزشتہ کئی برسوں سے مشغول چلا آ رہا ہے۔ اس نے حیوانات کی جراحی کا ایک کورس لے لیا تھا کیونکہ اسے گھوڑوں سے عشق کی حد تک دلچسپی ہے اور اس نے مختصر نویسی بھی سیکھی تھی۔ بیریکوں میں اپنے فرائض میں اتنا منہمک رہا ہوں کہ دوسری دلچسپیوں کے لیے وقت ہی نہ نکال سکا۔

وہ میرے جلسے میں حادثاتی طور پر آ پہنچا تھا۔ وہ تو ہوا خوری کی نیت سے نکلا تھا۔ اس نے والٹن پویلین کے سامنے لوگوں کا ایک اژدھام دیکھا اور پولیس کھڑی دیکھی جس سے مجھے جستجو ہوئی اور اس نے سوچا کہ یہ بہترین موقع ہے کہ تقریر لکھ کر سٹینوگرافی کی مشق کی آزمائش کی جائے۔ ''تب تم نمودار ہوئیں'' وہ بولے جا رہا تھا۔ ایک مختصر لاابالی شخصیت جو سیاہ پوشاک میں تھی اور تم نے بولنا شروع کر دیا۔ میں تو بے چین ہونے لگا۔ شروع میں تو میں یہ سمجھا کہ ہال میں گرمی ہو رہی ہے اور فضا میں کشیدگی ہے۔ لیکن میں نے اس مقصد کو فراموش نہ کیا تھا جس کے لیے میں وہاں آیا تھا۔ چند لمحے تو تمہاری باتیں میری سمجھ میں آتی رہیں۔ لیکن بعد میں تمہاری آواز سے سراسیمہ ہونے لگا۔ مجھے یوں لگا میری زندگی بھر کی پونجی کو جسے میں اٹھائے پھر رہا تھا تمہارے برف توڑنے والے ہتھوڑے کے استغاثے نے بکھیر دیا اور میرے تمام نظریات جو نہایت عظیم تھے یکے بعد دیگرے پاش پاش ہوتے جا رہے تھے مجھے بہت تاؤ آیا۔ میں احتجاج کے لیے اپنی آواز بلند کرنا چاہتا تھا تاکہ پورے مجمعے کے سامنے تمہارے نظریات کو للکاروں۔ لیکن جتنا میں تمہارے زور بیان سے مزاحم ہوتا الٹا اتنا ہی مجھ پر جادو چڑھتا جاتا۔ تمہاری تقریر کی فصاحت نے آخری لمحے تک مجھے دم بخود کیے رکھا۔ میں بدحواس ہو چکا تھا اور فرار کی راہ تلاش کر رہا تھا۔ اس کے بجائے میں ہجوم کے ہتھے چڑھ گیا اور خود کو چبوترے پر کھڑا پایا اور ہاتھ بڑھا کر ملانا چاہ رہا تھا۔

''پھر اس کے بعد؟'' میں نے پوچھا ''کیا تم نے جاسوسوں کو اپنا پیچھا کرتے دیکھا تھا؟'' ''کیا تمہیں اندازہ تھا کہ وہ تمہارے لیے مسائل پیدا کر دیں گے؟''

''مجھے نہیں یاد کہ میں ہال سے کس طرح نکلا اور نہ ہی مجھے یہ احساس تھا کہ میں نے کوئی غلط کام کیا تھا۔ میں نے جو سنا تھا اس نے میری طبیعت کو زیروزبر کر دیا تھا اور میں اس تلاطم کی گرفت میں تھا جو تمہارا پیدا کردہ تھا۔ میں پریسیڈیو پہنچنے تک اسی معاملے پر سوچتا رہا۔ وہ غلط کہتی ہے۔ وہ بالکل غلط ہے! حب الوطنی بدذاتوں کی آخری پناہ گاہ نہیں ہے۔ عسکریت محض قتل اور تباہی نہیں ہے۔ جب سادہ لباس والے معاملے کو میرے افسران کے علم میں لائے تو مجھے حراست میں لے لیا گیا۔ میں سمجھا یہ سب کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ مجھے کسی اور کے دھوکے میں گرفتار کر لیا گیا ہے اور صبح میں مجھے رہا کر دیا جائے گا۔ اگر میں اس سے مختلف انداز میں سوچ رہا ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ تم صحیح کہتی ہو۔ اور میری پوری ذات اس خیال سے برسرپیکار تھی۔ کئی روز تک میں اس خیال سے چمٹا رہا کہ تم نے حکومت کی غلط تعبیر کی تھی جس کی میں گزشتہ پندرہ برس سے خدمت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اور یہ بھی کہ میرا ملک بہت حق بجانب ہے اور انصاف پر ہوتے ہوئے تمہیں غیر معقول الزامات پر مجرم ٹھہرایا جا رہا ہے۔ لیکن جب مجھے فوجی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عدالت کے سامنے پیش کیا گیا تو میری سمجھ میں یہ بات آنے لگی کہ جو کچھ تم نے اپنی تقریر میں کہا تھا وہی سچ تھا۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ آخر ایما نے تم پر کون سا احسان کیا تھا جس کی وجہ سے تم اس خطرناک شخصیت سے تعلقات پیدا کرنے پر مجبور ہوئے۔ اور میں نے جواب دیا ''اس نے تو مجھے سوچنے پر لگا دیا'' حقیقت یہی ہے کہ تم نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایما گولڈمان چالیس سال کی زندگی میں پہلی مرتبہ۔'' میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ ''اب تم فوجی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے آزاد ہو چکے ہو تو ہم بلاخوف وخطر مصافحہ کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں دوست بن جانا چاہیے۔'' اس نے بڑی بے تابی سے میرا ہاتھ تھام لیا ''دوست پوری زندگی کے لیے اور پیاری عظیم ایما کا مریڈ بھی ہمیشہ کے لیے۔''

میں اس کی کہانی میں اتنی کھو گئی تھی کہ یہ بھی بھلا بیٹھی کہ مجھے آج کے جلسے کی تیاری کرنا ہے۔ میں تقریر کرنے سے پہلے کبھی نہ کھا سکتی یہاں تک کہ میں رات کا کھانا بھی ترک کر دیتی لیکن اپنے مہمان کے لیے میں کوئی اچھی میزبان نہ ثابت ہوئی۔ میرے نئے کامریڈ نے دلیری سے کام لے کر مجھے اطمینان دلایا کہ اسے کھانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔

جب ہم ہال سے ایک ایوان دور تھے تو ہمیں کوچہ لوگوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ یہ ہمارے اعلانات کا نتیجہ ہے کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ لیکن جب ہم وکٹری تھیٹر پہنچے تو جاسوسوں نے میرا استقبال کشادہ بازوؤں سے کیا اور مجھے حراست میں لے لیا۔ بووالڈا نے اس پر احتجاج کیا اور وہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ہمیں کشتی گاڑی میں جب چڑھایا گیا تو کھلا کہ بن کا انجام بھی کچھ جدا نہ تھا۔ جب گاڑی کوچوں میں چرچراتی ہوئی گزری تو اس نے عجلت میں یہ بتایا کہ پولیس نے ہر شخص کو تھیٹر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اور ڈنڈوں کا آزادانہ استعمال کیا تھا۔ اس نے کسی شخص کو مجھے روکنے کے لیے روانہ کیا تھا لیکن لگتا ہے کہ جب وہ پہنچا ہوگا تو میں روانہ ہو چکی تھی۔

پولیس کے صدر دفاتر پر ولیم بووالڈا کو ''خطرناک مجرمین'' کے ساتھ رہنے پر سخت سرزنش کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ بن اور مجھ پر ''سازش'' غیر قانونی دھمکیوں، قوت کے استعمال اور تشدد کرنے اور عوامی امن وامان کی حالت کو بگاڑنے'' کے الزمات عائید کیے گئے۔ صبح میں ہمیں ایک جج کے سامنے لے جایا گیا۔ اس نے مقدمے کی کارروائی کے آغاز تک ہمیں سولہ ہزار ڈالر فی کس کی ضمانت پر رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اسی دن الیگزینڈر ہورکو ایک دستی اشتہار تقسیم کرنے پر جو وہ ارباب اختیار کی کارروائیوں کے خلاف بطور احتجاج کر رہا تھا گرفتار کر لیا گیا۔ ہمارے لیے وکیل اور زر ضمانت کا انتظام اور معاملے کی تشہیر کی ساری کارروائی کا ذمہ کیسس وی کک کے نازک کندھے پر پڑ گئی۔ میں چند برس ہوئے اس شخص سے سرسری انداز میں مل چکی تھی۔ لیکن وہ تو طاقت کا مینار ثابت ہوا۔

چند دنوں کے اندر ساشا اور نیویارک کے دوستوں نے بذریعہ تار مطلع کیا کہ پانچ ہزار ڈالر بسلسلہ ضمانت بھیجے جا رہے ہیں اور عدالتی کارروائی کے لیے رقم جمع کی جا رہی ہے۔ اور ملک بھر سے احتجاجوں اور چندوں کی بارش ہونے لگی۔ لاس اینجلس کا چارلس ٹی سپریڈنگ جس سے میں اپنے پہلے اور ساحل کے واحد دورے میں سال ۱۸۹۷ء میں ملی تھی اور ہمارا زندہ دل چارلی خوش طبع اور چٹکلے سنانے والا اس نے بھی زر ضمانت کے لیے دو ہزار ڈالر بھیج دیئے۔ فوریسٹرز اور دیگر دوستوں نے بھی ایسے ہی مدد کی۔ ہماری ان تکالیف کا ہمارے کامریڈوں سے کیا تعلق تھا کہ وہ سب ہماری مدد کو آ گئے۔

ہمارے وکیل کرک اور کنگ صاحبان ذہین اور جرات مند نکلے انہوں نے ہماری طرف سے ایسا زور لگایا کہ چند دنوں کے اندر ہی ہمارا زر ضمانت واگزار کرانے میں مسٹر کرک کامیاب ہو گئے۔ ہمیں رہا ہو کر ان کی تحویل میں رہنا تھا۔ لیکن نہ جانے کیسے ایک اور معاملے میں ہمیں ماخوذ کر لیا گیا۔ اور فرد جرم عائد کی گئی کہ ''غیر قانونی اجتماع اور تمام سرکاری اداروں کی غیر ضروری فضیحت'' اور خوفناک سے خوفناک تر یہ کہ ''انارکسٹ نظریات کی تبلیغ۔'' اس کی ضمانت دو ہزار ڈالر فی کس مقرر ہوئی۔ مجھ پر پہلے مقدمہ چلے گا اور بن پر اس کے بعد۔

ہمارے جلسے پر پولیس کے دھاوے اور ہماری گرفتاری پر سان فرانسسکو کے اخبارات سنسنی خیز رودادیں شائع کر رہے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہیں بڑھا چڑھا کر یہ کہا جاتا کہ ''ایما گولڈمان میں جذبات اور احساسات چھو کر نہیں گزرے۔'' جب وہ جیل میں ہے تو اسے ایک تار برقی دیا گیا جس میں اس کے باپ کی موت کی اطلاع تھی تو بقول اخبار اس نے اس خبر کو جذبات سے عاری چہرے سے سنا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے والد کا خاتمہ جو اگرچہ خلاف توقع نہ تھا، اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور مجھے اس کی ضائع شدہ زندگی کی تفصیلات نے دلگیر کر دیا۔ وہ کوئی تیس برس سے اپاہج ہو چکا تھا اور وہ معمول سے ہٹ کر حالیہ برسوں میں بیمار پڑنے لگا اور جب میں گزشتہ ماہ اکتوبر میں روچسٹر اپنے سابقہ دورے میں ملی تھی تو اسے دیکھ کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا کہ وہ قریب المرگ ہو چکا تھا۔ ماضی کے دیو کو زندگی کے طوفانی تھپڑوں نے بے کس بنا دیا تھا۔

گزرتے برسوں نے مجھ میں اپنے باپ کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر دی اور باہمی ہمدردی نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ میری عزیز ترین بہن ہیلینا کی دیرینہ کوششوں کا اس میں بہت دخل تھا جو میرے اندران کے لیے تبدیلی آئی۔ اس میں جنس سے متعلق پیچیدگیوں کے شعور نے بھی اس قوت کو عیاں کر دیا جو ہمارے احساسات پر حاوی تھی۔ میں اپنی سیمابی فطرت کو کہیں بہتر طریقے سے سمجھنے لگی اور میرے تجربات نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا جو میری نگاہوں سے اتنی مدت تک اوجھل رہا جو میرے باپ کی سرشت میں بھی مخفی تھا۔ اس کے مزاج کی سختی اور مار پیٹ اس کی گہری جنسی فطرت کی علامات تھیں جسے مناسب حد تک اظہار کا مناسب موقع نہ مل سکا۔

میرے والدین کی پرورش ایک جگہ پر روایتی یہودی اور دقیانوسی طریقوں پر ہوئی تھی جس میں محبت ناپید تھی۔ وہ شروع ہی سے بے میل کا جوڑا تھے۔ ماں تیئس برس کے سن میں بیوہ ہو گئی تھی۔ اس کے دو بچے تھے اور بطور جائے داد ایک چھوٹی سی دکان۔ اس کے اندر تھوڑی بہت محبت اگر ہو گی بھی تو وہ اس نوجوان کے ساتھ مر گئی ہو گی جس سے اس کا پندرہ برس کی عمر میں بیاہ ہوا تھا۔ باپ نے جب گھر بسایا تو اس میں جوانی کی آگ کا الاؤ بھڑک رہا ہو گا۔ اس کی بیوی اس سے ایک سال بڑی تھی مگر حسن سے منور تھی۔ اس کی ضرورتوں کی مجبوری اسے میری ماں کی طرف کھدیڑ لائی اور اس کی آرزو اسی مناسبت سے بڑھتی رہی جس نسبت سے میری ماں اس کی ناقابل تسکین خواہشات کی مزاحمت کرتی۔ میری آمد اس کے لیے چوتھے بچے کی ولادت تھی۔ اور ہر بچہ اسے قبر کے قریب پہنچا دیتا۔ مجھے اس کی وہ باتیں یاد پڑتی ہیں جو اس زمانے میں میرے کان میں پڑتی تھیں جب مجھ میں انہیں سمجھنے کی صلاحیت بھی نہ تھی۔ اور میرے نہاں خانوں میں جو تاریکی تھی وہ جگمگاہٹ میں بدل گئی اور اس سے یہ بات مجھے سمجھ میں آنے لگی کہ میرے والدین کی باہمی بے تکلفی ان کے لیے برزخ کے قیام سے کم نہ ہو گی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی انہیں ان کے مابین پائی جانے والی کشمکش اور باپ کے بے لگام طیش کی طرف ان کی توجہ مبذول کر دیتا تو انہیں کتنا گہرا صدمہ ہوتا۔ صحت گرنے سے قوت باہ میں بھی کمی آنے لگی اور یوں نفسیاتی تبدیلی بھی آ گئی۔ ابّا بدل کر نرم مزاج صابر اور رحمدل ہو گئے۔ وہ محبت جو انہوں نے اپنے بچوں پر کبھی نہ نچھاور کی تھی اس کی اب وہ میری سوتیلی بڑی بہنوں پر بھی ارزانی کرنے لگے۔ ایک مرتبہ جب میں نے ان کی سخت گیری کی عادت کی طرف توجہ مبذول کرائی جو وہ ہم سے روا رکھتے تھے تو وہ مجھے سمجھانے لگے کہ میرا یہ خیال غلط ہے۔ جو نرمی اب ان کے مزاج میں پیدا ہو گئی تھی اس نے ان کے ذہن سے اس سخت گیری کو کھرچ کر نکال دیا تھا۔ ان کی سب سے بڑی خوبی جو جذباتی دباؤ کے اردب میں آ گئی تھی اور بقائے حیات کے لیے جسمانی مشقت نے کچل دی تھی اس نے بالآخر اپنا مقام پا لیا۔ وہ اب اس نوزائیدہ شفقت کو محسوس کرنے اور ہمیں دینے لگے جس کے نتیجے میں ان کے لیے ہمارے محبت کے جذبات بھی بیدار ہو گئے۔

سان فرانسسکو میں عدالتی ڈھکوسلا بریّت کی شکل میں نکلا اور اس نے انارکزم کے لیے اتنا تشہیری کام انجام دیا جتنا ہم مہینوں کے پرچارک سے حاصل کرتے۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ معنی خیز واقعہ ولیم بووالڈا کا خط نکلا جو اس نے فوجی حکام کو ہماری صفوں میں شامل ہونے کی اطلاع دینے کے لیے لکھا۔ وہ تاریخی دستاویز جو مدر ارتھ کے مئی ۱۹۰۹ء کے شمارے میں چھپی تھی اس کے مندرجات یہ ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عزت مآب جوزف۔این ڈکنسن
سکریٹری برائے جنگ
واشنگٹن ڈی۔سی

ہڈسن ول۔مشی گن
۱۶اپریل ۱۹۰۹ء

جناب والا

اس معاملے پر کچھ عرصے تک غور وخوض کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے محکمے کو یہ نقلی زیور لوٹا دوں۔تا کہ آپ بھی اسے کسی اور کو پیش کرنے کے قابل ہو جائیں جو میرے بہ نسبت اس کی زیادہ توقیر کرے گا۔

یہ مجھے میری مخلصانہ خدمات کے متعلق بتاتا ہے اور ان فرائض کے متعلق جو میں نے احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔اور وہ دوستیاں جن میں رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ایسی دوستیاں جنہیں خطرات اور جفاکشی اور مصائب نے مستحکم کیا جن سے ہمارا پالا خیموں اور میدانوں میں مشترکہ طور پر پڑا۔لیکن جناب عالی یہ مجھے اس خونریزی کے متعلق بھی بتلاتا ہے۔جو عین ممکن ہے کہ ایسے معصوموں کی بھی ہوں جنہیں بچالینا ممکن تھا..... یہ اپنے عزیزوں کی مدافعت کے نام پر ہوا جس میں ہمارے گھر اور اکثر وہ گھر بھی شامل ہیں جو گھانس کے بنے تھے۔اس کے باوجود ان پر یکمین جان دیتے تھے۔

یہ مجھے ان دھاوں اور آتش زنی کے متعلق بھی یاد دہانی کراتا ہے اور ان قیدیوں کے متعلق بھی جنہیں اسیر بنالیا گیا اور بالکل درندوں کی طرح غلیظ ترین قید خانوں میں پھینک دیا گیا۔کس لیے؟اپنے گھروں کی حفاظت اور اپنے چہیتوں کو بچانے کے نام پر۔

یہ مجھ سے پی۔او۔۱۰۰ کے متعلق بتاتا ہے جس میں تمام ہولناکیاں چھپی ہوئی ہیں' سفاکیاں اور مصائب شامل ہیں جو کبھی ایک ملک تھا جسے تلوار اور آگ سے خس وخاشاک میں بدل ڈالا گیا اس شر میں وہ چوپائے بھی مار ڈالے گئے جو انسانوں کے لیے مفید تھے۔جہاں مرد' عورتیں اور بچوں کو کھدیڑ کر جنگلی جانوروں کی طرح ہلاک کیا گیا اور یہ سب آزادی' انسانیت اور تہذیب کے نام پر کیا گیا۔

مختصراً یہ مجھ سے جنگ کے متعلق پوچھتا ہے.....قانونی قتل' اگر تم چاہو.....تو ناتواں اور نہتے لوگوں کا کرو۔ہمارے پاس تو اپنی وکالت کے لیے تو کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

آپ کا خیر اندیش
ولیم بووالڈا آر۔آر۔۳
ہڈسن ول۔مشی گن

آسٹریلیا کے لیے ہماری روانگی جنوری میں طے تھی۔گرفتاری اور بعد میں تقریر کی آزادی کی لڑائی نے ہمیں اسے اپریل تک ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا۔آخر کار ہم تیار ہو گئے ہمارے صندوق سامان بھر کر تالے لگ گئے اور ایک بڑی سے الوداعی پارٹی بھی منعقد ہو چکی۔ہم اپنے لیے ٹکٹ خریدنے ہی والے تھے کہ روچسٹر سے تار موصول ہوا جس نے ہمارے منصوبے کو مسمار کر دیا۔ ''واشنگٹن نے کرشنر کے شہریت کے کاغذات کو منسوخ کر دیا ہے'' اس نے لکھا تھا ''اس لیے ملک چھوڑنا خطرناک ہو سکتا ہے۔''

میری بہن نے کئی مہینے پہلے مجھے لکھا تھا کہ دو مشکوک صورت کے افراد کرشنر کے متعلق اعداد وشمار جمع کرنے کے لیے سونگھتے پھر رہے ہیں۔وہ تو برسوں پہلے شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اس کے بعد اس کی کوئی خیریت اور خبر نہیں ملی تھی۔کرشنر کو نہ پا کر ان لوگوں نے اس کے والدین پر دباؤ ڈال کر اس کے متعلق اطلاعات حاصل کیں۔میں نے اس بات کو اہمیت نہ دے کر اسی وقت ذہن سے نکال پھینکا تھا۔لیکن وارب ہوا۔مجھے میری شہریت سے محروم کیا جا رہا تھا اور مجھے اس کا موقع بھی نہیں دیا جا رہا تھا کہ میں وفاق کے حکام سے بحث ومباحثہ کروں۔مجھے معلوم تھا کہ اگر میں ملک چھوڑتی ہوں تو مجھے دوبارہ نہ داخل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونے دیا جائے گا۔ مجھے اپنے آسٹریلوی دورے کو رقم کے بڑے نقصان کے باوجود ترک کرنا پڑے گا۔ اس میں ان اخراجات کا ذکر نہیں ہے جو میرے آسٹریلوی دوستوں کو میری وہاں کی سرگرمیوں کی تیاری کے سلسلے میں کرنے پڑے تھے۔ یہ ایک المناک مایوسی تھی جس میں خوش قسمتی سے اس طرح تخفیف ہوئی کہ اس سے میرے خانہ بدوش مینجر کی دبنگ رجایت متاثر نہ ہوئی۔ اس رکاوٹ نے محض یہ کیا کہ تمام رکاوٹیں اس کے جوش وخروش میں اضافہ کرتی چلی گئیں۔ اس میں حرکیت اور انتھک توانائی بھری ہوئی تھی۔

ہمارے سفر کی دستاویز میں سے آسٹریلیا نکل گیا۔ اس کے بجائے ہم ٹیکساس کے شہر ایلپاسو، سان انٹونیو اور ہیوسٹن چلے گئے جو ہمارے تگ وتاز کے نئے میدان تھے۔ مجھے چوکس کر دیا گیا تھا کہ سیاہ فام لوگوں کے تنازعے سے دور رہوں۔ اگرچہ میں نے جنوبی علاقے کے لوگوں کے تعصّبات سے کوئی رورعایت نہ کی اس لیے مجھ سے بھی جان بوجھ کر چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی۔ اور نہ ہی وہاں پولیس کی طرف سے کوئی بے جا مداخلت ہوئی۔ میں بَن کے ہمراہ ایل پاسو سے میکسیکو پاپیادہ چلی گئی اور لوٹ بھی آئی اس سے پہلے کہ امریکی ایمگریشن کے انسپکٹر کو یہ سمجھنے کا موقعہ ملتا کہ وہ اندازہ کرے کہ اس نے ایما گولڈمان جیسی بلا سے اپنی حکومت کو نجات دلانے کا کتنا عمدہ موقع گنوا دیا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۵

مجھے آرام کی سخت ضرورت تھی مگر اس مرتبہ ہمارا دورہ رقم سے زیادہ ناموری اور شہرت لایا۔ جو مجھ سے سمیٹے نہ سمٹتی۔ حقیقت یہ تھی کہ رقم کی اتنی کمی تھی کہ ہم نے مجبور ہو کر مدرارتھ کا حجم کم کر کے چونسٹھ صفحات سے بتیس کر دیا۔ ہمارے مالی حالات نے مجھ پر یہ لازم کر دیا کہ میں لیکچروں کا دورہ پھر سے اختیار کروں۔ بن مارچ کے آخر میں مجھ سے نیو یارک میں آ ملا۔ اور اپریل کی پندرہویں تک اس نے میری تقاریر کے ایک سلسلے کی پوری تیاریاں مکمل کر لیں جن کا موضوع ڈرامہ تھا۔ ابتداء میں سب کچھ ٹھیک رہا۔ لیکن مئی کے مہینے میں تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اس مہینے میں مجھے پولیس نے گیارہ مختلف مقامات پر روکا۔

مجھے اس نوعیت کے تجربات کا کافی تجربہ تھا مگر نیو ہیون کی پولیس کے افسر اعلیٰ نے اپنے تمام ہم مرتبہ افسروں کو مداخلت کا ایک نادر حربہ اختیار کر کے انہیں پچھاڑ دیا۔ اس نے مجھے اور بن کو اس ہال میں داخل ہونے دیا جسے ہم نے کرائے پر لیا تھا اور اس کے بعد داخلے کے راستے پر پولیس کا ایک دستہ تعینات کر دیا تا کہ کوئی دوسرا اندر نہ جانے پائے۔ لوگ بڑی تعداد میں آئے جن میں طلباء کی بڑی تعداد تھی جو مجھے سننے کے لیے آئے تھے جنہیں روک دیا گیا۔ افسر اعلیٰ کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس کی ''نادر'' ترکیب بہت مہنگی پڑنے والی ہے۔ مقامی اخبارات جنہوں نے اس سے پہلے کبھی بھی ایما گولڈ مان کے حقوق کی تلفی پر احتجاج نہ کیا تھا اب پولیس کی پیٹھ پر اس بات پر سوار تھے کہ اس نے ایک پرامن اجتماع کی کارروائی میں بے جا مداخلت کی تھی۔

نیو یارک کے ارباب اختیار ہمیشہ سے انارکسٹوں سے دارو گیر میں نہایت احمقانہ اور بھونڈے ذرائع اختیار کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسی ہمالیہ جیسی غلطی کا ارتکاب نہ کیا تھا جیسی تیسرے اتوار کو لیکنگٹن ہال میں میری نصابی تقریر کو انہوں نے سمیٹنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر میری باغیانہ تقریر کا موضوع تھا ''ہیزک ابسن جو جدید ڈرامے کا بانی ہے۔'' تقریب کے آغاز سے پہلے کئی جاسوس ہال کے ناظم سے ملے اور اس کے اہل خانہ کو دھمکا دیا کہ اگر انہوں نے مجھے تقریر کرنے دی تو انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ وہ بے چارہ ڈر گیا لیکن کرایہ پہلے ہی ادا کیا جا چکا تھا اور رسید بن کے قبضے میں تھی۔ ہال کا مالک کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے سادہ لباس والے کچھ نہ کر سکے سوائے اس کے کہ اسے اپنے ساتھ تھانے لے گئے۔

میں نے جیسے ہی بولنا شروع کیا 'انارکسٹ دستہ' آ پہنچا اور وہ ہال کے اندر چاروں جانب پھیل گئے۔ میرے منہ پر جیسے ہی 'ہیزک ابسن' کا نام آیا ویسے ہی دستے کے سرجنٹ نے جست لگائی اور چبوترے پر چڑھ گیا اور چیخا ''تم اپنے موضوع پر قائم نہیں ہوئے اگر تم نے دوبارہ ایسا کیا تو میں جلسہ روک دوں گا۔'' ''میں تو بالکل وہی کر رہی ہوں'' میں نے اطمینان سے جواب دیا اور اپنی تقریر جاری رکھی۔

افسر کی مداخلت جاری رہی اور کئی مرتبہ اس نے مجھے حکم دیا ''کہ اپنے موضوع سے جڑی رہوں۔'' ایک مرتبہ قدرے بے صبری سے میں نے کہا ''میں اپنے موضوع پر قائم ہوں اور ابسن ہی میرا موضوع ہے۔'' ''مجھے تو نہیں لگتا'' وہ چلایا ''تمہارا موضوع تو ڈرامہ ہے اور تم ابسن کے متعلق بول رہی ہو۔''

سامعین ان باتوں سے لطف لینے لگے جس سے میرا عالم فاضل مداخلت کار اور برہم ہوا اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھتی اس نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہال خالی کرائیں۔ حکم کی تعمیل کے لیے انہوں نے لوگوں کے نیچے سے کرسیاں کھینچنا شروع کر دیں اور اپنی چھڑیاں برساتے رہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واقعہ یہ تھا کہ اتوار کی صبح کے لیکچروں کو اصل امریکی سننے آتے جن میں سے کئی وہ تھے جن کے پرکھے سب سے پہلے امریکہ میں اترے تھے۔ان میں سے ایک آلڈن فری مین تھا جو ایسٹ اورنج کا رہنے والا تھا۔یہ اسٹینڈرآئل کمپنی کے ایک بڑے حصص یافتہ کے مالک کا بیٹا تھا۔اس کا پولیس کے رویئے سے پہلا واسطہ تھا جس پر وہ بہت برہم تھا جیسا کہ دیگر چہیتے اور اصل امریکی تھے۔

ہمارے لیے جو برس ہا برس سے دارو گیر کا نشانہ بن رہے تھے جس میں میری تقاریر کو تہس نہس کرنا کوئی خلاف معمول بات نہ تھی۔یہ میرے جلسوں کے ساتھ ہی نہ ہوتا بلکہ مزدوروں کے اجتماعات کو بھی بلا کسی وجہ کے کچل دیا جاتا۔اپنی بیس سال کی عوامی سرگرمیوں میں میں ہمیشہ آخری لمحے تک بے یقینی میں مبتلا رہتی کہ نہ جانے مجھے بولنے بھی دیا جائے گا یا نہیں۔اور میں اپنے بستر پر سووں گی یا کسی تھانے میں رکھے ہوئے کسی تخت پر۔

جب اعلیٰ نسل کی اولادوں نے پولیس کی کرتوت کے متعلق پڑھا تو انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اس میں میرا ہاتھ ہوگا۔اور یہ کہ میں نے لوگوں کو تشدد پر اور بم پھینکنے پر اکسایا ہوگا۔اس سے پہلے انہیں کوئی اعتراض تھا اور نہ ہی اخبارات کو ہوا تھا۔تاہم اس مرتبہ گستاخی ''خالص'' امریکی سے کی گئی تھی۔جس میں ایک کروڑ پتی کا بیٹا بھی شامل تھا۔جو راکفیلر کا جگری یار اور کاروبار میں شراکت دار تھا۔ایسی چیزیں کیونکر برداشت کی جاسکتی ہیں۔یہاں تک کہ نیویارک ٹائمز نے بھی طیش اور برہمی ظاہر کی اور دیگر اخبارات بھی اسی ڈگر پر چل پڑے۔اخبارات احتجاجی خطوط سے بھرے ہوئے۔میرا اچھا سا دوست ولیم میرین ایڈی جو سینٹ لوئیس مرر میں تھا اور مسٹر لوئیس ایف پوسٹ جو پبلک میں لکھتے تھے ان دونوں نے ایما گولڈمان پر ہونے والی دارو گیر کو ملکی پولیس کی ایک جانی بوجھی سازش قرار دیا تاکہ امریکی آئین کو روسی رنگ میں ڈھال دیا جائے۔اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک آزادی تقریر کی انجمن قائم کی گئی اور اس کا منشور شائع کیا گیا جس پر زندگی کے تمام شعبوں کے امریکی مردوں عورتوں نے دستخط ثبت کیے تھے۔جن میں مصنفین' مجسمہ ساز' وکلا' ڈاکٹرز اور ہر نظریئے کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تاکہ نیویارک پولیس کے ہتھکنڈوں کے خلاف جنگ کی جائے۔

مسٹر آلڈن فری مین بے چارے ساری زندگی اس پر یقین رکھتے رہے کہ آزادی تقریر ایک حقیقت ہے اور کوئی ڈھکوسلہ نہیں تھی۔اور حقیقت کا آمنا سامنا ہونے پر انہیں بہت صدمہ ہوا اس لیے انہوں نے بلا تاخیر اس انجمن سے اپنی وابستگی کا اعلان کر دیا جو آزادی تقریر کی روایت کو مستحکم کرنے کے لیے نئی نئی قائم کی گئی تھی۔فری مین صاحب کو اس بات پر بھی یقین تھا کہ مجھے ایسٹ اورنج میں تقریر کرنے سے نہ روکا جائے گا۔جو ان کا آبائی شہر تھا اور انہوں نے فیاضی سے کام لے کر میرے لیے وہاں ایک جلسہ منعقد کرنے کا انتظام کرنے کی پیشکش بھی کی۔انہوں نے مجھے بطور مہمان مدعو کیا کہ میں مے فلاور سوسائٹی کے ظہرانے میں آؤں جس کے وہ رکن تھے۔''لوگ جب ایک مرتبہ دیکھ لیں گے کہ تم وہ نہیں لگتیں جیسا کہ تمہیں اخبارات میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ تمہیں آکر سننے میں خوشی محسوس کریں گے۔''اس نے کہا۔

مے فلاور کے ارکان بالکل سونٹھ ثابت ہوئے۔تقاریر پھسپھسی اور ظہرانے کے ختم ہوتے ہوتے میری موجودگی تسلیم کی گئی۔اگر اس دنیا و مافیہا سے لاتعلق محفل پر ایک بم اچھال دیا گیا ہوتا تو بھی اس کا وہاں کوئی تباہ کن اثر نہ ہوتا۔وہاں چند لمحے کے لیے موت کا سکوت طاری تھا۔اس کے بعد مہمانوں میں سے چند لوگ بہت زور لگا کر اٹھے اور بہت طمطراق سے باہر چلے گئے۔وہاں پر موجود عورتیں لگتا تھا شل ہو چکی ہیں اور اپنی مہکتی شیشیوں کے لیے ہاتھ مار رہی تھیں۔ان میں سے کچھ تو مسٹر فری مین پر آنکھیں نکال رہی تھیں۔ان میں سے چند ہی ہمت والی تھیں جو اس عفریت کو دیکھنے کی ہمت پا رہی تھیں۔میں دل ہی دل میں ہنس رہی تھی مگر میرے میزبان کے لیے یہ سب کچھ دردناک حد تک مایوس کن تھا۔یہ مختصر سی مدت میں اس کے پسندیدہ نظریات یعنی امریکی آزادی کی روایات پر دوسری ضرب تھی۔

تیسری ظہرانے کے فوراً بعد لگی۔مے فلاور سوسائٹی نے اس مسئلے پر بحث مباحثہ شروع کر دیا کہ انہیں سوسائٹی سے خارج

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دیا جائے یا انہیں مستعفیٰ ہونے پر مجبور کیا جائے الزام یہ تھا کہ انہوں نے ایما گولڈمان کو ان کے سامنے لانے کی کیسے جرأت کی۔لیکن اس سب نے فری مین صاحب کے چھکے نہ چھڑائے۔ بڑی بہادری سے انہوں نے اپنے آبائی قصبے میں میرے لیے ایک جلسے کے انعقاد کا انتظام شروع کر دیا۔

جس شام میں جلسہ ہونا طے تھا ہم نے دیکھا کہ ہال کو پولیس نے رکاوٹوں سے بند کر دیا ہے۔اور اعلان کر رہی ہے کہ کوئی لیکچر نہیں ہوگا۔اس پر فری مین صاحب جمع ہو جانے والے سامعین کو اپنے گھر لے گئے۔ یہ محفل اب ان کے گھر کے سبزہ زار پر ہوگی۔انہوں نے اعلان کر دیا۔ہم فاتحانہ انداز میں اشرافیہ ایسٹ اورنج شہر کے گلی کوچوں میں چلتے ہوئے روانہ ہوئے اور ہمارا گزر محل نما گھروں کے سامنے سے ہوا۔ ہمارے پیچھے ایک بڑا ہجوم آ رہا تھا۔جس میں پولیس اور اخبار والے شامل تھے۔ یہ ایک ایسا مظاہرہ تھا جیسا اس قصبے والوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

فری مین صاحب کا گھر ایک عمدہ حویلی تھی جس کے چاروں جانب باغ لگا ہوا تھا۔ یہ نجی میدان تھا اور پولیس کو معلوم تھا کہ جہاں ذاتی ملکیت شروع ہوتی ہے وہیں ان کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔وہ وہاں قدم رکھنے کی جرأت تو نہ کر سکے لیکن پھاٹک کے باہر کھڑے رہے۔ گیراج جہاں ہمارا اجتماع ہوا۔کئی کارکنوں کے گھروں سے زیادہ آرام دہ نکلا۔رنگین روشنیاں رات کے سایوں کی طرح جھلملا رہی تھیں اور خوابناک شبیہیں بنا رہی تھیں۔ایسی دلکش تصویریں بن رہی تھیں جیسے حضرت مسیح کی جائے پیدائش ہو۔ حمد و ثنا بدل کر آزادی اور بغاوت کے نغموں میں ڈھل گئی۔

ایسٹ اورنج کے واقعے کے نتیجے میں ایسے لوگ جن کے متعلق میں نے کبھی سنا بھی نہ تھا میری مدد کو بڑھنے لگے انہوں نے مدرارتھ کی رکنیت اختیار کر لی اور ہمارا ادب پڑھنے لگے۔اور پولیس کی ڈنڈے بازی کے طفیل وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ ایما گولڈمان نہ تو سیاسی قاتلہ ہے نہ جادوگرنی ہے نہ ہی سڑی سودائی۔ بلکہ ایک عورت ہے جو ایسے سماجی نظریات کی حامل ہے جنہیں صاحبان اختیار کچلنا چاہتے ہیں۔

دی فری اسپیچ سوسائٹی نے اپنی مہم کا آغاز کوپر یونین میں ایک جلسہ منعقد کر کے کیا۔حالانکہ یہ جون کا آخر تھا اور جھلسانے والی گرمی پڑ رہی تھی پھر بھی قدیم تاریخی ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا جس میں مختلف سیاسی اور سماجی میلانات کے لوگ جمع تھے مقررین بھی ہر موضوع پر ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے تھے۔مگر سب ہی ایک مشترک نکتے پر متفق تھے وہ اہم ترین ضرورت یہ تھی کہ پولیس کے محکمے کی بڑھتی ہوئی آمرانہ ہتھکنڈوں پر قدغن کیسے لگایا جائے۔ جناب آلڈن فری مین نے صدارت کی اور مزاحیہ انداز میں ماجرا بیاں کیا کہ وہ خود جو اسٹینڈرڈ آئل کا بیٹا ہے کس طرح ''دھکیل کر انارکزم کے آغوش میں ڈال دیا گیا۔'' اس کے بعد اس نے سنجیدہ لہجے میں کہنا شروع کہ اس اجتماع کا کیا مقصد ہے۔''اگر ایما گولڈمان کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہو اور وہ اس چبوترے پر بیٹھی ہوتی اور ایک ایک پولیس والا اس کے دونوں طرف بیٹھا ہوتا'' تو اس نے اعلان کیا ''تو یہ تصویر بڑی سادگی اور آسانی سے امشب ہمارے جمع ہونے کا سبب بتا دیتی اور اس کی بھی وضاحت کر دیتی کہ ایسا کیوں ہے کہ تار، احتجاجی خطوط اور ہمدردی کے پیغامات کا فری اسپیچ کمیٹی پر بحر اوقیانوس سے لے کر بحر الکاہل تک اور خلیج سے گریٹ لیک تک تانتا بندھا ہوا ہے۔''

بعد میں آنے والے مقررین نے اسی انداز میں گفتگو جاری رکھی لیکن سب سے عمدہ تقریر والٹیر این۔ڈی۔کلیر کی تھی جس نے دعویٰ کیا ''آزادی تقریر کے اسکے علاوہ کوئی اور معنی نہیں ہیں کہ آزادی تقریر کا یہ مفہوم ہے کہ ہم وہ کہہ سکتے ہیں جو دوسرے سننا نہیں چاہتے۔''

اس جلسے کا قریب قریب فوری اثر اور اس کمیٹی کی تند و تیز مہم کا یہ نتیجہ ہوا کہ پولیس کمشنر جنرل بنگہام کو میئر میک لیلان نے سبکدوش کر دیا۔جس کا فوجی عہدان کچلنے والے ہتھکنڈوں کا ذمہ دار تھا۔

جب میں ان سرگرمیوں میں لگی ہوئی تھی تو مجھے بوسٹن گلوب کے ادارتی بورڈ کے ایک رکن کا خط ملا۔جس میں مجھے اطلاع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی گئی تھی کہ اخبار اعلان آزادی کے ایک نئے محضر نامہ تیار کرانے کے لیے مقابلہ کرا رہا ہے۔ کئی ریڈیکل افراد نے اس میں حصہ لینے کا وعدہ کیا ہے۔ کیا آپ اس میں اپنا موقف شامل کرنا پسند کریں گی؟ خط لکھنے والے نے یہ بھی کہا تھا کہ بہترین مضمون کو گلوب میں شائع کیا جائے گا اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا جائے گا۔ میں نے جواب دیا کہ اگرچہ فی زمانہ چند ہی امریکی ایسے ہیں جنہیں آزادی سے کوئی دلچسپی ہے مگر میں اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے ضرور حصہ لوں گی۔ میں نے اپنا مقالہ جسے اعلان آزادی کے موضوع تک محدود رکھا اسے نئی اصطلاحات اور نئے مفہوم دے کر گلوب کو روانہ کر دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد مجھے ایک لفافہ ملا جس میں ایک رقم کا چیک تھا اور میرے اعلامیے کی نقل تھی تا کہ میں پروف دیکھ لوں۔ اس کے ساتھ ملنے والا خط جو اس اخبار میں میرے دوست کا لکھا تھا یہ بتا رہا تھا کہ اخبار کے مالک کی مدیر کی میز پر رکھے ہوئے پروف پر نظر پڑ گئی تو اس نے حکم دیا کہ ''اس عورت کو فوراً ایک چیک روانہ کرو اور اس کے واہیات انارکسٹ اعلامیے کو بھی لوٹا دو'' اس نے حکم دیا ''میں اسے گلوب میں نہیں دیکھنا چاہتا۔''

مدار تھ کا رواں مہینے کا شمارہ طباعت کے لیے جانے والا تھا اور ہمارے پاس ابھی اتنا وقت تھا کہ میں اپنا مقالہ شامل کر کے کوئی کم اہم مضمون نکال دیتی۔ جولائی کی 4 کو نئے اعلان آزادی کو ہزاروں لوگوں نے پڑھا۔ اس کی ہم نے بہت سی کاپیاں فروخت کیں اور لاتعداد بلا قیمت تقسیم کر دیں۔

ستمبر کے مہینے میں میں بن کے ہمراہ میساچوسیٹس اور ورمونٹ کا مختصر سا دورہ کرنے چلی گئی۔ ہمیں روکا گیا' روکا گیا اور روک دیا گیا۔ یا تو پولیس براہ راست مداخلت کرتی یا ہال کے مالکان کو ڈرایا دھمکایا جاتا۔ وارسٹر' میساچوسیٹس میں مجھے کھلی فضا میں تقریر کرنا پڑی یہ سب محترم ایلیٹ وہایٹ اور ان کی بیگم مسز میبل ائے وہایٹ کی مدد اور اعانت کے طفیل ہوا۔ انہوں نے ہمارے دوست آلڈن فریمان کے نقش قدم پر چل کر اپنے وسیع لان کو ہمارے لیے کھول کر مہمان نوازی کی۔ انارکسٹ کو وہاں تاروں اور کہکشاؤں کے تلے نہیں سنا گیا بلکہ اس کے بجائے ایک اور مناسب سایبان تلے.....لامتناہی آسمان اور تابناک ستاروں کی فضا میں۔ جبکہ طویل قامت درخت ہم پر سایہ فگن تھے اور ہمیں متعجب نگاہوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھے۔

ہمارے وارسٹر کے دورے کا سب سے زیادہ اہم واقعہ یہ تھا کہ وہاں کلارک یونیورسٹی کی بیسویں سالگرہ پر سگمنڈ فرائیڈ نے خطاب کیا تھا۔ میں اس کے ذہن کی ہوشمندی اور اس کے انداز بیان کی سادگی سے بہت متاثر ہوئی۔ پروفیسروں کی قطار میں جو اپنی یونیورسٹی کی ٹوپیوں اور عباؤں میں تنے ہوئے اور اہم لگ رہے تھے۔ سگمنڈ فرائیڈ سادہ سے کپڑوں میں سیدھا سادہ اور مارے انکسار کے بونوں کے درمیان میں ایک دیو کی طرح لگ رہا تھا۔ میں نے اسے ۱۸۹۶ء میں جب ویانا میں دیکھا تھا اس میں نسبتاً عمر رسیدگی آ چکی تھی۔ اس پر یہودی ہونے کا الزام لگا کر اسے ایک غیر ذمے دار موجد کہا جاتا تھا۔ لیکن وہ اب عالمی شہرت کی شخصیت بن چکا تھا۔ نہ رسوائی اور نہ ہی شہرت نے اس عظیم ذات پر کوئی اثر ڈالا تھا۔

میری نیویارک واپسی پر نئی کشائش نے مجھے کھینچ لیا۔ قمیصوں کے دھڑ بنانے والوں کی ہڑتال چل رہی تھی جس میں پندرہ ہزار ملازمین کام کرتے تھے اور میکی سپورٹ پنسلوانیا میں فولاد سازی کے مزدور تھے۔ دونوں کے لیے رقم جمع کی جانا تھی۔ ان معاملات میں انارکسٹ سب سے پہلے ہوتے تھے جو ضرورتیں پوری کرنے کی درخواستوں پر پہنچ جاتے۔ مجھے لاتعداد جلسوں سے خطاب کرنا پڑتا اور مزدوروں کی انجمنوں سے مل کر ان کے مقاصد کے لیے اور ان کی ساتھی یونینوں کے لیے وکالت کرنا پڑتی۔

اس کے بعد ہسپانیہ کی شورش آ گئی۔ مراکش میں ہونے والے قتل عام کے خلاف احتجاجاً ہسپانیہ کے کارکنوں نے عام ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ معمول کے مطابق امریکی اخبارات نے حالات کی غلط تصویر کشی کی۔ اس لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم واقعات کو صحیح تناظر میں دکھائیں اور ان کی اہمیت ظاہر کریں۔ امریکہ میں ہمارے ہسپانوی کامریڈوں نے مجھ سے مدد طلب کی اور میں نے بخوشی ان کی اعانت کی۔

بہت جلد ہمیں یہ خبر ملی کہ بارسیلونا میں فرانسسکو فیرر کو گرفتار کر لیا گیا ہے جو انارکسٹ اور تعلیم میں آزادی کا خواہاں ہے۔ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر عام ہڑتال پر اکسانے کا الزام عائد کیا گیا۔ ہمیں اپنے اس کامریڈ کو درپیش خطرات کا احساس تھا اس لیے یہ ہماری ضرورت تھی کہ ہم امریکہ کے فہمیدہ طبقے کی رائے عامہ کو اس کے حق میں بیدار کریں۔

یورپ کے کئی قابل ذکر مردوں اور عوتوں نے پہلے ہی فرانسسکو فیرر کی حمایت میں ایک زوردار مہم چلا رکھی تھی۔ امریکہ میں چند ہی لوگ تھے جو اس پیمانے پر کارروائی کرتے۔ اور اس لیے صورتحال یہ تھی کہ ہمیں بہت زیادہ سرگرمی دکھانا تھی۔ ملاقاتیں، کانفرنسیں، مدارتھ اور لوگوں کا سیلاب ہمیں صبح سے لے کر رات گئے تک مصروف رکھتا۔

میری فلاڈیلفیا میں بھی مصروفیات تھیں جہاں بن مجھ سے کئی دن پہلے جا چکا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اسے کامریڈوں نے بتایا کہ کچھ دنوں سے ریڈیکلوں کے تمام جلسے 'برادرلی لو' کے شہر میں منتشر کیے جا چکے ہیں۔ بن کو پولیس حکام کے متعلق امریکی خوش فہمی کا عارضہ گھیرے تھا۔ وہ پبلک سیکورٹی کے ڈائریکٹر سے ملنے چلا گیا جو ان دنوں فلاڈیلفیا کا زار بنا ہوا تھا۔ حاکم مطلق اس سے نہ صرف تر شروی سے ملا بلکہ یہ اعلان بھی کر دیا کہ ایما گولڈمان کو میں ''اپنے'' شہر میں تقریر نہ کرنے دوں گا۔ 'موٹ' کے حامی مقامی افراد نے ایک قرارداد منظور کی جس میں اس آمرانہ فیصلے کی مذمت کی گئی اور سٹی ہال کے پاس لوگوں کا ایک وفد اس مطالبے کے ساتھ بھیجا کے مجھے بولنے کا حق ملنا چاہتے۔ یہ دیکھ کر کہ امریکیوں میں میرے دوست ہیں تو پولیس کے آمر ڈائریکٹر نے اپنی کینچلی بدل لی ''ایما گولڈمان تو تقریر کر سکتی ہے'' اس نے اعلان کر دیا ''اگر وہ زحمت کر کے ایک رسمی کارروائی پر آمادہ ہو جائے کہ اپنی تقاریر کے صرف نکات دکھا دے۔''

میں اس قسم کی کوئی بات کرنے کی روادار نہ تھی اس لیے کہ میں سنسر شپ پر یقین نہ رکھتی تھی۔ جس پر ڈائریکٹر نے اعلان کر دیا کہ ایما گولڈمان کو تقریر نہیں کرنے دیا جائے گا۔ تاہم جلسہ ہو سکتا ہے۔ اس نے اعلان کر دیا۔ ''لیکن اوڈ فیلوز کے ٹمپل میں ایما گولڈمان کو اجازت نہ ہوگی۔ چاہے مجھے پولیس کے محکمے کے تمام عملے کو ہی نہ طلب کرنا پڑے۔

وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اس نے میری فرمائش کے بغیر چھ پولیس والوں کو مجھے نرغے میں لیے رہنے کی ہدایات دیں۔ وہ اس چھوٹے سے ہوٹل کے پھاٹک پر تعینات تھے جہاں میں ٹھہری ہوئی تھی۔ شام میں جب میں اوڈ فیلوز ہال کے لیے فلیڈیلفیا فری اسپیچ لیگ کے اٹارنی کے ہمراہ روانہ ہوئی تو جاسوس بڑے قریب سے ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ ایوان بعد ایوان پیادہ پولیس دیواروں کے ساتھ صفیں بنائے کھڑی تھی۔ اس کے علاوہ گھڑسوار تھے اور موٹریں بھی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ مجھے ہال میں داخل نہ ہونے دیا گیا بلکہ مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ میں ہوٹل اس راستے سے لوٹوں جو پولیس نے میرے لیے متعین کیا تھا۔ اور وہ اس وقت تک مجھے اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں گے جب تک میں ہوٹل میں اپنے کمرے میں نہیں داخل ہو جاتی۔ جلسہ منعقد ہوا اور اسے کئی انارکسٹوں، سوشلسٹوں اور ایسے افراد نے جو 'موٹ' کے حامی تھے بھی خطاب کیا۔ سوائے ایما گولڈمان کے اور یوں فلیڈیلفیا تباہ ہونے سے بچ گیا۔

انفرادی حیثیت میں موٹ اور فری اسپیچ لیگ کے ارکان نے یہ استدلال کیا کہ یہ معاملہ عدالت میں اٹھایا جائے۔ مجھے قانونی نظام پر کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن میرے دوستوں کا یہ استدلال تھا کہ اگر میں نہ مانی تو پولیس کا محکمہ اپنی من مانی کرتا رہے گا جبکہ قانونی جنگ عوامی رائے عامہ کو پولیس کے ان روسی ہتھکنڈوں سے باخبر رکھے گی جو میری زبان بندی کے لیے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ والٹر اینڈی کلیر بھی اسے آزمانے کی حامی تھی اس لیے میں نے بھی صاد کر دیا۔

دریں اثنا اخبارات نے اس صورتحال پر سنسنی خیز خبریں شائع کیں۔ اور جاسوس میرے ہوٹل پر تعینات رہے۔ مالک اگرچہ قدرے لبرل خیالات کا حامل تھا اور مجھ سے بڑی شائستگی سے پیش آتا لیکن نامناسب تشہیر اس کا کاروبار کو متاثر کر رہی تھی۔ ہم لوگ اس لیے ایک بڑے ہوٹل میں منتقل ہو گئے۔ میں نے ابھی اپنا اسباب کھولنا ہی شروع کیا تھا کہ مجھے فون کے ذریعے اطلاع ملی کی کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ہمیں جو کمرہ دیا گیا تھا وہ پہلے ہی سے کسی اور کے نام محفوظ تھا اور وہاں کوئی اور کمرہ خالی نہیں ہے۔ یہی واقعہ کئی اور ہوٹلوں میں بھی پیش آیا۔ بن پر کسی کو اعتراض نہ تھا مگر میں انہیں قبول نہ تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بالآخر مجھے کسی امریکی کے گھر پر پناہ ملی۔ آئندہ تین ہفتوں تک ان کے گھر پر مستقلاً نظر رکھی گئی اور میرے گھر سے نکلنے سے واپسی تک میرا پیچھا کیا جاتا۔ اس کے علاوہ پولیس نے میرے میزبان کی ملازمہ کو رشوت دی کہ وہ بتائے کہ میرے کمرے میں کیا ہوتا ہے۔ اس بے چاری نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بجائے اس نے ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دن بھر کے لیے مجھے جاسوسوں کی نظروں سے اوجھل ہو جانے کی سہولت بہم پہنچائی۔

نیو یارک میں میری موجودگی سخت ضروری تھی۔ ۱۳ اکتوبر کی صبح کو اسی ملازمہ نے مجھے اور بن کو عقبی دروازے سے نکالا اور ایک گلی میں پہنچا دیا اور کسی کی نظروں میں آئے بغیر ہم ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے اور مشرق کی جانب تیزی سے رواں دواں تھے۔

نیو یارک میں ہمارا مشن ایک بڑا جلسہ کرنا تھا جہاں فرانسسکو فیرر کے متعلق آواز اٹھانا تھا جو پاپائی کلیسا اور ہسپانوی عسکریت کا شکار تھا۔

روم کا کلیسا گزشتہ آٹھ برس سے فرانسسکو فیرر کے خلاف ایک تسلسل سے جنگ جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس نے کلیسا کے سب سے زیادہ کمزور حصے پر وار کیا تھا۔ ۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۰۹ء تک اس نے ۱۰۹ جدید اسکول قائم کیے تھے۔ یوں اس کی پیروی اور زیر اثر لبرل لوگوں کو شہ ملی اور انہوں نے تین سو غیر فرقہ ورانہ تعلیمی ادارے قائم کر دیئے۔ کیتھولک ہسپانیہ نے اس نوعیت کی دیدہ دلیری کبھی نہ دیکھی تھی۔ لیکن یہ فیرر کے جدید اسکول ہی تھے جنہوں نے کلیسائی پدران کے چین وسکون میں خلل ڈالا تھا۔ وہ بچوں کو اوہام اور کٹر پن کے علاوہ عقائید اور اقتدار کی تاریکی سے بچانے کی کوششوں پر ناراض تھے۔ کلیسا اور حکومت کو یہ نظر آنے لگا کہ ان کی صدیوں پر محیط بالادستی پر ضرب پڑ رہی ہے اس لیے انہوں نے فیرر کو کچلنے کی کوشش کی۔ وہ ۱۹۰۶ء میں قریب قریب کامیاب بھی ہو گئے تھے۔ اس وقت انہیں مورل کی ہسپانوی بادشاہ پر ناکام قاتلانہ حملے کی کوشش سے بہانہ مل گیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

ماٹیو مورل جو ایک نوجوان انارکسٹ تھا اور جس نے اپنی نجی دولت جدید اسکولوں کی لائبریری کو دے دی تھی اور فیرر کے ساتھ کام کرتا تھا اور لائبریری کا منتظم تھا۔ قاتلانہ حملے کی ناکامی پر اس نے اپنی جان خود لے لی۔ جس سے ہسپانوی ارباب اختیار کو ماٹیو مورل کے جدید اسکول سے تعلق کو دریافت کرنے کا موقع مل گیا۔ اور فرانسسکو فیرر کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ بات ہسپانیہ کے بچے بچے کو معلوم تھی کہ فیرر سیاسی خونریزی کی کارروائی کا سخت مخالف تھا۔ اور یہ بھی کہ مستحکم خیالات رکھتا تھا اور جدید تعلیم کے ذریعے قوت کے استعمال کا سخت مخالف تھا۔ تاہم یہ بات بھی اسے طاقت کے شکنجے سے نہ بچا سکی۔ پوری دنیا میں ہونے والے احتجاجات کی وجہ سے ۱۹۰۶ء میں اس کی گلوخلاصی ہوئی۔ لیکن کلیسا اور ریاست اس کے گوشت کا ٹکڑا مانگ رہی تھیں۔

جن دنوں میں فرانسسکو فیرر کو ارباب اختیار تلاش کر رہے تھے۔ وہ اپنے ایک کامریڈ کے گھر پر بارسیلونا سے دس میل دور مقیم تھا۔ وہاں پر وہ قطعاً محفوظ تھا اور وہ وہاں سے کلیسا اور فوجی ٹولے کے طیش سے فرار ہو سکتا تھا جو اس کی موت کے خواہاں تھے۔ تب اس نے یہ اعلان پڑھا کہ جو اسے پناہ دے گا اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس لیے اس نے خود کو حکام کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا' انارکسٹ دوست جس کے گھر پر وہ مقیم تھا غریب لوگ تھے اور ان کے پانچ بچے تھے۔ انہیں خطرات کا احساس تھا اس کے باوجود انہوں نے اصرار کیا کہ وہ ان کے ساتھ رہے۔ ان کے اندیشے رفع کرنے کی خاطر اس نے وعدہ کر لیا۔ لیکن ایک رات جب سب لوگ سو چکے تھے تو وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے نکل کر بارسیلونا پہنچ گیا۔ اسے شہر سے کچھ فاصلے پر شناخت کر لیا گیا اور گرفتار کر لیا گیا۔

ایک دکھاوے کے مقدمے کے بعد فیرر کو سزائے موت کا مجرم ٹھہرایا گیا اور مونٹوچ جیل کی چار دیواری میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ وہ جیسے جیا ویسے ہی مرا۔ آخری سانس کے ساتھ اس نے کہا ''ماڈرن اسکول زندہ باد!''

فرانسسکو فیرر کی یاد میں نیو یارک کے جلسے کے بعد میں فلیڈیلفیا لوٹی تا کہ اپنی فری اسپیچ کی جنگ کو جاری رکھوں۔ جب آزمائشی مقدمے کے فیصلے کا میں انتظار کر رہی تھی۔ اور میرے کمرے میں ایک سماجی محفل منعقد کی گئی تا کہ اس کمیٹی کی حمایت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے جو ہماری مہم چلا رہی تھی۔ ہم لوگ خاموشی سے معاملات پر گفتگو کر رہے تھے اور کافی پی رہے تھے جب دروازے پر زور زور سے کھٹکھٹاہٹ ہوئی ہمارے کمرے میں کئی افسر گھس آئے۔ ''تم لوگ خفیہ میٹنگ کر رہے ہو'' ان کے افسر نے اعلان کیا اور لوگوں کو باہر چلنے کو کہا۔

تم نے میری سالگرہ کی پارٹی میں مداخلت کی کیسے جرأت کی؟ میں نے جواب دیا ''یہ میرے وہ دوست ہیں جو میری سالگرہ منانے آئے ہیں۔ فلیڈیلفیا میں کیا یہ بھی جرم ہے؟''

''سالگرہ کیا کہنے'' افسر تمسخرانہ انداز میں بولا۔ ''مجھے نہیں معلوم تھا کہ انارکسٹ بھی سالگرہ مناتے ہیں۔ ہم باہر ٹھہر کر انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ تم کیسے مناتے ہو۔''

چند ایسے لوگ جو موٹ تھے اور وہاں موجود تھے بہت برہم تھے۔ تاہم اس وجہ سے نہیں کہ پولیس نے طاقت استعمال کی۔ ہمارے دوستوں کی محفل اجاڑ دی بلکہ یہ وجہ تھی کہ انہوں نے نجی جگہ کے تقدس کو پامال کیا تھا۔ میرے ملاقاتی جلد ہی رخصت ہو گئے اور مجھے اس سوچ و بچار میں ڈال گئے کہ انارکسٹوں کو سب سے بڑی دشواری کیا ہے آیا جائداد کا تقدس یا ریاست کے وجود میں اعتقاد۔

ہماری مہم اپنے اختتام کو ایک بڑے جلسے کے بعد پہنچی جو فری اسپیچ لیگ کے مبارک بینر کے تلے ہوا تھا۔ لینوارڈ ایبٹ نے صدارت کی جبکہ دیگر مقررین میں سابق کانگریس مین رابرٹ بیکر، فرینک اسٹیفنس، تھوڈور شروڈر، جارج براؤن (دی شومیکر فلسفی) والٹر این ڈی کلیر اور بن ریٹمین تھے۔ وہ خطوط جو میری زبان بندی کے لیے جاری ہوئے تھے انہیں اور لیس ٹراوبیل، چارلس ایڈورڈ رسل اور پاسٹر سٹوکس، آلڈن فری مین، ولیم میرین ایڈی اور دیگر نے بڑھ چڑھ کر سنائے۔

کچھ عرصے بعد فلیڈیلفیا کے عوامی تحفظ کے ڈائریکٹر کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اس پر رشوت ستانی اور رقم بنانے کے الزامات تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۶

سن ۱۹۰۹ء کے آخری زمانے میں نیو یارک کو ایک جہاد بد سے پالا پڑا۔ مصلحین کے علم میں یہ بات آئی کہ فرنگی بیسوا کنیزوں کی تجارت زوروں پر ہے۔

اگرچہ انہیں اس کا معمولی سا بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ جس برائی کو ختم کرنے پر کمربستہ ہیں اس کے سوتے کہاں سے پھوٹتے ہیں۔ جبکہ مجھے ان جسم فروش عورتوں سے واقفیت حاصل کرنے کا کماحقہ موقع مل چکا تھا۔

پہلے تو اس گھر میں جس میں ایک زمانے میں' میں رہنے پر مجبور ہوئی تھی اور اس کے بعد ان دو برسوں میں جب میں مسز اسپنسر کی نرسنگ کی تھی اور آخر میں بلیک ویل جزیرے میں۔ میں اس موضوع پر بہت کچھ پڑھ چکی تھی اور اس پر کافی مواد اکٹھا کر چکی تھی۔ اس لیے میں خود کو اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے کہیں زیادہ ساز وسامان سے لیس سمجھ رہی تھی بہ نسبت اخلاقیات کے علمبرداروں کے جو لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کر رہے تھے۔ میں نے فرنگی بیسوا کنیزوں کی تجارت کے موضوع پر ایک تقریر تیار کی جس میں اس کی وجوہ نتائج اور اس کے امکانی خاتمے کے متعلق بحث کی۔ یہ میرے ترکش کا سب سے بڑا تیر تھا اس لیے اس نے نہایت تلخ وترش تنقید اور مباحثے کو جنم دے دیا۔ یہ لیکچر ماہ جنوری کے مدرارتھ میں شائع ہوا اور بعد میں دستی پرچے کی شکل میں بھی شائع ہوا۔

اس کے فوراً بعد میں اور بن اپنے سالانہ دورے پر روانہ ہو گئے۔ ہر جگہ ہمیں اپنے خریداروں سے یہ شکایت ملی کہ انہیں ماہ جنوری کا شمارہ نہیں ملا۔ میں نے ساشا کو بذریعہ تار اس کی اطلاع دی تو اس نے ڈاک کے افسران سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا گیا کہ چند رسالوں کو کسی انتھونی کومسٹوک کی شکایت پر روک لیا گیا ہے۔ اگرچہ ہم اس بات پر خوش ہوئے کہ ہم بھی کومسٹوکری کے گھایلوں کی صف میں شامل ہو چکے ہیں اس کے باوجود ہم نے اس خلاف توقع عزت افزائی کا سبب جاننا چاہا۔

متعدد ملاقاتوں کے بعد امریکی اخلاقیات کے مقدس محافظین کے سامنے ساشا کو یہ پتہ چلا اور کومسٹوک نے تسلیم کیا کہ مدرارتھ کو روکا ضرور گیا ہے مگر اس نے اس سے انکار کر دیا کہ یہ کارروائی اس کی شکایت پر کی گئی ہے۔

''معاملہ اب میرے ہاتھ میں ہے'' اس نے ساشا کو بتایا۔ ''اس کی وجہ مس گولڈمان کا مضمون ہے جو میں نے فرنگی بیسوا کنیزوں کی تجارت پر لکھا تھا'' کومسٹوک کی فرمائش پر ساشا اس کے ساتھ ڈسٹرکٹ اٹارنی کے دفتر گیا جہاں سینٹ انتھونی نے دو گھنٹے کی ایک خفیہ میٹنگ کی۔ اس کے بعد محکمہ ڈاک کے چیف سے ایک طویل مشاورت کئی گئی۔ بالآخر سنسر نے فیصلہ دیا کہ اس مقالے میں کوئی بھی قابل اعتراض شے نہ تھی۔

اگلے روز نیو یارک نے کومسٹوک کا انٹرویو شائع کیا جس میں اس نے پورے معاملے کی تردید کر دی۔ یہ ایک ''ایما گولڈمان کی چال تھی جس سے اپنے شمارے کے لیے توجہ حاصل کرنا تھی۔'' اس نے کہا۔ اس نے مجلّے کے خلاف کوئی بات نہ کی لیکن اس نے کہا نہ ہی اسے ڈاکخانے والوں نے روکا تھا۔ اس کے لیے ساشا کو ایک ہفتے تک مزید جدوجہد کرنا پڑی اور محکمہ ڈاک کے کئی شعبوں کے علاوہ واشنگٹن والوں کو بھی اطلاع دینا پڑی جس کے بعد جنوری کا پورا شمارہ روانہ کیا جا سکا۔

اگر کومسٹاک میں اتنی شائستگی ہوتی اور ہمیں اپنے عزائم سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا تو ہم اس مضمون کی کوئی پچاس ہزار کاپیاں چھاپتے۔ مدارارتھ کی طلب میں بے پناہ اضافہ دیکھنے میں آیا، مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاتھ میں اس کی روایتی تعداد تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

۱۹۰۸ء میں شکاگو میں فری اسپیچ کے متعلق ہماری لڑائی کے بعد یہ پہلا موقع آیا تھا جب میں وہاں موجود تھی۔ پولیس کے ہاتھوں انارکسٹوں کو ملنے والی شہرت کے خیال سے جوان کے میرے ساتھ روا رکھنے کا نتیجہ تھی اس مرتبہ انہوں نے بن کو اطمینان دلا دیا تھا کہ اب مجھے کسی طرح نہ ستایا جائے گا۔ اس وعدے نے میرے مینجر کو مستقبل قریب کے کام کے متعلق پرجوش کر دیا تھا جو اس کے آبائی شہر میں ہمارا منتظر تھا۔ اس نے مجھے تاریخوں اور موضوعات کے متعلق بذریعہ تار پوچھا اور تقاریر کے سلسلے کے انتظامات کرنے میں سردھڑ کی بازی لگا دی۔

میری زندگی میں شکاگو معنویت کا حامل تھا۔ میں اپنی روحانی پیدائش کے لیے شکاگو کے ۱۸۸۷ء کے شہدا کی مرہون منت تھی۔ دس برس کے بعد وہیں میں میکس سے ملی تھی۔ جس کی معاملہ فہمی اور نرم رفاقت سال ہا سال سے میرے لیے ولولہ خیز رہی اور اس میں کبھی کمی نہ آنے پائی۔ شکاگو ہی میں یہ ۱۹۰۱ء کا سال تھا جب میں تقریباً موت کے منہ میں پہنچ گئی تھی جس کی وجہ میرا رویہ لیون زولگوز کی طرف تھا۔ اور کیا یہ شکاگو ہی نہ تھا جس نے مجھے بن کا تحفہ دیا تھا۔ بن اپنی تمام کمزوریوں اور غیر ذمے داریوں کے باوصف اور چوتیا شہید ہونے کے..... وہ شخص تھا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ بری طرح میری روح کو کچوکے لگائے تھے۔ جو مجھ پر سب سے زیادہ فدا ہونے کے علاوہ میرے کام کو سر آنکھوں پر رکھتا تھا۔ ہمارا ساتھ صرف دو برسوں کا تھا اور اس عرصے میں اس نے میری روح کو سینکڑوں مرتبہ آزمائش میں ڈالا اور میرا دماغ ہمیشہ اس باغی لڑکے کے خلاف ہوتا تاہم اس کی قربت میری ایک ضرورت ہوتی۔

میں اس شہر میں جھیل مشی گن کے مقام پر ۱۸۹۲ء سے تقاریر کر رہی تھی۔ لیکن پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ مجھے اس کے امکانات کا اندازہ ہوا۔ دس دن کے اندر میں نے یہاں چھ انگریزی داں اور تین ایدیش گو لوگوں کے جلسوں سے خطاب کیا۔ جہاں لوگ جوق در جوق شریک ہوئے اور ان میں سے بہت سے لوگ داخلہ کی فیس دینے کو تیار تھے اس کے علاوہ ہمارے ادب کے خریدار بھی تھے۔ یہ ایک قابل ذکر کامیابی تھی۔ اور یہ سب کا سب قریب قریب بن کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ شکاگو میں میرے پاؤں جمنا اس میں بن کے لیے میرے دل میں افتخار کے جذبات بھی موجزن تھے۔ فخر اس لیے تھا کہ اس کے بدترین مخالفین جو ہماری صفوں میں موجود تھے جب وہ آئے اور انہوں نے اس کے اخلاص اور تنظیمی صلاحیتوں کی تعریف کی تو یہ فطری بات تھی۔ اس شہر میں بن نے کم از کم کئی کامریڈوں کے دل جیت لینے کے علاوہ ان کا تعاون اور امداد بھی حاصل کر لی تھی۔

میں نے ریاست ہائے متحدہ کے طول و عرض کے سفر میں یہ بات ہمیشہ محسوس کی تھی کہ سماجی جدوجہد کے معاملے میں وہ قصبات لاتعلق رہتے جہاں یونیورسٹیاں ہوتیں۔ امریکی طلباء کی تنظیمیں اہم مسائل سے اپنے علاقوں میں بالکل بے خبر رہتیں اور ان میں عوام الناس سے کوئی ہمدردی نہ پائی جاتی۔ اس لیے میں نے اس مسئلے پر کوئی گرم جوشی نہ ظاہر کی جب بن نے میڈیسن یونیورسٹی، وسکونسن پر دھاوا بولنے کو کہا۔

میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے وسکونس کی یونیورسٹی میں معاملے کو بالکل برعکس پایا۔ میں نے پروفیسروں اور طلباء کو سماجی نظریات میں بڑے زور شور سے دلچسپی لیتے دیکھا۔ اور وہاں کے کتب خانے کو اعلیٰ درجے کی کتب مقالات اور جریدوں سے بھرا پایا۔ پروفیسر زراس کومنس اور جاسٹرو اور کئی دیگر اوسط درجے کے امریکن استادوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ذی علم نکلے وہ ترقی پسند دنیا کے مسائل سے آگاہ اور اپنے مضامین کی تشریح کرنے میں جدید نقطۂ نظر رکھتے۔

وائی۔ ایم۔ سی عمارت کے کرتا دھرتا اس بات سے بڑھ کر کوئی دور کی کوڑی نہ لا سکے کہ ہمارے جلسے کے لیے اپنا ہال دینے سے انکار کر دیں۔ بلاشبہ یہ ہمارے جلسے کی تشہیر کے لیے ایک بہترین وسیلہ بن گیا۔ یہ واقعہ طلباء کی ایک اچھی تعداد کو ہمارے شہر کے ہال کی طرف کھینچ لایا اور انہیں پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ متجسس بنانے کا سبب بنا۔ بعد میں لائبریرین نے مجھے یہ بتایا کہ انارکزم سے متعلق کتابوں کی طلب میں اس وقت سے اتنا زیادہ اضافہ ہوا ہے جب سے میں شہر میں آئی ہوں جتنا لائبریری کے قیام سے آج تک ہوا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میڈیسن میں میرے قیام نے جو جوش وخروش پیدا کیا اور میرے جلسوں میں جس طرح لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوئے اس سے قدامت پسند لوگوں کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ ان کے ترجمان 'دی ڈیموکریٹ' نے دہائی دی اور لکھا ''انارکزم کی روح اور انقلاب کالج کے حدود میں جاری وساری ہے'' مدیر نے پروفیسر راس کو اپنے نشانے کا ہدف بنایا۔ جو میرا میزبان تھا اور جس نے اپنے طلباء کو ہدایت کی تھی کہ میری تقریروں میں شریک ہوں اور خود بھی آیا تھا۔ اخبار نے تو کنایتاً پروفیسر کی سبکدوشی کی بھی سفارش کر دی تھی۔ خوش قسمتی سے وہ اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت میری روانگی کے تھوڑے ہی عرصے بعد چین کے دورے پر چلا گیا۔ اس لیے ڈیموکریٹ کی ہاؤ ہو جلد ہی ختم ہوگئی۔ اور جب ڈاکٹر راس مشرقی ممالک سے لوٹا تو وہ اپنے کام کاج میں بلا کسی رکاوٹ کے لگ گیا۔

اور لیف طائفہ کے منیجر کی حیثیت میں میں اکثر سماجی تقریبات میں شرکت کرتی تھی۔ لیکن بطور نظریاتی مبلغ کے میں محض تفریحی تقریبات سے اجتناب کرتی۔ وہ شخص جو مجھے سماجی ظہرانوں اور شبستانوں کے عشائیوں میں مجھے غلطاں رکھنے والی ذات ولیم میرین ریڈی کی تھی۔ جو سینٹ لوئس مرر کا فاضل مدیر تھا۔ اس کے دلفریب اطوار نہایت خطرناک اور قانوناً ممانعت والی اشیاء کو بھی دشمن کے خیموں میں پہنچا سکتے تھے۔ میرے پہلے ظہرانے پر سینٹ لویس کی 'شستہ' شخصیات نے مجھ سے بہت سے چبھتے ہوئے سوالات پوچھے۔ جہاں مے کی فراوانی تھی مگر جذبے کی کمی۔ ایک عنصر جو فضا کو خوشگوار بنا رہا تھا وہ بل ریڈی کی شخصیت تھی۔ یوں لگتا جیسے بوقت مناجات منور صہبا پاشی کی جا رہی ہو۔

میرا دوسرا 'درشن' آرٹسٹ گلڈ پر ہوا جو عیش وعشرت کے دلدادگان کی انجمن تھی۔ اس عشرت رانی نے میرے خیالات جیک لنڈن کی لوٹ کھسوٹ کے واقعات کی طرف موڑ دیئے جن کا ذکر ''چلڈرن آف ایبس'' میں موجود ہے۔ کہ وہ روٹی خریدنے والوں کی قطار میں کھڑا تھا اور اسے گھنٹوں قطار میں کھڑے رہ کر انتظار کرنا پڑتا کہ اسے کب بیلچے سے کوئلہ اٹھانے کا کام ملے اور اس نے کیسے خود کو کارخانے میں اندر سے مقفل کر کے بند کر لیا تھا۔ اسے یہ بھی اطمینان تھا کہ وہ جب چاہے گا اپنے گھر چلا جائے گا۔ نہائے گا کپڑے بدلے گا اور پیٹ بھر کر عشائیہ کھائے گا۔

گلڈر (پیشہ وروں کی انجمن) کے زیادہ تر ارکان کی اس بات سے میں بہت متاثر ہوئی کہ ان کے لیے عیش وعشرت' منشیات کی کئی قسموں میں سے ایک ہے جس کے ذریعے وہ اپنی زندگی کی کبیدگی کو برداشت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذکورہ لوگوں کے علاوہ بھی ایسے لوگ تھے جنہیں یہ معلوم تھا کہ جدوجہد ہر مخلص اور آزادی کے متوالے شخص پر کسی عذاب سے کم نہیں چاہے وہ زندگی میں کسی نظریئے کے لیے کوشاں ہو یا فن میں۔ اس لیے میں نے ان سے خطاب کرنے کے لیے ''زندگی میں فن'' کے موضوع کو منتخب کیا۔ اور اس جانب اشارہ کیا کہ دیگر اشیاء کے علاوہ زندگی اپنی بوقلمونی اور ہمہ گیری میں فن ہی تو ہے اور وہ بھی عظیم ترین فن۔ ایسا شخص جو زندگی کے دھارے کا حصہ نہیں بنتا وہ فنکار نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ غروب آفتاب کی کیسی تصویر کشی کرتا ہے یا تاریکی کو کس طرح کاغذ پر اتار لیتا ہے۔ اس کے یہ بھی معنی نہیں ہیں کہ فنکار کسی مخصوص مسلک پر کاربند ہو' کسی انارکسٹ گروہ کی رکنیت رکھتا ہو یا سوشلسٹ جماعت کا کارکن ہو۔ ہاں اس کی ضرور اہمیت ہے کہ ان لاکھوں لوگوں کی محرومیوں کو سمجھے جنہیں مسرت اور خوبصورتی سے لطف اندوز ہونے سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ ایک حقیقی فنکار کے تخیل کو کمرے کے اندر تحریک نہیں مل سکتی۔ عظیم فن تو ہمیشہ عوام الناس تک جاتا ہے اور ان کی امیدوں اور خوابوں میں بس جاتا ہے جس سے ان کی روحوں کی تاریکی میں روشنی کی لو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ''بہت سے اور ایسے بہت سے'' بقول نطشے اوسط درجے کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسی اشیاء ہوتی ہیں جنہیں پیسے کے عوض خریدا جا سکتا ہے۔ جو ہلکی عظمت اور معمولی سماجی مقام کے حامل ہوتے ہیں۔

ڈرامے پر میرا لیکچر بالخصوص اس لیے موزوں تھا کیونکہ ان دنوں پادری صاحبان اور متقی خواتین مل کر تھیٹر کو ''خالص'' بنانے پر کمربستہ تھے۔ تاہم یہ میری فرانسسکو فیئر پر گفتگو تھی جو سامعین کی بہت بڑی تعداد کو یہاں لے آئی اور جس نے گہری دلچسپی بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا کر دی۔

''سوسائٹی میں سیندھ'' لگانے کے تجربے سے بڑھ کر وہ اوقات کہیں زیادہ تسکین والے نکلے جو میں نے بلی ریڈی اور بن اور اڈا کپس کی شیریں رقابت میں فاؤسٹ میں گزارے۔ نظریاتی طور پر مجھ میں اور بل میں کوئی پانچ ہزار برس کا فاصلہ تھا۔ اس نے بھی جب میرا قلمی خاکہ لکھا تو یہی بات کہی۔ ''خوابوں کی بیٹی'' لیکن حقیقت یہ تھی کہ سینٹ لوئیس مرر کا مدیر بہ باطن ایک انارکسٹ تھا۔ اس کی وسعت افکار رواداری اور ہر سماجی باغی کے لیے اس کی فیاضانہ حمایت ان سب نے مل کر اسے مجھ سے قریب کر دیا۔ ادبیات میں اور کئی معاملات میں ہم ہم مذاق تھے۔ اور اس کا آئیرش حس مزاح اور برجستہ شوخی ان اوقات کو پر سرور بنا دیتے جو ہم مل کر گزارتے۔

میں نے اسے ایک اور شام کا قصہ سنایا جو میں نے ۱۹۰۱ء میں اسی فاوسٹ میں گزارے تھے۔ جب میرے ساتھ کارل نولڈ اور دوسرے دوست تھے۔ اسی کے بعد میں شکاگو چلی گئی اور خود کو پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ ''تم یہاں بیٹھی ہوئی کھانے اور شراب سے لطف اندوز ہو رہی ہو اور باہر پولیس تمہاری تلاش میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہی ہے۔'' اس نے مارے خوشی کے کہا۔ ''آہ 'میرے خدا' میرے خدا کیا عورت ہے!'' جیسے اس پر دورہ پڑ گیا ہو۔ اس کی آنکھوں کے ڈلے مارے حیرانی کے باہر نکلے پڑ رہے تھے اور اس کا موٹا سا پیٹ مارے ہنسی کے ہل رہا تھا۔ پیٹھ پر کئی دو ہتڑوں اور چند گھونٹ پانی اتارنے کے بعد بل کی سانس میں سانس آئی لیکن وہ رات گئے تک ہنستا رہا۔ ''آہ 'میرے خدا' کیا عورت ہے۔''

بل کی بہ نسبت کپسیز مجھے کہیں زیادہ عزیز تھے اس کی وجہ ہماری نظریاتی ہم خیالی تھی اور اس کے لیے جدوجہد۔ ان سے ملاقات ہونے سے بہت پہلے ہی مجھے اپنے نظریات کے لیے ان کے جذبے کے متعلق معلوم ہو چکا تھا اور اس کی ضروریات کے لیے ان کی مستعدی سے بھی آگاہ تھی۔ اس کے بہت بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ بن میں بھی سماجی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ ''یہ سب کچھ سینٹ لوئس میں تمہارے ایک جلسے میں ہوا تھا'' اس نے مجھے بتایا۔ ''میں لڑکوں کی ٹولی اور گندے انڈے لے کر آیا تھا کیونکہ تم خدا اور لوگوں کی دشمن تھیں۔ اس شام کی تمہاری پوری گفتگو نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا اور اس نے میری زندگی کی راہیں بدل ڈالیں۔ میں تو تمہارا مذاق اڑانے کی نیت سے آیا تھا اور میں تمہارے بیان کردہ نظریات پر ثابت قدم رہنے کے لیے دعائیں کرنے لگا۔'' اس دن سے اس نے اپنے ایقان سے سرمو انحراف نہ کیا اور نہ ہی اپنی دوستی میں فرق آنے دیا جو برسوں سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔

مشی گن یونیورسٹی اگرچہ وسکونسن یونیورسٹی سے بہ مشکل دس گھنٹے کے فاصلے پر ہے لیکن فکری لحاظ سے یہ پچاس برس پیچھے ہے۔ روشن خیال پروفیسروں اور تعلیم میں منہمک طلباء کے بجائے مجھے ہال میں پانچ سو ہلڑبازوں سے واسطہ پڑا جو سیٹیاں بجا رہے تھے واویلا کر رہے تھے اور پاگلوں کی طرح ہنگامہ کر رہے تھے۔ مجھے وقت پڑنے پر نہایت دشوار ہجوموں سے بھی خطاب کرنے کا تجربہ تھا..... جن میں گودی کے مزدور، ملاح فولادی صنعت کے مزدور اور وہ لوگ جو جنگی ہسٹیریا کے عارضے میں مبتلا تھے وہ بھی شامل تھے۔ مذکورہ لوگ آج کے فسادی گروہ کے سامنے اقامتی مدرسوں کی لڑکیاں لگتے تھے اور بظاہر وہ جلسے کو منتشر کرنے کے عزائم رکھتے تھے۔ میرے ہال میں پہنچنے سے پہلے نجی ملکیت کے تقدس کے یہ پجاری ہماری تمام مطبوعات کو پھاڑ کر پھینک چکے تھے۔ اس کے بعد وہ چبوترے پر رکھے ہوئے بلوریں گلدستے پر کوئیلوں کی بارش کر کے خوش فعلیوں سے جی بہلا رہے تھے۔ جگہ لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور میرے علاوہ وہاں ایک اور عورت بھی موجود تھی جس کا نام ڈاکٹر موڈ تھومپسن تھا۔ وہ بے چاری دروازے میں پھنسی ہوئی تھی اور چبوترے تک نہ پہنچ پا رہی تھی۔ کچھ بھی ہو اس کے مجھ تک پہنچ جانے سے کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ میں بھی نہیں چاہتی تھی کہ ان بالغ ''شہسواروں'' سے کسی شائستگی کی درخواست کروں۔

بہت سے طلباء جنہوں نے برادری والے عشائیے میں میری خاطر مدارت کی تھی وہ میری سلامتی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے یہ پیشکش کی کہ پولیس کو بلا لیا جائے۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ اس سے صورتحال میں مزید خرابی پیدا ہو جائے گی اور شائد بلوہ ہو جائے۔ میں نے انہیں اس لیے کہا کہ میں حالات کا خود ہی مقابلہ کروں گی اور نتائج کی ذمہ دار بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنوں گی۔

چبوترے پر میری آمد کا استقبال چیخ وپکار، گھنٹیوں کے بجنے، فرش پر جوتے بجانے اور ان بلبلاتی آوازوں سے کیا گیا ''لو وہ آ گئی، انارکسٹ بم پھینکنے والی۔ لیجئے یہ ہے آزادی جنس کی حامی! تم ہمارے قصبے میں نہیں بول سکتیں، ایما! دفع ہو جاؤ..... تمہارا بھلا اس میں ہے کہ یہاں سے بھاگو!''

میں جلد ہی سمجھ گئی کہ اگر اس صورتحال سے نمٹنا ہے تو مجھے کسی قسم کی گھبراہٹ نہ دکھانا چاہئے اور نہ ہی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا چاہئے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور کھڑی ہو کر ان نوجوان ہوشوں کو دیکھنے لگی جبکہ بہرا کر دینے والا شور جاری تھا۔ درمیان میں ایک ہلکا سا سناٹا ہونے پر میں نے کہا ''حضرات، میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ پر کھلنڈرا پن طاری ہے اور آپ محاذ آرائی چاہتے ہیں۔ بہت خوب ایسا ہی ہوگا۔ آپ شور مچائے جایئے۔ اور میں اس وقت تک انتظار کروں گی جب تک آپ بھڑاس نہیں نکال لیتے۔

معاً وہاں حیران کن سناٹا چھا گیا۔ اور اس کے بعد پھر سے وہی ہنگامہ برپا ہو گیا۔ میں بھی کھڑی رہی اور میرے ہاتھ بندھے رہے اور میرے عزم کی پوری قوت میری گھورتی نظروں میں تھی۔ بتدریج غل غپاڑے میں کمی آنے لگی اور پھر مجمعے میں سے کوئی چلایا۔ ''ٹھیک ہے ایما ہم اب تمہارے انارکزم کے متعلق سنیں گے!'' اس چیخ میں دوسری آوازیں بھی شامل ہو گئیں اور پھر ذرا سی دیر میں مقابلتاً خاموشی طاری ہو گئی۔ تب میں نے بولنا شروع کر دیا۔

میں نے گھنٹے بھر سے کچھ اوپر تقریر کی جس میں متواتر خلل ڈالا گیا۔ لیکن جلد ہی اجتماع پر سکوت چھا گیا میں نے انہیں بتایا کہ ان کا رویہ اختیارات کے نتائج کا بہترین ثبوت ہے اور ان کے طرز تعلیم کا بھی۔ ''آپ اس کا نتیجہ ہیں'' میں نے کہا ''آپ خیال اور اظہار خیال کی آزادی کے معنی کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ آپ دوسروں کے لیے احترام کیونکر محسوس کر سکتے ہیں اور کسی اجنبی کے لیے جو آپ میں موجود ہے اس کے لیے نرمی اور میزبانی کا خیال کیسے آ سکتا ہے۔ اختیارات ہر جگہ سایہ فگن ہیں گھر پر اسکول میں اور جسد سیاسی' میں یہ مذکورہ بالا اوصاف کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ انسان کو طوطے میں بدل دیتے ہیں اور وہ قدیم نعروں کو دھرائے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے لیے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے یا سماجی برائیوں کو سمجھنے کے احساس سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن مجھے جوانوں کی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔'' میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''چونکہ تم لوگ ابھی تک بگڑے نہیں ہو اور معاملہ فہم بھی ہو۔ جس توانائی کا اس سہ پہر میں تم نے مظاہرہ کیا ہے اس کو اچھے مصرف میں بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اسے تمہارے ساتھی اور رفیقوں کے مفاد میں لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن تم نے اپنی پوری توانائی کو خوبصورت گلدان توڑنے اور علمی عرق ریزی کو برباد کرنے میں صرف کر دیا جسے بنانے میں بہت سے مردوں اور عورتوں نے ہاتھ بٹایا تھا' کام کیا تھا اور کبھی اس کے لیے جان بھی دے دی تھی اور سب کے لیے بہتر مستقبل کا خواب دیکھا ہوگا۔''

میں نے جوں ہی تقریر ختم کی وہاں کالجوں والے فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے۔ یہ بہت بڑا خراج عقیدت تھا۔ یہ مجھے بعد میں بتایا گیا اور جسے میں نے درست سمجھ لیا۔ شام ہوتے ہوتے طلباء کی ایک کمیٹی مجھ سے ہوٹل میں ملنے آئی تا کہ اپنے اور اپنے کامریڈوں کے رویئے کی معافی چاہے اور ہمارے ادبی پرچوں اور گلدستے کے نقصان کی قیمت ادا کر دے۔ ''تم جیت گئیں، ایما گولڈمان'' انہوں نے کہا ''تم نے ہمیں شرمندہ کر دیا، آئندہ جب تم ہمارے شہر کا دورہ کرو گی تو ہم تمہارا دوسری طرح استقبال کریں گے۔''

یہ کوئی واحد دلچسپ واقعہ نہ تھا جو ہمیں این آربر میں پیش آیا۔ وہاں ڈاکٹر ویم بوہیم سے بھی ملاقات ہوئی جو یونیورسٹی میں انسٹرکٹر کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کے ہمراہ اس کی بیوی تھی۔ اس کا نام ڈاکٹر ماوڈ تھومپسن تھا وہ نفیس اور نازک مزاج خاتون تھی۔ لیکچر والے دن میں اور بن ان کے ہاں ظہرانے پر مہمان تھے۔ وہاں سارا وقت بوہیم سے زبردست مباحثہ ہوتا رہا جو ''سائنٹیفک سوشلزم'' کا گہرا پیروکار تھا۔ میٹنگ کے اختتام پر ہم لوگ اپنے نظریات فراموش کر چکے تھے اور اس کی سرد مہر سائنس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی جگہ رفیقانہ ہمدردی اور باہمی خیر وعافیت نے لے لی تھی۔اب وہ میرے لیے ہر معاملے میں سینہ سپر بننے کے لیے تیار تھا۔

بفلو میں میئر کا سیکریٹری ایک خلاف معمول شخصیت نکلا۔صرف امریکہ ہی ایسی متضاد شخصیت کو جنم دے سکتا ہے۔وہ ریڈیکل تھا اور لادین بھی تھا اس کے ساتھ ہی وہ نیو انگلینڈ کے ضمیر میں بھی جکڑا ہوا تھا۔وہ بڑے بڑے خوابوں کے خواب دیکھا کرتا اور چھوٹے چھوٹے کاموں کی تکمیل میں اپنی توانائی ضائع کرتا۔وہ سیاستدان ہوتے ہوئے موقع پرست بھی تھا اور رائے عامہ سے خوفزدہ اس کے باوجود انہیں اندھا دھند نظر انداز بھی کرتا۔اس میں اس کا کوئی مفاد نہ تھا جب اس نے میئر سے یہ درخواست کی کہ مجھے تقریر کرنے کی اجازت دی جائے۔لیکن اس نے میرے حقوق کی پاسداری پارساؤں والی ہٹ سے کی۔

پولیس کو توال نے میرے جلسے کو روکنے کی کوشش کی۔مگر میئر نے اپنے سکریٹری کی تاکید پر منظوری دینے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک ایسا مقابلہ تھا جس میں بالا دست دانش نے اہل کاروں کی تنگ نظری کو چت کر دیا۔

معبودوں کے ڈھنگ نرالے ہیں نامعلوم وجوہ پر اس دورے میں مزید اور کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ہم اپنی راہ پر خاموشی سے چلتے رہے۔پرانے کھیتوں میں ہل چلاتے اور افتادہ زمینوں کو صاف کرتے اور دلچسپ لوگوں سے ملتے اور اپنے کام میں رنگ اور ذوق وشوق بھرتے جاتے۔

اخبارات کا کسی انارکسٹ کے بارے میں منصفانہ رویہ کوئی روزمرہ کا واقعہ نہ تھا۔ڈین ورمیں' میں اس وقت بھونچکی رہ گئی جب تین اخبارات نے وہاں میرے خطاب کو الف سے ے تک چھاپ دیا۔ڈرامے کے ایک مقامی نقاد نے جو مقامی ٹائمز میں لکھتا تھا یہ دریافت کر لیا کہ ''ایما گولڈمان'' اس نے لکھا'' سے اس طرح سلوک کیا جا رہا ہے جیسے وہ سماج دشمن ہو بالکل اسی طرح جس طرح ڈاکٹر اسٹاکمان نے ابسن کی کتاب (Enemy of the people) میں کیا ہے۔حالانکہ وہ ہمارے عارضے اور کمزوریوں کی جانب اشارہ کر رہی ہے۔''

چونکہ ملک میں ان دنوں طلاق کی چکی چل رہی تھی اس لیے رینو شہر عورتوں کے ایک خاص طبقے کے لیے باعث کشش تھا۔وہ وہاں اس لیے جمع ہو جاتی ہیں تاکہ ایک خریدار سے آزادی حاصل کر کے جہاں تک جلد ممکن ہو سکے خود کو زیادہ منافع پر فروخت کرنیکے لیے دوسرا گاہک تلاش کیا جا سکے۔عزت کے نام پر یہ سب جائز ہے۔دل میں نہ کوئی درد ہوتا ہے اور نہ ہی آزاد عورت کی روح میں کوئی کشمکش ہی ہوتی ہے جو پرانے اور نئے جذباتی تجربات کی چولیں بٹھانے میں ہزار ہا کرب سے گزرتی ہے۔اسے محض ایک کاغذی رقعہ ملتا ہے جو بہ آسانی مل سکتا ہے اگر عورت کے پاس رقم ہو اور عوامی رائے عامہ کو ٹھنڈا رکھنے کے علاوہ اپنے ضمیر کو بھی مطمئن رکھ سکے۔اس کے باوجود ہم جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے طلاق یافتگان کی وجہ سے رسوا ہو چکا تھا۔

ایں! ایما گولڈمان ایک چھت کے نیچے ہمارے ساتھ مقیم ہے! وہی ایما گولڈمان جو جنس کرنے کی آزادی کی نقیب ہے! ایسی شخصیت کو تو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔انہوں نے اعلان کر دیا۔ہوٹل کا بے چارہ مالک کیا کر سکتا تھا؟ طلاق یافتگان غریبوں کی طرح وہاں ہمیشہ موجود رہتیں اور منافع بخش مہمان تھیں۔مجھے اس لیے ہوٹل چھوڑنا پڑا۔حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے وہی عورتیں جنہوں نے ایک جگہ پر قیام کرنے پر اعتراض کیا تھا انہوں ہی نے میرے اس لیکچر میں بعد میں بڑھ چڑھ کر بڑی تعداد میں حصہ لیا جس کا عنوان تھا ''شادی کی ناکامی'' اور ''جنس کاری کے معنی''۔

یہ رینو ہی کا شہر تھا جہاں مجھے جوا کھیلنے کا پہلی مرتبہ تجربہ ہوا۔اس سے پہلے میں نے کھلے ہوئے قمارخانے کبھی بھی نہیں دیکھے تھے جہاں راولٹ کی میزوں کے گرد لوگ ٹھٹ لگائے ہوئے تھے۔یہ بہت دلچسپ بات تھی کہ آپ ان عورتوں اور مردوں کے حرکات وسکنات اور رویوں کی غور سے دیکھیں جو اپنے شوق میں جنون کی حد تک مگن تھے۔میں نے بھی اپنی ''قسمت'' آزمائی لیکن پچاس سینٹ گنوا دینے کے بعد میں نے اپنے نصیب کو پھسلانے کی کوششیں ترک کر دیں۔

سان فرانسسکو میں مجھے معلوم ہوا کہ جیک لنڈن میرے قرب وجوار ہی میں کہیں مقیم ہے۔میں اس سے دیگر سوشلسٹ طلباء کے ساتھ سٹرنسکی کے گھر پر کیلی فورنیا کے ۱۸۹۷ء میں اپنے پہلے دورے میں ملی تھی۔اس کے بعد میں اس کی بہت سی تحریریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پڑھ چکی تھی اور اس لیے میں اس سے تجدید ملاقات کے لیے بھی بے چین تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی وہ فیرر ایسوسی ایشن کا موڈرن اسکول کے قیام کا معاملہ تھا جو وہ نیویارک میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ ہم اس معاملے میں خوش قسمت تھے کہ ہمیں اس کے تعلیمی کام میں وہاں کے نہایت اہم لوگوں کی اعانت مل رہی تھی۔ ان میں لولا رج' مینول کومروف' روز اور میری لیسٹر تھے۔ میں چاہتی تھی کہ ہمارے منصوبے میں لنڈن بھی دلچسپی لے۔ میں نے اسے لکھا کہ میرے ہونے والے لیکچر میں ازراہ کرم شریک ہو جو فرانسسکو فیرر پر ہے ۔

اس کا جواب بھی خصوصیت والا تھا ''ڈیئر ایما گولڈ مان'' اس میں تحریر تھا'' مجھے تمہارا رقعہ ملا' میں کسی بھی جلسے میں نہ جاؤں گا چاہے وہاں خدا قادر مطلق ہی کیوں نہ خطاب کر رہا ہو۔ میں صرف اس وقت کسی جلسے میں شرکت کرتا ہوں جہاں مجھے خود بولنا ہو۔ مگر میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تم گلین ایلن پر آ سکتی ہو اور جسے چاہو اپنے ساتھ لے آؤ؟''

ایسی پر لطف دعوت کو ٹھکرانا کس کے بس میں تھا؟ میرے ساتھ تو صرف دو ہی دوست تھے۔ بن اور میرا سابق وکیل ای۔ای۔ کرک لیکن اگر میں پورا ایک کارواں بھی لے جاتی تب بھی جیک اور شارمیان لنڈن ان کا خیر مقدم کرتے۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی میں اتنی گرم جوشی اور خلوص تھا۔

جیک لنڈن اب کتنا مختلف ہو چکا تھا جبکہ پہلے وہ ایک کل کی طرح زرہ بکتر پہنے ہوئے کمپٹن ویس کی تحریروں کے عین مطابق سوشلسٹ تھا! اس میں جوانی' زندہ دلی اور پھڑکتی ہوئی زندگی موجود تھی۔ اس میں ایک بہترین کامریڈ موجود تھا جس میں دوسروں کے لیے تعلق اور محبت موجود تھی۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ ہماری موجودگی کو تابناک تعطیلات میں بدل دے۔ ہم نے اپنے سیاسی خیالات پر مباحثہ کیا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے جیک میں ہلکا سا بھی ویسا کینہ نہ پایا جو میں نے دیگر سوشلسٹوں میں دیکھا تھا جن سے میں نے عوامی مباحثوں میں حصہ لیا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جیک لنڈن پہلے ایک فنکار تھا اور اس میں تخلیقی روح موجود تھی جس کے لیے زندگی میں آزادی ہوا کی طرح ضروری تھی۔ بطور فنکار انارکزم میں پنہاں حسن اس کی نظروں سے اوجھل نہ تھا اس کے باوجود اس کا اصرار تھا کہ سماج سوشلزم کے مرحلے سے گزرے بغیر انارکزم کی اعلیٰ منزل کو نہیں پا سکتا۔ کچھ بھی کہیئے یہ جیک لنڈن کی سیاست نہ تھی جو میرے لیے اہمیت رکھتی تھی۔ یہ اس کی انسانیت اور انسانی دل کے متعلق اس کا شعور اور اس کی تہہ داری تھی۔ ورنہ ان کے بغیر وہ اتنی شاندار ''مارٹن ایڈن'' کیسے تخلیق کر سکتا تھا۔ اگر اس میں یہ عناصر نہ ہوتے تو وہ روح میں کیسے اترتا اور اپنے سورما کو کیسے منہدم کرتا؟ یہ وہی جیک لنڈن تھا نہ کہ اس مشینی فرقے (سوشلزم) پر فدا شخص جس نے میرے گلین ایلن کے دورے کو پر مسرت بنا ڈالا۔

شارمیان' جو جیک کی بیوی تھی' کریمانہ مزاج والی میزبان تھی۔ اپنے پیدا ہونے والے بچے کے لیے بے حد نرم۔ اس میں اتنا جوش و خروش اور مستعدی تھی جس سے یہ ظاہر نہ ہوتا کہ عنقریب بچہ ہونے والا ہے۔ سخت جانفشانی کرتی اور میں اس کی روزمرہ کی مشغولیات سے ڈرتی ہی رہتی۔ ہمارے تین دن کے قیام میں شارمیان نے مشکل سے آرام کیا ہوگا وہ بھی عشائیے کے بعد جب وہ پیدا ہونے والے بچے کے لیے کپڑے سیتی اور ہم لوگ مختلف موضوعات پر بحث و مباحثہ کرتے مذاق کرتے اور پو پھٹے تک مے نوشی کرتے رہتے۔

گزشتہ پندرہ برس سے میرے لیکچروں کو ممکن بنانے میں میرے کامریڈوں کا ہاتھ رہا تھا۔ جنہوں نے ہر طرح سے میری مدد کی تھی۔ لیکن وہ کبھی بھی امریکہ کے اصل باشندوں تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان میں سے کچھ تو اپنی زبان کے لوگوں ہی میں اپنی توانائی صرف کرتے رہے اور اس طرح انہوں نے مقامی لوگوں کو اس معاملے میں دلچسپی لینے پر نہ آزمایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان برسوں میں یہ لوگ کم آئے اور صورت حال اطمینان بخش نہ تھی۔ لیکن اب بن بطور میرے منیجر کے میرے کام کو سابقہ تنگنایوں میں سے نکال کر توسیع دینے لگا۔ اس دورے میں میں سینتیس شہروں اور پچیس ریاستوں میں گئی۔ اور ان میں سے کئی ایسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مقامات بھی تھے جہاں کبھی انارکزم پر کوئی مباحثہ نہ ہوا تھا۔ میں نے بڑے اجتماعات سے کوئی سوا سو مرتبہ خطاب کیا جس میں سے پچیس ہزار نے داخلہ فیس ادا کی غریب طلباء یا بے روزگار اس کے علاوہ تھے جنہیں بلا کسی چندے کے داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ اس سے بھی زیادہ اطمینان بخش یہ واقعہ تھا جو میرے کام کی توسیع کے لیے مفید نکلا وہ یہ تھا کہ میرے ادب کے دس ہزار نسخے فروخت ہوئے اور پانچ ہزار بلا معاوضہ تقسیم کیے گئے۔ یہ بھی کوئی کم اہم بات نہ تھی جو آزادی اظہار کی آزادی کے لیے لڑایاں ہوئیں اور ان پر اٹھنے والے اخراجات ان ہی جلسوں سے وصول ہوئے۔ دوسری سرگرمیوں کو بھی نہ نظر انداز کیا گیا۔ ہماری نئی قائم شدہ فیرر ایسوسی ایشن کے لیے کی جانے والی اپیلیں اور کئی ہڑتالوں کے لیے ہماری درخواستوں کے جواب میں ہمیں کافی مادّی مدد ملی۔

اس سب کے باوجود ہمارے کئی کامریڈوں نے میری اچھی طرح خبر گیری کی۔ انہوں نے اس بات کو غداری پر محمول کیا کہ میں ایک انارکسٹ ہوتے ہوئے اپنے ساتھ ایک مینجر لیے پھروں جو ایک آوارہ گرد شخص ہے اور مشکوک چال چلن رکھتا ہے اور جو کامریڈ بھی نہیں ہے۔ تاہم میں اس سے متاثر نہ ہوئی اگرچہ ہماری صفوں میں اس نوعیت کی تفرقہ بازی تکلیف دہ تھی۔ میں نے خود کو اس بات سے قائل کر لیا کہ میں نے گزشتہ دو سال میں کہیں بہتر کام کیا ہے اور میں نے انارکزم کو ماضی کے مقابلے میں طول وعرض میں متعارف کرا دیا ہے۔ اور یہ بن کا ہنر اور لگن تھی جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ممکن ہو سکا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۷

مئی کی ۱۸ جو ساشا کی حیات نو کا دن تھا میرے دل پر نقش تھا۔ اگرچہ میرے سالانہ دورے ہمیشہ اس میں مانع آ جاتے کہ میں اس کی رہائی کی سالگرہ کے دن اس کے پاس نہ ہوتی۔ مگر ایک روحانی رشتہ ضرور تھا جسے فاصلہ یا وقت مجھے ساشا سے جدا نہ کر سکتا تھا یا اس دن کو فراموش کرا دیتا جس کے لیے میں آرزومند رہی اور برس ہا برس کام کرتی رہی جب وہ اسیری کے دن گزار رہا تھا۔ مئی کی ۱۸ کو میں لاس اینجلس میں تھی جب اس کا ایک تار ملا جس نے مجھے خوشی سے بھر دیا کیونکہ اس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ اس نے عہد کر لیا ہے کہ وہ قید کے ایام کی یادداشت لکھنے جا رہا ہے۔ میں نے اس سے بارہا تاکید کی تھی وہ انہیں لکھے اور یہ سمجھ کر کہتی تھی کہ اگر وہ اپنی قید کی داستان کو کاغذ پر منتقل کر دے گا تو اس سے ممکن ہے کہ اسے ان واہموں سے نجات مل جائے جو اسے زندگی سے مطابقت پیدا کرنے میں دشواریاں پیدا کر رہے ہیں۔ اب اس نے بالآخر یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ بھی عین اس دن جو ہم دونوں کی زندگیوں میں سب سے اہم دن اور لمحات میں بدل چکا ہے۔ میں نے اسے فوراً اطلاع دی کہ میں جلد ہی لوٹ آؤں گی اور اسے مدر ارتھ کی ذمے داریوں سے سبکدوش کر دوں گی اور پورے موسم گرما میں اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خود کو تج کر دوں گی۔

مجھے کچھ تحریری کام بھی کرنے تھے تا کہ اپنے لیکچروں کو طباعت کے لائق بنا دوں۔ میرے ذہن میں یہ خیال بؔن نے ڈالا تھا اور پورے دورے میں اس کا ذکر کئے گیا۔ میں یہ سمجھتی تھی کہ میں اس کے لیے وقت نہ نکال سکوں گی۔ اس کے علاوہ کوئی اشاعتی ادارہ میری کتاب شائع کرنے کے لیے قبول نہ کرے گا۔ مگر بؔن نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا کہ میرے مضامین میرے جلسوں میں ہاتھوں ہاتھ لیے جائیں گے۔ اس کی رجائیت اور اصرار اتنا متعدی تھا کہ میں دیر تک مزاحمت نہ کر سکی۔

پہلے یہ ہوتا تھا کہ میرے دورے کے ختم ہونے پر بؔن ہمیشہ شکاگو میں اپنی ماں کے پاس چلا جاتا تھا جسے وہ بہت چاہتا تھا۔ اس مرتبہ میں یہ چاہتی تھی کہ وہ میرے ساتھ نیویارک میں رہے تا کہ مجھے فراغت مل جائے اور میں ساؔشا کا ہاتھ بٹانے کے علاوہ اپنا لکھنے کا کام بھی کر لوں۔ لیکن بؔن کے خون میں تو آوارہ گردی رچی بسی ہوئی تھی اور اتنی زوردار جتنی سیلانیت کے دنوں میں اس پر سوار رہتی تھی۔ وہ مدر ارتھ پر بوجھ بننا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ سمندر پار یورپ جا کر کام کرے گا' اس نے کہا۔ چونکہ ہم لوگ ہمیشہ موسم گرما کے کچھ حصے میں ضرور جدا ہو جاتے تھے اس لیے اس سے کوئی فرق نہ پڑے گا اس نے دلیل دی' چاہے وہ شکاگو میں رہے یا لندن میں۔

بؔن کی روانگی کے کچھ عرصے بعد ساؔشا اور میں ایک چھوٹے سے زراعتی فارم پر منتقل ہو گئے۔ ہمیں وہاں کی خوبصورتی اور جگہ کا سکون پسند آیا۔ اس نے ایک اونچی پہاڑی پر اپنا خیمہ نصب کر دیا۔ جہاں سے ہمیں دریائے ہڈسن کا عظیم الشان منظر دکھائی دیتا تھا۔ میں خیمے کے اندر انتظامات درست کر رہی تھی۔ اس عرصے میں ساؔشا نے لکھنا شروع کر دیا۔

اگرچہ ساشا کے ۱۸۹۲ء میں پٹس برگ جیل جانے کے بعد میں پولیس کے کئی دھاوے بھگت چکی تھی۔ اس کے باوجود میں نے ''دی پریزن بلوزم'' کی کئی کاپیاں ضائع ہونے سے بچا لی تھیں۔ جنہیں اس نے اصلاحی جیل میں خفیہ خفیہ شائع کی تھیں۔ کارل نولؔڈ ہینری باؔور اور دیگر دوستوں کے پاس بھی اس کی کاپیاں محفوظ تھیں جن سے ساؔشا کو مدد ملی لیکن ان چیزوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت معمولی سی تھی جو اس کے حافظے میں دفن تھیں جو اس نے وہاں زندگی درگور رہ کر حاصل کی تھیں۔ وہ تمام خوفناک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باتیں جو اس کے علم میں تھیں۔ جسم میں روح اور جسم پر گزرنے والی اذیتیں اور ساتھی قیدیوں پر گزرنے والے مصائب ان سب کو اسے اپنی ذات میں سے کھود کھود کر نکالنا پڑ رہا تھا اور دوبارہ تخلیق کرنا تھا۔ چودہ سال کے تاریک ہیولے ابھر کر اسے اٹھتے بیٹھے آسیب زدہ کر رہے تھے۔

دن گزرتے رہے اور وہ اپنی میز پر بیٹھا خلا میں گھورتا رہا اور اگر لکھتا بھی تو لگتا جیسے وہ انتقامی جذبے کے زیر اثر ہے۔ وہ جو بھی لکھتا اکثر اسے ضائع کرنے پر تل جاتا۔ اور میں اسے بچانے کے لیے اس سے دھینگا مشتی کرتی جیسا کہ میں برس ہا برس تک اسے قبر میں جانے سے بچانے کے لیے کرتی چلی آ رہی تھی۔ پھر ایسے دن بھی آتے جب انسانوں کی نظروں سے بچنے کی خاطر ساشا جنگل میں غائب ہو جاتا۔ اس کے علاوہ ان بھوتوں سے بھی بچنے کے لیے جو ضابطہ تحریر میں لانے کے بعد سے نمودار ہو رہے تھے۔ میرے لیے یہ شدید درد و کرب کا باعث ہوتا جب میں درست طریقہ اور صحیح لفظ تلاش کرتی تا کہ اس متوحش روح کو سکون پہنچایا جا سکے۔ یہ روز کی کشاکش محض اس کی محبت میں نہیں کر رہی تھی۔ یہ اس لیے بھی تھا کہ میں نے اس کے لکھے ہوئے پہلے باب ہی سے اندازہ لگا لیا تھا کہ ساشا ایک شاہکار تصنیف کو جنم دینے کے لیے دردِ زہ میں مبتلا تھا۔ اس لیے اسے دنیا میں لانے کے لیے میری جانب سے کوئی بھی قیمت ادا کرنا مہنگا سودا نہ تھا۔

ابھی میں فارم پر مقیم تھی کہ ایک شام میں گر پڑی اور خود کو زخمی کر لیا۔ طب کا ایک نوجوان طالبعلم جو ہم سے ملنے آیا تھا اس نے یہ تشخیص کیا کہ میرے گھٹنے کی چپنی ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن میں اس بات کے لیے تیار نہ تھی کہ اس رات جو لکھنے کا ارادہ کیے تھی اس کا حرج ہو۔ میں نے گھٹنے پر ایک ٹھنڈا نمدا باندھ لیا اور جھولتی ٹانگ کے ساتھ میں صبح چھ بجے تک کام کرتی رہی۔ چند گھنٹے سونے کے بعد درد تو غائب ہو گیا۔ اور اس دن نیویارک جانے کی تیاری کے لیے میں سامان خورد و نوش تیار کرنے میں جتی رہی۔ میں نے بوسٹن طرز کے مٹر سینکے اور مربہ بنایا اور پھر ساڑھے تین میل پیدل چل کر اسٹیشن تک گئی۔ جب میں ٹرین کے ڈبے میں چڑھنے لگی تب مجھے پتہ چلا کہ کہ میرے گھٹنے میں بہت گڑبڑ ہے۔ وہ رات ایسے درد میں بسر ہوئی جیسے کوئی گھاؤ لگا رہا ہو اور صبح میں نے ڈاکٹر بلوایا۔ اس نے سابقہ تشخیص کی تصدیق کر دی کہ گھٹنے کی چپنی ٹوٹ چکی ہے اور جراحی کا مشورہ دیا۔ دو اور ڈاکٹر دوست اس سے متفق ہو گئے اور سینٹ فرانسس اسپتال جانے کا مشورہ دیا۔

''معروف سرجن ڈاکٹر اسٹیورٹ وہاں ہے'' میرے دوستوں میں سے ایک بولا ''وہ اچھا کام کرے گا'' ''ڈاکٹر اسٹیورٹ'' میں حیرانی میں چلائی ''کیا یہ وہی نہیں ہے جسے میکنلے کے علاج کے لیے طلب کیا گیا تھا؟'' ''بالکل وہی'' اس نے جواب دیا۔

''یہ کیسا حسن اتفاق ہے'' میں نے کہا ''تمہارے خیال میں کیا وہ اس پر آمادہ ہو جائے گا جب اسے معلوم ہو گا کہ میں کون ہوں؟''

''بے شک'' میرے دوست نے اطمینان دلایا ''اس کے علاوہ تم اپنا نام کرسٹنر درج کرانا۔''

جب ایکسرے لیا جا چکا تو ڈاکٹر اسٹیورٹ آیا اور بتانے لگا کہ میرے گھٹنے کی ہڈی ایک جانب سے ٹوٹی تھی۔ ''لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے جوڑنے والے ریشے کیسے توڑے'' اس نے پوچھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ سارا دن میں اپنی ٹانگوں پر کھڑی رہی تو اس نے مارے حیرانی کے اپنے ہاتھ شانوں سے اوپر اٹھا لیے۔ ''میرا جراحی کرنے کا ارادہ نہیں ہے'' اس نے مجھے آگاہ کیا۔ ''جراحی کے بعد گھٹنے کبھی بھی اصل حالت میں نہیں آتے۔'' اس نے کہا ''میں تمہارا سست رفتار علاج کروں گا جو روایتی طریقہ ہے۔ اس میں زیادہ وقت اور صبر درکار ہے۔ لیکن نتیجہ بہتر نکلتا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''یہ دریافت ہوا ہے'' میں سوچنے لگی ''یہ روایتی اور قدیم طریقہ جس میں میرے لیے مخصوص فائدہ ہے۔''

یہ ایک انارکسٹ کے لیے ایک کڑوی گولی اتارنے والی بات تھی لیکن نسوانی وقار نے ایک اکڑے ہوئے گھٹنے پر اسے ترجیح دی۔ اور میں نے ''روایتی طریقے'' پر صاد کر دیا۔ مجھے اپنے فلیٹ پر واپس لے جایا گیا اور کئی ہفتوں کے لیے پلاسٹر کے خول اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھیپھڑوں میں جکڑ دیا گیا۔اس اثناء میں ساشا کے لکھنے میں خلل پڑ گیا اور میری اپنی کتاب بھی معرض التوا میں پڑ گئی جسے برداشت کرنا گھٹنے کے درد سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا۔میرے حادثے کو سن کر بن نے اپنا سمندر پار دورہ مختصر کر دیا اور نیویارک لوٹ آیا۔اس کو دیکھ کر طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا اور آرام ملنے کا احساس پیدا ہونے لگا۔اور مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ مجھے لٹا دیا گیا ہے۔

ہفتہ بھر بعد میں فارم پر لوٹ آئی اور ادھر ادھر بیساکھی پر پھدکتی پھرتی۔پانچ افراد کے لیے چھوٹے موٹے گھریلو کام کرتی اور رات میں اپنی کتاب لکھتی جسے میں نے دو مہینوں میں مکمل کر لیا۔جیسا کہ مجھے علم تھا کہ کوئی ناشر میرے مسودے کو نہ قبول کرے گا۔بن اس پر اڑ گیا کہ یہ کتاب ہمیں خود چھاپنا چاہئے۔ہمارا طابع ہمیں ہمارا حق دینے پر آمادہ تھا لیکن دیگر اخراجات کے لیے رقم کہاں سے آئے گی؟

''بذریعہ قرض'' میرے رجائی منیجر نے مشورہ دیا۔''ہم اپنے اگلے دورے میں اتنا فروخت کر لیں گے کہ پورے اخراجات ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔''

بن مدرارتھ کے دفتری معاملات پر توجہ دے رہا تھا اور میری کتاب کی طباعت کی بھی نگرانی کر رہا تھا۔میں پھر سے اوسٹنگ فارم پر لوٹ آئی جہاں ساشا اپنی یادداشتوں پر کام کر رہا تھا۔ہمارا وہاں اس وقت تک قیام کرنے کا ارادہ تھا جب تک موسم اس کی اجازت دے گا۔مگر خلاف معمول واقعات نے جلد ہی ہمارے منصوبوں کو بدل دیا۔خبر یہ تھی کہ لاس اینجلس ٹائمز کی عمارت میں دھماکہ ہوا اور جاپانی انارکسٹوں کے ایک گروہ پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔دونوں معاملات فوری طور پر اس کے متقاضی تھے کہ ہم کوئی اجتماعی اقدام کریں۔اور ہم اس لیے بڑی عجلت میں اکتوبر ہی میں نیویارک لوٹ آئے۔

لاس اینجلس کے صنعتکار اور تاجران کی ایسوسی ایشن اپنے سربراہ ہیرسن گرے اوٹس جو لاس اینجلس ٹائمز کا مالک بھی تھا بحرالکاہل کے ساحل کے منظم محنت کشوں کے خلاف برسوں سے ایک بے رحم محاذ کھولے ہوئے تھا۔ان کی سخت مزاحمت کی وجہ سے لاس اینجلس میں کارکنوں کو منظم کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتیں اور یوں ان کی حالت بھی بہتر نہ ہو پاتی۔اس وجہ سے اوٹس اور اس کے اخبار سے کیلیفورنیا کے محنت کش عناصر سخت نفرت کرتے۔

یکم اکتوبر کی رات میں اس اخبار کی عمارت میں ایک دھماکہ ہوا۔جس میں بائیس ملازموں کی جان بھی گئی۔اوٹس نے وہی نعرہ بلند کیا کہ ''انارکی۔'' صحافت، ریاست اور کلیسا نے مل کر ہر اس شخص پر حملہ کر دیا جو محنت کشوں سے ہمدردی کی شہرت رکھتا ہو۔بہت سے مبلغین جو انتقام کی پیاس میں باولے ہو چکے تھے وہ بھی شریک تھے۔جب تک ٹائمز پر دھماکے کے اسباب کا تعین ہو پاتا اس کا ذمہ دار انارکسٹوں کو ٹھہرایا جانے لگا۔ہم نے دشمن کا چیلنج یہ کہہ کر قبول کر لیا اور محنت کشوں کو چوکس کیا کہ اب محض انارکزم ہی خطرے میں نہیں ہے بلکہ منظم محنت کش بھی زد پر ہیں۔ہم نے اس کام کو اس لمحے سب سے زیادہ اہم جانا جس کے سامنے دیگر تمام مساعی کو تابع کر دینا چاہئے۔ساشا کے لیے اب اپنا کام جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔

اسی عرصے میں ہمیں جاپان سے یہ خبر ملی کہ انارکسٹوں کی بڑی تعداد کو میکاڈو کی جان لینے کی ایک مبینہ سازش کے تحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔اس گروہ میں ممتاز ترین شخصیت ڈینجرو کوٹوکو کی تھی۔وہ یورپی ممالک کے مصنفین کے مقابلے میں اپنے ملک کو کہیں بہتر سمجھتا تھا مثلاً لافکاڈیو ہرن پیر لوتی یا میم گاڈ تھیر جنہوں نے جاپان کی گلابی تصویر کشی کی تھی۔کوٹوکو کو ان تکلیف دہ حالات کا ذاتی تجربہ تھا جن میں وہاں کے مزدور غلاموں کی طرح جی رہے تھے اور سیاسی حکومتوں کی بربریت سے بھی آگاہ تھا۔وہ سال ہا سال سے جاپان کے اہل دانش اور عوام الناس کو وقت کی ضرورتوں سے آگاہ کر رہا تھا۔وہ روشن دماغ شخص تھا۔عمدہ مصنف اور کارل مارکس، لیو تالستائی اور پیتر کروپوتکن کی تحریروں کا مترجم بھی تھا۔اس نے لین سن سوہ اور موم ہوچن کے تعاون سے توکیو یونیورسٹی کے جاپانی اور چینی طلباء میں انارکزم کا پرچار بھی کیا تھا۔حکومت نے اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسے کئی مرتبہ جیل میں بھی رکھا جس سے ہمارے کامریڈ کی ہمت نہ پست کی جا سکی۔اس لیے صاحبان اختیار نے بالآخر اسے ''نیست و نابود''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے کے لیے اپنے شہنشاہ کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں دھر لیا۔

نومبر کی ۱۰ کو ایسوسی ایٹڈ پریس نے یہ اعلان کیا کہ ''خصوصی عدالت جو میکاڈو کی جان لینے کی سازش کرنے والوں کے خلاف مقدمہ چلانے کے لیے قائم کی گئی تھی اس نے چھبیس افراد کو مجرم پایا ہے جس میں گروہ کا سرغنہ کوٹوکو اور اس کی بیوی سوگانو کا نوشامل ہیں۔ عدالت نے دفعہ 73 کے تحت سخت ترین سزا کی سفارش کی ہے جس میں شاہی خاندان کے کسی فرد کی جان لینے کی سزا موت ہوتی ہے۔

ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہ تھا اگر ہمیں جاپان میں جلاد کا ہاتھ روکنا تھا تو ہمیں کچھ کرنا تھا۔ اپنے دوست لیونارڈ۔ ڈی۔ ایبٹ کی اعانت سے جو فری اسپیچ لیگ کا صدر تھا ہم نے احتجاج کرنے کا انتظام کیا جو پھیل کر ملک گیر ہو گیا۔ واشنگٹن میں مقیم جاپان کے سفیر کو خطوط اور تار بھیجے گئے اس کے علاوہ نیو یارک کے قونصل جنرل اور امریکی اخبارات کو بھی تانتا باندھ دیا گیا۔ ایک کمیٹی جو عوامی زندگی میں ممتاز لوگوں پر مشتمل تھی اس نے امریکہ میں مقیم جاپان کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ یہ عظیم امریکی احتجاج میکاڈو کے درباریوں کو پسند نہ آیا۔ انہوں نے مقدور بھر کوشش کی تا کہ سزا یافتہ لوگوں کا کردار تاریک بنا کر پیش کریں اور ہماری کمیٹی پر ورغلانے والی طاقت ڈالتے رہے تا کہ وہ اپنی مساعی ترک کر دے۔ اس کے جواب میں ہم نے اپنی کوششیں اس طرح اور تیز کر دیں کہ نجی اور عوامی جلسوں میں اضافہ کر دیا۔ اخبارات پر بم باری شروع کر دی اور اس کے علاوہ عوامی رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لیے سخت محنت جاری رکھی تا کہ اس عدالتی قتل عام کو جو جاپان میں ہونے والا تھا روکا جائے۔

بہت سے دوست جنہوں نے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں ایک سدا کیچی ہارٹمین تھا جو شاعر' مصنف' مصور اور ہمٹمین اور پو کی نظموں کا عمدہ پڑھنے والا تھا۔ میں اس سے پہلی مرتبہ ۱۸۹۴ء میں ملی تھی اس کے بعد وہ ہمارے رسالے کے لیے مستقلاً لکھنے والا بن گیا۔ جزوی طور پر وہ جاپانی تھا۔ سادا کیچی جاپان کے حالات سے باخبر تھا اور کوٹوکو کے مقدمے سے بھی واقف تھا۔ اس نے ہماری درخواست پر ایک زوردار منشور تصنیف کیا جو بعد میں سزا یافتگان کی طرف سے خوب تقسیم کیا گیا۔

جنوری ۱۹۱۱ء میں بن اور میں اپنے سالانہ دورے پر پھر نکلے۔ اپنی روانگی سے پہلے میرے منتخب لیکچر بنام "Anarchism & other Essays" انارکزم اور دیگر مضامین'' چھپ کر آ گئے۔ کتاب میں مصنفہ کی زندگی کا سوانحی خاکہ بھی شامل تھا جسے ہیولا یٹ ہیول نے لکھا تھا۔ اس میں میری عوامی زندگی کے اہم واقعات بیان کیے گئے تھے۔ اس میں کئی ایسے لیکچر تھے جنہیں پولیس نے بارہا منتشر کر دیا تھا۔ اگر مجھے اپنی بات کہہ لینے کا موقع بھی مل گیا تھا تو بھی تشویش اور شدید محنت کے بغیر ممکن نہ ہوا تھا۔ یہ مضامین میری بیس سال کی فکری اور روحانی جدوجہد کا نچوڑ ہیں اور نتائج پر پہنچنے کے لیے میری نمو اور غور وخوض کا ہاتھ رہا ہے۔ میں اس کتاب کے لکھنے کے لیے اور محرک بننے کے لیے بن کی ممنون ہوں۔ لیکن اصل مدد جس میں نظر ثانی اور پروف خوانی شامل تھی' ساشا کی شکر گزار ہوں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کہ اس ادبی کتاب کو دیکھ کر ہم دونوں میں سے کون زیادہ خوش تھا۔

دورے پر روانگی سے پہلے مجھے سینٹ مارک پلیس' نیو یارک میں فرانسسکو فیرر کی تقریب افتتاح میں شرکت کا موقع مل گیا۔ جس کا انتظام لیونارڈ۔ ڈی۔ ایبٹ' ہیری کیلی' ساشا اور دوسرے دوستوں نے کیا تھا۔ وہاں پر فیرر ایسوسی ایشن نے اتوار کے دن اور شام کے اوقات میں کلاسیں شروع کر دیں۔ جو ماڈرن اسکول کے لیے تیاریاں کراتیں۔ جن کے متعلق ہمیں امید تھی کہ وہ ہماری ادنی کوششوں سے ابھریں گی۔ اس موقع پر مجھے کو نہ اطمینان صرف اس بات سے نہ تھا کہ میں نے بذریعہ چندہ کافی رقم جمع کر لی تھی بلکہ یہ بھی تھا کہ میں نے بیارڈ بوایسن کو بطور استاد بھی آمادہ کر لیا تھا اور وہ اسکول کے سکریٹری کا عہدہ بھی قبول کر چکا تھا۔

مسٹر بوایسن کولمبیا یونیورسٹی میں انگریزی اور ادبیات کے موازنے کے استاد تھے۔ وہ فرانسسکو فیرر کی شہادت سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے ہماری دوسری یادگاری محفل کی صدارت بھی کی۔ جس کی کولمبیا یونیورسٹی کے صدر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے ملامت کی۔اس پر بوایسن نے یونیورسٹی سے استعفیٰ دے دیا۔اسے فیر رایسوسی ایشن میں شریک ہونے کو کہا گیا اور اسے موڈرن اسکول کی سکریٹری شپ کی پیشکش کی گئی۔اس حیثیت میں نہ تو انہیں تنخواہ ملتی اور نہ ہی نام ونمود لیکن مجوزہ تعلیمی مہم کے مقابلے میں انہیں ہر چیز ہیچ لگی۔

جب تک ہم اپنے دورے میں کولمبس اوہایو نہ پہنچے کہیں بھی کوئی قابل ذکر واقعہ نہ ہوا۔وہاں پر آواز گھونٹ دی گئی اور ہمیں اظہار کی آزادی کی جنگ شروع کرنا پڑی۔ہوا یوں کہ یونائیٹڈ ماین کے کارکنان انہیں دنوں اس شہر میں ایک کنونشن کر رہے تھے۔اوران کے جنگجو عناصر پولیس کی کارروائیوں پر برافروختہ تھے۔انہوں نے ہمارے ہال میں اس بات پر ایک احتجاجی جلسہ کیا جو پولیس کی مداخلت کے خلاف تھا اور اپنے رہنماؤں کے اس فیصلے کے خلاف بھی کیونکہ انہوں نے اس تجویز کو مسترد کرادیا تھا کہ مجھے بھی اس کنونشن سے خطاب کرنے کا موقع دیا جائے۔اس کا نتیجہ آخر میں میرے لیے ایک 'دعوت نامے' کی صورت میں نکلا۔یہ عجیب وغریب خط اس مضمون کا حامل تھا۔

ڈیئر میڈم

ہمارے کنونشن کی کارروائی کے مطابق آپ کو تپاک سے امریکہ بھر سے آئے ہوئے یونائیٹڈ ماین کارکنوں کے مندوبین سے خطاب کرنے کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔آپ کل جنوری کی انیس کو میموریل ہال میں ہونے والے اجتماع سے ایک بجے دن میں خطاب کیجئے۔

ہمارے کنونشن کے اس فیصلے کے نتیجے میں ہمیں ناظم جائے داد کی طرف سے یہ نوٹس ملا ہے کہ ہمیں کاؤنٹی کمشنروں سے ایک اجازت نامہ لینا لازم ہے۔ورنہ آپ کو تقریر کرنے نہ دیا جائے گا۔اس لیے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ مسٹر ریٹمین سے کہیں کہ وہ کمشنروں سے رابطہ کریں ورنہ کسی بھی نوعیت کی الجھن یا ناخوشگوار صورت پیدا ہوسکتی ہے اگر آپ کمشنروں سے اجازت لیے بغیر خطاب کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں۔

تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک ہمارے کنونشن کا تعلق ہے ہماری جانب سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آپ کے بہت مخلص

ایڈون پیری

سیکرٹری۔خازن۔یو۔ایم۔ڈبلیو آف اے

پس نوشت۔ہمیں ناظم جائے داد نے ابھی ابھی مطلع کیا ہے کہ کمشنروں نے کل صبح میں میموریل ہال میں تقریر کرنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا ہے۔

ہمارے کانکن دوست جو ہر حیثیت کے تھے جب انہیں اس چال کا علم ہوا جس سے میری تقریر کو روکنا تھا تو انہوں نے جلوس کی صورت میں اس طرف آنے کا فیصلہ کیا جسے ہم لوگوں نے کرائے پر لیا تھا لیکن پہلے ان کا میموریل ہال کی جانب جانے کا ارادہ تھا۔جہاں پر کنونشن کا اجلاس جاری تھا۔لیکن تب ایک خلاف توقع واقعہ ہوا۔میموریل کے ناظمین نے اپنے ہال کے دروازے بند کردیئے۔صرف مجھ پر نہیں بلکہ تمام مندوبین پر۔ان پر بھی جنہوں نے میری تقریر کی مخالفت کی تھی وہ بھی اس پر برہم ہوگئے اور جلوس میں شامل ہوکر ہمارے ہال تک آئے۔

میرا تعارف ایک مندوب ای۔ایس۔میکلو نے بڑی فصاحت سے کرایا اور ہجوم نے بھی اسی جوش وخروش سے سنا۔حالات کی سب سے زیادہ طمانیت بخش صورت حال یہ تھی کہ مندوبین نے صدق دل سے عمومی ہڑتال کی ضرورت کو تسلیم کرلیا۔جو محنت کشوں کا سب سے موثر ہتھیار ہوتا ہے۔

ڈیٹرائٹ میں ہمیں وہ خوفناک خبریں ملیں جن سے ہمیں پتہ چلا کہ جاپان میں ہمارے کامریڈوں کو سزائے موت دے دی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئی۔ ڈینجر وکوٹو کواوراس کی بیوی' سوگانوکانو' ڈاکٹر ایس اوتیچی جو پیشے کے لحاظ سے طبیب تھااورامریکہ کا تعلیم یافتہ تھا۔اے۔مورتیچکی جوزراعت کا انجینئر تھااوراس کے ہم کار رفیقوں کوعدالت کے ذریعے قتل کردیا گیا۔ان کا محض یہ جرم تھا جیسا کہ ہمارے شکاگو کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے محبت کرتے تھے اوراپنے نظریات پر فدا تھے۔

''انارکزم زندہ باد' اپنے آخری دم ڈینجیر وکوٹو کونے یہ نعرہ بلند کیا تھا۔

بنجوایل (ہمیشہ کے لیے) اس کے ساتھیوں نے مرتے ہوئے جواب دیا۔''میں آزادی کے لیے جیا ہوں اورآزادی ہی کے لیے مر رہا ہوں۔ کیونکہ آزادی کا نام ہی زندگی ہے۔'' سوگانوکانو نے بانگ دہل کہا۔مشرق اورمغرب مل گئے' انہیں خون کے رشتوں نے جوڑ دیا۔

ولیم میرین ریڈی کی میرے لیے کوششیں اس مرتبہ سینٹ لوئیس میں گزشتہ مواقع کے مقابلے میں کہیں زیادہ بارآور ثابت ہوئیں۔میں اس کا اوراس کے دوست الائیس مارٹن کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو ایک رقص کے اسکول کا سربراہ تھا اوراسی کی وجہ سے مجھے اوڈین ریسائیٹل ہال میں خطاب کرنے کا موقع ملا۔میرے موضوعات' کوٹو کو' اور' اخلاقیات کے شکار' تھے جنہوں نے لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا اورجنہوں نے کبھی بھی کسی انارکسٹ جلسے میں شرکت کی جسارت نہ کی تھی۔خواتین کے بدھ والے کلب میں میری تقاریر جو میں نے ''تالستائی'' اورگالزوردی کے ''انصاف'' پر کیں سینٹ لوئیس کی سوسائٹی خواتین کے نازک مزاج زبانوں کے لیے قدرے تیز مصالحے والی بن گئیں۔

اپنے اس پھیرے میں میں نے روجر بالڈون' روبر ماینز اورزوآ کنس سے بھی شناسائی پیدا کرلی۔بالڈون نے ایک بڑے ہوٹل میں میرے لیے ایک ظہرانے کا انتظام کیا جہاں میں سماجی کارکنوں کے ایک گروپ سے ملی اور چند مصلحین سے بھی ملی۔وہ عورتوں کے بدھ والے کلب میں میرے دوڈرامائی لیکچروں کے انتظامات میں بھی پس پردہ محرک تھا۔وہ بہت پرمذاق شخص تھا اگرچہ زوردار نہ تھا بلکہ اسے سماجی شیر کہا جاسکتا ہے جو سوسائٹی کی لڑکیوں میں گھرا رہتا جن کی وجیہہ جوان مردوں میں واحد دلچسپی اس کے ترقیاتی کاموں کے بجائے اس کی شخصیت ہوتی۔

رابرٹ ماینز ایک باصلاحیت کارٹون ساز تھا جس نے مجھے بہ حیثیت موثر اوردلچسپ شخصیت کے علاوہ بطور فنکار اورسماجی کارکن کے دونوں طرح سے متاثر کیا۔

زوآ کنز ایک زندہ دل اوردساور کا باشندہ لگی مگر امریکہ کی قابل ذکر مخلوق تھی۔اس کا تعلق ایک نہایت قدامت پرست خاندان سے تھا۔وہ بدترین رجعت پسندانہ نظریات میں پروان چڑھی۔اس کے باوجود وہ ان بیڑیوں کو کاٹنے میں لگی رہی اوراس جتن میں لگی رہی کہ تمام بندشوں سے چھٹکارا پا کر اپنی زندگی کو نئے مفاہیم دے سکے۔میرے ہوٹل کے کمرے میں وہ باقاعدگی سے ملنے آتی رہی۔وہ مجھے مزے لے لے کر ایسے واقعات سناتی کہ وہ کس طرح اپنے معززاعزا کو چکمہ دے کر نئی راہیں تلاش کرتی تھی تاکہ اپنا وقت تعیش مزاج دوستوں کے ساتھ گزار سکے۔

جب میں میڈیسن/ وِنسکونس لوٹی تو میں نے پروفیسر راس اوردیگر اساتذہ کو اپنے گزشتہ دورے کے مقابلے میں کم ''بے لگام'' پایا۔بلاشبہ اس کا سبب یونیورسٹی کا مالیاتی معاملات کا بل تھا جو قانون ساز ادارے میں زیرغور تھا۔چاہے وہ لوگ اس بات کو جتنا ناپسند کریں مگر پروفیسر بھی پرولتاری ہوتے ہیں یعنی دانشور پرولتاری مگر ایک معاملے میں انہیں اپنے آجروں پر عام مستریوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ انحصار کرنا پڑتا ہے۔ریاستی جامعات حکومتی مالی امداد کے بغیر نہیں چل سکتیں اس لیے فیکلٹیوں یا کلیات کو محتاط رہنا پڑتا ہے۔مگر طلباء وطالبات پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔اس مرتبہ وہ اسی لیے گزشتہ برس کے مقابلے میں کہیں بڑی تعداد میں آئے۔

میسا چوسٹیس کی طرح کنساس کی ریاست بھی تابناک ماضی پر چل رہی تھی۔کیا اس نے غلامی کے خاتمے کی تحریک میں جان براؤن کی قربانی نہیں دی تھی؟ کیا موزیز ہارمین کی باغی آواز وہیں سے نہیں بلند ہوئی تھی؟ کیا یہ روشن خیالی کا سب سے زیادہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طاقتور مرکز نہیں رہا تھا؟ ترقی کی راہ میں اس کا جو بھی تاریخی ادعا تھا کنساس میں اب اس کی جھلک بھی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ کلیسا اور شراب بندی کے قوانین نے روشن خیالی کو نظر بند کر رکھا تھا۔ نظریات میں لوگوں کی دلچسپی میں کمی، تنگ نظری اور مال مست رہنا ریاست کنساس کے زیادہ تر شہروں میں لوگوں کا شعار بن چکا تھا۔

مستثنیات میں لارنس کا مقام تھا جہاں پر یونیورسٹی قائم تھی یہاں پر طلباء کا ایک ترقی پسند بڑا سا گروہ تھا جو اس نیم خوابیدہ شہر کو زندگی سے معمور کر رہا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ فعال شخص ہیری کیمپ تھا۔ اس نے گڈ گورنمنٹ کلب کے کرتا دھرتاؤں کو اس پر قائل کر لیا جو قانون کے طلباء کی انجمن تھی کہ اس خطرناک انارکسٹ کو مدعو کیا جائے۔ تاکہ اپنے خطاب میں یہ بتائے کہ ''قانون کیوں ناکام رہتا ہے''۔ میری تشریحات ان کے لیے نادر تجربہ ثابت ہوئیں۔ ان میں سے چند مجھ سے جحت پر اتر آئے اور میرے نظریات کے خلاف نوجوانی کے تکبرانہ انداز میں الجھنے لگے۔ باقی ماندہ نے یہ تسلیم کیا کہ میں نے انہیں اس اسکیم میں پائی جانے والی خامیوں سے آگاہ کرنے میں مدد کی جسے وہ آج تک کامل سمجھتے تھے۔

ہمارے جلسوں میں کلیات کے اساتذہ اور طلباء شریک ہوتے۔ میری ''اخلاقیات کے ستم رسیدہ لوگوں''۔ کے متعلق گفتگو کا خاتمہ پر ترنگ انداز میں ہوا۔ میں نے اپنی تقریر کے دوران میں اس طرف اشارہ کیا کہ مرد صاحبان جو جنسی لحاظ سے چاہے جتنے ہی بدکردار ہوں ہمیشہ اس پر بضد رہتے ہیں کہ وہ جس عورت سے شادی کرنا چاہ رہے ہیں وہ لازماً ''باکرہ'' ہو اور نیک پروین ہونا چاہیے۔ سوال جواب کے دوران میں مجمع میں سے ایک شخص احتجاج کرنے کی غرض سے اٹھا۔ ''میں چالیس سال کا ہوں'' اس نے اعلان کیا ''اور میں اب بھی پرہیزگار ہوں'' وہ دیکھنے میں بیمار لگتا تھا اور یہ بات عیاں تھی کہ وہ شہوانی معاملات میں قحط زدہ لگتا تھا۔ ''میں یہ مشورہ دوں گی کہ آپ طبی معائنہ کرائیں۔'' میں نے جواب میں کہا۔ پلک جھپکتے ہی پورا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا۔ اس بے پایاں مسرت کے پھوٹ پڑنے کا سبب مجھے جلسہ ختم ہونے کے بعد معلوم ہوا۔ ہیری کیمپ نے بتایا کہ 'میرا مخالف پارسا 'نباتات کا پروفیسر تھا۔ جو لیکچر دیتے وقت پودوں کی حیات کے متعلق بہت بے تکلفی سے اظہار خیال کرتا تھا لیکن انسانوں کے درمیان جنس کاری کے موضوع پر نہایت سخت رویہ اختیار کرتا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ غریب ایک کلیے کا پروفیسر تھا۔ ممکن ہے میں اسے شائید اتنا سخت جواب نہ دیتی۔ میں تنگ نظری سے متنفر ہوں اس کے باوجود مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں نے پارسائی کے دعویٰ دار ایک پروفیسر کی منچلے نوجوانوں کے سامنے سبکی کر دی۔

میں نے کیلی فورنیا کو بے چین اور مضطرب پایا۔ میکسیکو کا انقلاب اور دونوں مکنامارا بھائیوں کی گرفتاری سے بحرالکاہل کے ساحلی علاقے کے محنت کشوں میں سخت برہمی پائی جاتی تھی۔ ڈیاز کی آمرانہ حکمرانی اور مقامی اور امریکی مفادات کے ہاتھوں میکسیکو کے عوام کے ظالمانہ استحصال کو ریکارڈو فلورا ماگن اور اس کے بھائی اینرک نے بے نقاب کر دیا تھا یہ دونوں میکسیکو کی لبرل پارٹی کے سیاسی ٹولے کے نمائندے تھے۔ ان کے خیالات کی مناسب پردہ دری کارلوٹی فارنارو نے اپنی کتاب 'ڈیاز' میکسیکو کا زار میں کی تھی۔ مسٹر فرنارو جو نیویارک کا ایک معروف فنکار تھا اسے ان انکشافات کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس پر فوجداری فرد جرم عائد کر کے ایک برس قید کی سزا دے دی گئی۔ کیونکہ ریاست ہائے متحدہ کی حکومت میکسیکو میں امریکہ کی تیل کمپنیوں کے مفادات کی حاشیہ بردار ریاست کا کام کر رہی تھی۔ ایک اور کتاب ''بار بیرس میکسیکو'' جس کا مصنف کینتھ ٹرنر تھا۔ اس نے بھی اس بات پر سخت استغاثہ کیا تھا کہ کس طرح بے کس ہسپانوی مزدوروں کو قانونی موشگافیوں میں جکڑ کر ڈیکیتی کی جا رہی تھی۔ اور امریکہ کے ذلیل کردار کی سخت گوشمالی کی تھی جو ان لوگوں کو غلام بنانے کے لیے در پردہ کام کر رہا تھا۔

میکسیکو میں برپا انقلاب اس حقیقت کو ظاہر کر رہا تھا کہ وہاں کے لوگ اپنی دھرتی پر ہونے والی اقتصادی اور سیاسی ناانصافی کے خلاف بیدار ہو چکے ہیں۔ اس جدوجہد نے امریکہ میں آمادہ پیکار کارکنوں کی ایک بڑی تعداد پیدا کر دی جن میں بہت سے انارکسٹ اور آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو (انڈسٹریل ورکرز آف وی ورلڈ) کے ارکان تھے جو سرحد کے پار اپنے میکسیکن بھائیوں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ ساحل پر رہنے والے اہل فکر لوگ جن میں دانشور اور پرولتاری بھی شامل تھے۔ ان میں بھی وہی روح پیدا ہو چکی تھی جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میکسیکو کے انقلاب میں پنہاں تھی۔

ایک اور عامل جس نے ماحول کو گمبھیر بنا دیا وہ محنت کشوں کو کچلنے کی نئی کوشش تھی۔ گزشتہ سال جس دن ٹائمز بلڈنگ میں دھماکہ ہوا تھا (اکتوبر ۱۹۱۰ء) ولیم جے برنس کی جاسوسوں کی نجی کمپنی نے کھلم کھلا لوگوں کو کھدیڑنا شروع کر دیا تھا اور یہ سب کیلی فورنیا کے آجروں کے مفاد میں کیا جا رہا تھا۔ جان جے میکنمارا جو انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف برج اور اسٹرکچرل آئرن ورکس کا سیکریٹری/ خازن تھا اسے اغواء کر کے کیلی فورنیا واپس پہنچا دیا گیا۔ اس پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ اس کا بھی لاس اینجلس ٹائمز کی عمارت میں دھماکے میں ہاتھ تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر ہونے والے دھماکوں میں بھی وہ ملوث تھا۔ اسی زمانے میں اس کا بھائی جے۔ بی میکنمارا اور ایک اور شخص بنام اورٹی مکمانیگل کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اگرچہ اخبارات نے انہیں انارکسٹ کہہ کر مذمت کی مگر حقیقت یہ تھی کہ میکنمارا برادران راسخ العقیدہ رومن کیتھولک تھے اور امریکہ کی قدامت پسند محنت کشوں کی فیڈریشن کے ارکان تھے۔ شائید وہ سب سے پہلے اس امر پر ناراضی ظاہر کرتے کہ انہیں انارکسٹ کہا جا رہا ہے کیونکہ انہیں ہمارے نظریات کی سرے سے آگاہی نہ تھی اور وہ محنت کشوں کی جدوجہد کے رشتوں سے بھی بے خبر تھے۔ وہ سادہ لوح ٹریڈ یونینسٹ تھے۔ میکنمارا برادران کو قطعاً یہ اندازہ نہ تھا کہ محنت کشوں اور سرمائے کے درمیان تنازعہ ایک سماجی مسئلہ ہے جو پوری زندگی کو جکڑے ہوئے ہے۔ اور اس کا حل محض اجرتوں میں اضافے یا مختصر اوقات کار میں پنہاں نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ مسئلے میں اجرتی نظام کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اجارہ داری اور خصوصی مراعات کا انسداد بھی ضروری ہے۔ اگرچہ میکنمارا برادران انارکسٹ نہ تھے لیکن وہ استحصال شدہ طبقے سے متعلق تھے اس لیے ہم ان کے حامی تھے۔ ان کی دارو گیر کی صورت میں دولت شاہی کو منظم محنت کشوں کو کچلنے کا ایک اور موقع ہاتھ آنے والا تھا۔ ہمارے نزدیک ان کا مقدمہ شکاگو کی ۱۸۸۷ء کی سازش دہرانے کی کوشش تھی جسے ۱۹۰۶ء میں اڈاہو میں دہرایا جا چکا تھا۔ ہر خطے میں دولت اور اقتدار کی یکساں پالیسی تھی۔۔۔۔ ہسپانیہ میں اطالیہ، روس، جاپان اور متحدہ امریکہ میں۔ میکنمارا برادران ہمارے بھائی بند تھے اور ان کے نصب العین بھی ہمارے تھے۔ اور اسی نقطۂ نظر سے ریاست ہائے متحدہ کے تمام انارکسٹ ان دونوں کی حمایت میں شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے جو لاس اینجلس کے دیہی جیل میں اپنے انجام کے منتظر تھے۔

ان اوقعات سے پیدا ہونے والے جذبات کو نکاسی کی راہ مغربی ساحل پر میرے جلسوں میں نظر آئی جن میں بہت سے لوگ جوق در جوق شرکت کرنے لگے۔ میں نے لاس اینجلس میں گیارہ لیکچر دیئے۔ دوسان ڈیاگو میں، دو فریسنو میں اور سان فرانسسکو میں آٹھ۔ اس کے علاوہ ایک مباحثے میں شریک ہوئی۔ پوجٹ میں بھی برابر کی توجہ ملی۔ پورٹلینڈ، سیاٹل اور اسپوکین میں بھی سامعین بڑی تعداد میں آئے۔

جب سے یوالیس سٹی میں ہیوڈ، موئیر اور پٹی بون پر مقدمہ چلا تھا میں وہاں جانا چاہتی تھی۔ لیکن ہمیں اس دورے کے لیے کوئی موقع نہ ملتا۔ اس دورے میں ہم اس مقام سے چار سو میل کے اندر ہی تھے۔ یہ بھی کوئی ایک جست کی بات نہ تھی۔ لیکن بن جیسے کہنہ مشق آوارہ گرد اور مجھ جیسی سیلانی یہودن کے سامنے اس کی کیا حیثیت تھی؟ نہ ہی یہ امر ہمارے مانع تھا کہ جس شہر میں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارا کوئی واقف بھی نہیں ہے جو ہمارے جلسے کا انتظام کر دے۔ ہمارا مستعد منیجر جو پہلے بھی کئی مرتبہ اوسرا راضی پر فصل اگا چکا تھا۔ وہ یہاں بھی کوشش کرنے پر کمر بستہ تھا۔ جب میں بن کے پہنچنے کے چوبیس گھنٹے کے بعد بوالیس پہنچی تو میں نے کیا پایا کہ اتوار کے روز میرے دو لیکچروں کے تمام انتظامات مکمل تھے۔ وہاں بوالیس کے ایک فرمان کے تحت اتوار کے دن کسی عمارت میں داخلے کی فیس نہیں لی جا سکتی تھی۔ مگر یوالیس کے لوگ یہ جانتے تھے کہ اس قانون سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ ''آپ صرف یہ کریں کہ ہر آنے والے کو اپنے ادب کا ایک پرچہ تھما دیں اور اس سے داخلے کی فیس کے برابر رقم وصول لیجئے، بات سمجھ میں آئی؟'' یہ ہدایت ہال کی مالکن نے بن کو دی۔

اگلے روز ہم سب کار میں سوار ہو کر اڈاہو کی اصلاحی جیل کی طرف روانہ ہوئے جہاں ہیوڈ، موئیر اور پٹی بون نے اسیری کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن گزارے تھے۔ان کے بعد ایک اور ستارہ بھی وہاں آیا یعنی جاسوس ہیری اور کرّڈ۔ یہ سب مکافات عمل لگتا تھا کہ وہ شخص جو جاسوسوں کا آلہ کار تھا اور جس نے اپنے کامریڈوں کو پھانسنے کے لیے پھندا تیار کیا تھا خود ہی اسی دام میں پھنس جائے۔اس نے خود ہی جان پر کھیل کر اٹھارہ قتل کرنے کے جرم کا اعتراف کرلیا۔ ریاست نے اس کی گواہی کو مزدور رہنماؤں کو پھانسی دینے کی نیت سے قبول کرلیا اور بطور ممنونیت اس کی جان بخش دی۔اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسے بلا کسی گزند پہنچے رہائی اور آزادی مل جاتی اگر وہ طول وعرض میں پھیلی ہوئی برہمی کا سامنا کرسکتا۔ یہ بات میرے اختیار سے باہر تھی اگر میرا خیال اس معنی خیز مماثلت کی طرف نہ مبذول ہوجاتا جو ریاست کیلی فورنیا ایسے ہی نئے جرم کے ارتکاب کی تیاری کے لیے کررہی تھی جس سے جاسوس اورٹی میکمانیگل کو استعمال کرکے میکنمارا برادران کو تباہ کردیا جائے۔

ہیری اور کرّڈ ایک بھاری بھرکم فرد تھا جس کی گردن بیل جیسی تھی، رنگت زردی مائل اور بھینگی آنکھیں، ایک ''مثالی'' قیدی تھا۔ہمیں بتایا گیا کہ وہ ''مذہبی اور عبادت گزار'' تھا۔اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کون سی چیز اس کے لیے مفید تھی۔ وہ اپنی ذات میں ایک ''مثالی'' یہودی تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی گھناؤنی شئے میرے نزدیک رینگ رہی ہو۔ یہ بات میرے بس سے باہر تھی کہ میں ایسے شخص کے ساتھ قید خانے میں سانس لے سکوں۔ میرے نزدیک انسان میں پائی جانے والی بدترین عفریت اگر کوئی چیز ہوسکتی ہے تو وہ مخبر اور جاسوس کی شکل میں ہوتی ہے۔

ہمارے اس دورے کا سب سے دلچسپ پہلو یہ تھا کہ پولیس کی مداخلت ناپید تھی۔ یہ میری عوامی زندگی میں پہلا موقع آیا تھا جب میں اپنا پیغام پہنچانے میں بالکل آزاد محسوس کررہی تھی۔ میں اس نادر تجربے سے لطف اندوز ہورہی تھی اور اس سے پورا فائدہ اٹھارہی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میرے یہ چین کے دن مختصر مدت کے لیے ہیں۔

جب میں نیویارک لوٹی تو مجھ پر ہر طرف سے حملے ہونے لگے۔اس مرتبہ یہ حملے ارباب اختیار کی طرف سے نہ تھے۔ بلکہ ایک سماجی جریدے کی جانب سے۔ مجھ پر یہ الزام تھا کہ میں روسی زار کی تنخواہ یافتہ ہوں! یہ حیران کن انکشاف لندن کے ۱۳ مئی ۱۹۱۱ء کے ''جسٹس'' میں شائع ہوا تھا۔ یہ انگلستان کے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ترجمان تھا۔

''رسوائے زمانہ ایما گولڈمان کچھ دنوں سے 'ملوا کی' کے سوشلسٹوں پر حملے کررہی ہے۔اس کے بقول یہ لوگ ادنی درجے کے سیاستداں ہیں جن کے پاس کوئی انقلابی مقاصد نہیں ہیں۔ حالانکہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا کہ ہمارے ''ناممکنات'' کے دعویٰ دار ہمارے متعلق کہتے ہیں! ایما گولڈمان کو امریکہ میں کئی برس سے کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے اور اس لیے کچھ لوگ سوچنے لگے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ یہ آتش زیر پا خاتون اپنے تشدد پر مبنی نظریات کی بلا کسی گرفت اور دار وگیر کے اس پیمانے پر نشر واشاعت کررہی ہے۔لیکن یہ امر عموماً لوگوں کو نہیں معلوم کہ ایما گولڈمان پولیس کی تنخواہ یافتہ ہے حالانکہ یہ حقیقت حال ہی میں فاش ہوئی ہے۔ایک زمانے میں وہ مسٹر اے۔ای۔اولا روسکی کی ملازمت میں تھی جو سان فرانسسکو میں روسی خفیہ پولیس کی نمائندگی بطور نمائندہ اور جاسوس کے کررہا تھا۔ یہی سب کچھ ہمیں ان دس میں سے نو کے متعلق بھی باور کرلینا چاہئے جو ''ممتاز'' انارکسٹ ہیں جو لوگوں کو اپنے زور بیان سے قتل کرتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی موقع واردات پر موجود نہیں ہوتے جب کوئی ہنگامہ پیدا ہوتا ہے۔اور وہ اس حیران کن انداز سے فرار ہوجانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں جبکہ ان کے کارندے دھر لیے جاتے ہیں۔''

ابتداء میں تو میں ان احمقانہ الزامات سے حواس کھو بیٹھی۔لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ اتنی ہی بدزبانی کے ذریعے علانیہ ملامت مجھ سے بڑھ کر ایک بڑے آدمی کی کی گئی تھی جس کا نام نامی میخائیل باکونن ہے جو انارکزم کا جدامجد ہے۔جن اشخاص نے باکونن کو حراساں کیا تھا وہ تھے فریڈرک اینگلز اور کارل مارکس۔اسی دن جب سوشلزم کے بانیوں میں پہلی انٹرنیشنل کے دوران میں ہیجانی طریقے استعمال کرنے سے رخنہ پڑ گیا تھا۔سوشلسٹوں نے ہر علاقے میں یہی شاطرانہ چالیں چلیں۔ میں اس بات پر پھولے نہ سماتی تھی کہ میرا انجام بھی ایسا ہی بخیر ہوگا جیسا کہ میرے نامور کامریڈ کا ہوا تھا۔اس کے علاوہ میں نے اس بات کو اپنے وقار کے خلاف سمجھا کہ اس بہتان طرازی کا جواب دوں۔ مگر میں نے اس قابل مذمت من گھڑت قصے کی ابتداء کا سراغ لانے میں کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسر نہ اٹھا رکھی۔

یہ کسی بھی ہوشمند آدمی کے لیے لچر سی بات تھی کہ وہ مجھ سے ایسی دھوکہ بازی کی توقع رکھے۔ میرے انگلستان اور امریکہ کے دوستوں نے اس پر سخت احتجاج کیا۔ محنت کشوں کی انجمنوں نے بھی اپنی اپنی انجمن کی منظور کردہ قراردادوں کے ذریعے بھی یہی کیا۔ انگلستان میں جسٹس کے مدیر سے ثبوت مانگے گئے مگر کوئی ثبوت نہ پیش کیا جاسکا۔ فرانسسکو فیرر سینٹر۔ نیویارک کے سالانہ عشائیے میں موز یز اوپنہیم نے جو ایک قدیم سوشلسٹ تھا اور میرے دوستوں ہیری کیلی اور لیونارڈ۔ ڈی۔ ایبٹ نے اس افواہ کے موجد کی اچھی طرح خبر لی۔ اس کے بعد ایک خط تحریر کیا گیا۔ جس پر بہت سے مردوں اور عورتوں نے دستخط کیے تھے جو محنت کش تحریک فن اور ادب کے ممتاز افراد تھے۔

مدیر جسٹس

لندن۔ انگلستان

ہم نے آپ کے مئی ۱۳ کے شمارے میں چھپنے والے مضمون بہ عنوان ''انارکسٹوں کے گماشتے'' میں مندرجہ ذیل بیان پڑھا۔

''عموماً لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ ایما گولڈ مان پولیس کی تنخواہ یافتہ ہے۔ حالانکہ یہ راز حال ہی میں افشا ہوا ہے۔ ایک زمانے میں وہ مسٹر اولا روسکی کی ملازمت میں تھی جو فرانسسکو میں روسی خفیہ پولیس کی طرف سے تعینات تھا وہ ان کا گماشتہ اور جاسوس تھا۔'' ہم یہ احتجاج تمہارے اس شرمناک بہتان پر پُر زور انداز سے کر رہے ہیں۔ یہ امر ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ تم اپنے کالموں میں ایسا مواد کیوں شائع کر رہے ہو جن الزامات کی تصدیق کے لیے شواہد موجود نہیں ہیں خصوصاً ایسے فرد کے خلاف جو امریکہ میں جاری ریڈیکل تحریک کی سب سے زیادہ محبوب اور جان نثار شخصیت ہے۔ ایما گولڈ مان نے اپنی زندگی کے بہترین سال انارکسٹ تحریک کے لیے وقف کیے ہیں۔ اس کی دیانتداری شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ تمہارے الزامات میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے۔

اس احتجاج کو لبرل اور سوشلسٹ اخبارات میں وسیع پیمانے پر شائع کیا گیا۔ لیکن جسٹس کے مدیر کی طرف سے کوئی معذرت نہ شائع کی گئی۔

میری دوست روز سٹرنسکی جو ان دنوں انگلستان میں تھی نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مدیر سے ملے گی مگر اپنی کوشش کے باوجود اسے تلاش نہ کیا جاسکا۔ اس نے اس معاملے کو مسٹر ایچ۔ ایچ ہنڈ مین کے سامنے رکھا جو برٹش سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کا سربراہ تھا۔ اس سے فرمائش کی گئی کہ وہ مدیر مسٹر ہیری کوئیلچ کو مجبور کرے کہ وہ اپنے الزامات کا ثبوت مہیا کرے۔ مسٹر ہنڈ مین نے وعدہ بھی کیا مگر اسے ایفا نہ کیا۔

مسٹر کوئیلچ جو قانون پسند ایک برطانوی شہری تھا اور اپنے ملک کے ازالہ حیثیت عرفی کے قوانین سے بہ خوبی واقف تھا۔ یہ بات میرے لیے نہایت آسان چیز تھی کہ میں اس بغض آمیز اتہام پر مقدمہ دائر کر دیتی۔ جس سے وہ مجبور ہوتا کہ ثبوت پیش کرے ہرجانہ ادا کرے اور شائید اسے جیل کی سزا بھی بھگتنا پڑتی۔ مگر میں اپنے انارکسٹ اصولوں پر قائم رہی اور کسی فرد کے خلاف میں نے قانون کو دہائی نہ دی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میرے خلاف کتنی بڑی زیادتی کی گئی ہو۔ لگتا ہے کہ کوئیلچ نے ان ہی باتوں کا اندازہ لگا لیا اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے الزامات واپس لینے پر مجبور کیا جاسکتا۔ تاہم میرے حق میں چلنے والے احتجاج کا یہ اثر ہوا کہ اس نے چپ سادھ لی۔ نہ اس کے جریدے میں اور نہ ہی کسی اور پلیٹ فارم پر آئندہ میرا ذکر ہوا۔

اس کے کچھ دنوں کے بعد میرے خلاف پھر ایک الزام عائد کیا گیا۔ اس مرتبہ اس کا ذمہ دار جاسوس ولیم۔ جے۔ برنس تھا۔ اس نے ایک اخباری انٹرویو میں یہ کہا کہ ''ایما گولڈ مان نے مجھ سے بہ اصرار کہا تھا کہ سرکاری ملازمین سے کہا جائے کہ میکنمارا قاتلوں کے لیے قانونی امداد کے لیے رقم جمع کریں۔'' میں نے جواب میں اخباری بیان کے ذریعے یہ کہا کہ نہ صرف یہ کہ میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے کارکنوں سے یہ کہا کہ رقم دیں بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ ''نظام انصاف'' پر ایک مہلک ضرب لگائیں جس کا انحصار جاسوسوں پر ہے اور حکومت کو جاسوسوں کے ذریعے اور ان کے واسطے چلایا جا رہا ہے۔ یہ لندن میں مارکس کے پیروکاروں کے نظریات پر ایک سادہ سا تبصرہ بھی تھا کہ امریکی جاسوس کو ان لوگوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر طریقے سے باخبر ہونا چاہئے۔

موسم گرما میں ساشا اور میں ہڈسن کے کنارے قیام کے لیے چل دیئے اور اس نے اپنی کتاب پر پھر سے کام شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے میرے لیے لکھنے کا سر دست کوئی کام نہ تھا اور میں اب بیساکھیوں کی محتاج نہ تھی۔ اب میں اپنا وقت ساشا کے لیے وقف کر سکتی تھی اور اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھ سکتی تھی۔ میں نے اسے اکسایا اور ہمت دلائی کہ وہ اپنا کام جاری رکھے۔ میں نے اس کے ساتھ اسیری کے دردناک سال بسر کیے تھے اور اس کی روح کی بے چینی میرے دل میں ہلچل برپا کیے ہوئے تھی۔

موسم گرما کے خاتمے تک جیل کی یادیں (Prison Memoirs) مکمل ہو گئی یہ دل میں تلاطم پیدا کر دینے والی دستاویز تھی جو مجرمانہ نفسیات کا ایک شاہکار مطالعہ تھی۔ میں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی ساشا اپنی صلیب سے بطور فنکار نمودار ہوا جس میں ایک نایاب خوبی موجود تھی یعنی لفظوں کی ترتیب میں موسیقی کا ترنم۔

''اب نیویارک اور طابع کی تلاش باقی ہے'' میں چلائی ''یقیناً بہت سے ایسے ہوں گے جو تمہاری کتاب کی ڈرامائی کشش کو سراہیں گے اور یہ بھی جان لیں گے اور ہمدردی کریں گے کہ تم کن لوگوں کو چھوڑ کر جیل چلے گئے۔''

ہم بڑی عجلت میں شہر لوٹے اور میں نے کئی ناشرین کو قائل کرنا شروع کر دیا۔ زیادہ قدامت پرست کمپنیوں نے تو مسودہ پڑھنے ہی سے اس وقت انکار کر دیا جیسے ہی انہیں مصنف کا نام معلوم ہوا۔ 'الیگزینڈر برکمین' جس نے فرک پر گولی چلائی تھی! ایک بڑی فرم کے نمائندے نے بڑی حیرانی سے کہا۔ ''نہیں ہم اس کی کتاب اپنی الماری میں نہیں رکھ سکتے۔'' یہ ایک زوردار ادبی کام ہے' میں نے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''کیا تمہیں اس کے جیل اور جرائم کے متعلق بیان کردہ مفاہیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟'' وہ ایسی ہی کتاب کے متلاشی تھے۔ اس نے کہا لیکن وہ اس نام کے مصنف کا ذکر کر کے کسی رسوائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

چند ناشرین نے پوچھا کہ آیا الیگزینڈر برکمین قلمی نام استعمال کرنے پر آمادہ ہے۔ مجھے یہ تجویز اچھی نہ لگی اور میں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ 'پرزن میمائر' ایک سرگزشت ہے جو برس ہا برس کے درد و الم کا نچوڑ ہے۔ کیا آپ مصنف سے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی شناخت کو چھپالے خصوصاً ان معاملات میں جن کا تعلق اس کے گوشت اور پوست سے ہو اور جس میں اس کا خون جگر کشید کیا گیا ہو۔

تب میں نے ان ناشرین سے رجوع کیا جو ''ترقی پسند'' تھے انہوں نے مسودے کا مطالعہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ میں بڑے اضطراب میں ہفتوں انتظار کرتی رہی اور بالآخر جب انہوں نے مجھے ملنے کو کہا تو میں نے انہیں بے تاب پایا۔ ''یہ تو ایک شاہکار کتاب ہے'' ایک بولا۔ ''لیکن کیا مسٹر برکمین انارکسٹ کے باب کو کتاب سے خارج کرنے پر آمادہ ہوں گے؟'' دوسرے کا اصرار تھا کہ ان ابواب کو نکال دیا جائے جن کا تعلق زنداں میں ہونے والی اغلام بازی سے ہے۔ تیسرے نے چند اور تبدیلیاں تجویز کر دیں۔ یوں معاملہ مہینوں تک ٹلتا رہا۔ میں اسی خیال سے امید لگائے بیٹھی رہی کہ کوئی ایسا فرد جس میں ادبی اور انسانی انصاف کا احساس ہو گا اس مسودے کو قبول کرے گا۔ مجھے اب بھی اعتماد تھا کہ ہم امریکہ میں کسی ایسے ناشر کو تلاش کر لیں گے جیسا داستووسکی نے زار کے روس میں ڈھونڈ نکالا تھا..... ایک ایسا طابع جس میں اتنی ہمت ہو کہ وہ امریکہ میں ہونے والی اس عظیم تحقیق ''مردوں کا گھر'' کو شائع کر دے مگر سب بے سود رہا۔

بالآخر اس کتاب کو ہم نے خود چھاپنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان نامساعد حالات میں میں نے اپنے دوست جلبرٹ۔ ای۔ روکے جانب رخ کیا۔ جو پیشے کا وکیل تھا اور احساسات کی حد تک انارکسٹ اور میرے واقفوں میں سب سے زیادہ کریم النفس شخص جن سے مجھے آج تک شناسائی کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کئی برس ہوئے جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ جلبرٹؔ اور بیگمؔ رو میرے جاں نثار دوستوں میں رہے ہیں اور انہوں نے ہمارے کام میں ہمیشہ فیاضی سے ہاتھ بٹایا۔ مدرارتھ کے پہلے شمارے سے دونوں میاں بیوی ہماری امداد کی ہر درخواست پر سب سے پہلے مثبت جواب دینے والوں میں تھے۔ جب میں نے جلبرٹؔ کو بتایا کہ ساشاؔ کے مسودے کو کئی ناشرین نے لوٹا دیا اور یہ کہ ہم چاہتے ہیں کہ 'مدرارتھ' طباعت گھر کو امریکی عوام کے سامنے اس کتاب کو پیش کرنے کا اعزاز ملے تو میرے دوست نے سادگی سے کہا ''بہت خوب ہم اپنے اپارٹمنٹ میں ایک شام کی محفل ترتیب دیں گے اور کچھ لوگوں کو مدعو کریں گے تا کہ وہ تحریری مسودے کے چند اقتباسات سنیں۔'' اس کے بعد ہم عطیات کے لیے اپیل کریں گے۔'' مجھے ساشا کی تحریر پڑھنا پڑے گی؟'' میری تو گھبراہٹ میں چیخ نکل گئی ''میں تو یہ کبھی نہ کر پاؤں گی۔ یہ نہایت توانا اور میرے جگر کا گوشہ ہے۔ میرے اعصاب جواب دے دیں گے۔'' جلبرٹؔ کی ایک چھوٹی سے نجی محفل میں اقتباسات کے پڑھنے کے خیال سے میری گھبراہٹ پر جلبرٹؔ کھلکھلا کر ہنسنے لگا جبکہ اسے یہ معلوم تھا کہ میں اپنے کام کے سلسلے میں بارہا ہزاروں کے مجمع کا سامنا کر چکی ہوں۔

جب میں مسودہ بغل میں دابے وہاں پہنچی تو رو کے گھر پر مہمان پہلے ہی سے جمع تھے۔ مجھے یوں لگا جیسے میں بیہوش ہونے والی ہوں اور میرا جسم ٹھنڈے پسینے میں شرابور ہو گیا۔ جلبرٹؔ مجھے طعام کے کمرے میں لے گیا اور میرے ہاتھ میں تلخ شراب کا ایک گلاس تھما دیا۔ ''اس سے تمہارے گھٹنوں میں طاقت آ جائے گی۔'' اس نے مجھے چھیڑنے کے لیے کہا۔ ہم دونوں ایک نیم تاریک کمرے میں لوٹے جہاں میرے سر پر ایک بلب جل رہا تھا۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ جلد ہی یوں لگا جیسے سامنے بیٹھے ہوئے لوگ کافور ہو گئے ہوں اور ساشاؔ نمودار ہو رہا ہو۔ ساشاؔ بالٹی مور اور ڈیٹرایٹ کے اسٹیشن پر' ساشاؔ اس حالت میں جب میں نے اسے مجرموں کی پوشاک میں دیکھا تھا اور اس کے بعد جب ساشاؔ نے نیا جنم لیا اور ڈیٹرایٹ کے ریلوے اسٹیشن پر نمودار ہوا تھا۔ تمام رنج و محن' تمام امیدیں اور مایوسیاں جن میں میں بھی حصہ دار تھی وہ سب اچھل کر میرے حلق میں آ پھنسیں جب میں نے پڑھنا شروع کیا۔

''نہ جانے یہ تحریر کا یا تمہارے پڑھنے کا اثر ہے'' جلبرٹ نے فوراً کہا ''یہ ایک نہایت شاندار کارنامہ ہے۔''

کتاب کی طباعت کے لیے اس شام کو پانچ سو ڈالروں کا وعدہ کر لیا گیا چند روز کے بعد جلبرٹؔ مجھے لنکن اسٹیفنسؔ سے ملانے لے گیا جس نے مزید دو سو ڈالر دے دیئے۔ اب ہمارے ہاتھ میں اتنی رقم آ چکی تھی کہ ہم حروف بٹھانے کا کام شروع کر سکتے تھے۔ لیکن ہمیں مشورہ دیا گیا کہ اس کام کو آئندہ موسم بہار تک کے لیے اٹھا دیں۔ ساشاؔ ایک مرتبہ اور نظر ثانی کرنا چاہتا تھا۔ ہمارا فلیٹ کیا تھا ایک مہال تھا جس میں دن بھر لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی۔ 'مدرارتھ' کا دفتر بھی کوئی پرسکون جگہ نہ تھی۔ تحریک سے متعلق امور ہمیں دن بھر مصروف رکھتے۔ ساشاؔ کے لیے موسم بہار کے آغاز سے پہلے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ موسم گرما کے آغاز سے پہلے ہماری کٹیا میں چلا جائے جو دریائے ہڈسن کے کنارے پر تھی اور اپنی جیل کی یادداشتوں کا آموختہ کرے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۸

میکنارا کا ناٹک جو لاس اینجلس کی عدالت میں رچایا جا رہا تھا۔ اس نے پورے ملک کو ایک ہیجانی اندیشے کی گرفت میں لے لیا اور پھر اچانک اس کا اختتام مضحکہ خیز انداز میں ہوا۔ میکنارا برادران نے جرم کا اعتراف کر لیا! یہ خلاف توقع تھا اور سب کی حیرانی کا باعث ہوا۔ انہوں نے ان الزامات کے لیے جن پر ان پر مقدمہ چلایا جا رہا تھا تسلیم کر لیا۔ رجعت پسند اخبارات خوشی میں بغلیں بجا رہے تھے۔ تاجروں اور مصنوعات بنانے والوں کی ایسوسی ایشن، ہیرسن گرے اوٹس، ولیم جے برنز اور ان کے ملازمین جاسوس جن کا واحد مقصد ان لوگوں کو تختہ دار تک پہنچانا تھا وہ اس بات پر شکرانے ادا کر رہے تھے کہ ان کی قسمت نے یاوری کی اور معاملات نے ایسا موڑ لے لیا۔ کیا انہوں نے آغاز ہی میں میکنارا برادران کو انارکسٹ اور ڈائنامائیٹ لگانے والے نہیں کہہ دیا تھا؟

استغاثہ اور مخبروں کے پاس خوش ہونے کی معقول وجوہ تھیں کہ جس طرح حالات نے ملزمان کو اقبال جرم پر مائل کر دیا تھا۔ یہ محنت کشوں پر ایسی ضرب لگی تھی جس کے لیے جاسوس برنز نے بھی کبھی خواب نہ دیکھا ہوگا کہ وہ ایسا کارنامہ انجام دے سکے گا۔ ہائے افسوس اس اعتراف کے لیے وہ لوگ ذمہ دار نہ تھے جن کا تعلق دشمن کی صفوں میں ہوتا ہے بلکہ وہ محنت کشوں کے اپنے ہی لوگ تھے یہ لوگ ''نیک نیتوں'' کے حلقوں کے دوست تھے۔

یہ بات انصاف کے منافی ہوگی اگر ہم کسی ایک فرد پر اس مہمل انجام کی ذمہ داری ڈال دیں جو امریکہ میں شروع ہونے والی صنعتی جنگ میں ایک عہد ساز واقعہ تھا۔ جون۔ جے اور جیمز۔ بی میکنارا کا سماجی معاملات میں اپنے مقدمے کی اہمیت سے بے خبری کا بھی اس ناقابل تلافی نقصان میں حصہ ہے جو انہوں نے ایسی پہاڑ جیسی غلطی کا ارتکاب کر کے کیا تھا۔ اگر ان میں انقلابی روح ہوتی اور ساشا جیسی دانشورانہ قوت ہوتی یا دیگر باغیوں جیسی تو ان کے موقف کو پر افتخار انداز میں تسلیم کیا جاتا اور ان وجوہ کا دانشورانہ طریقوں سے تجزیہ کیا جاتا کہ وہ لوگ کیوں خونریزی کی راہ اپنانے پر مجبور ہوئے تھے۔ اس صورت میں نہ تو اس کا احساس ہونے پاتا اور نہ ہی اقبال جرم کا سوال پیدا ہوتا۔ مگر میکنارا برادران محض ٹریڈ یونین کے کارکنوں والی سوجھ بوجھ رکھتے تھے جو اپنی جدوجہد کے مقاصد کو ایک ایسے تنازعے سے زیادہ نہیں سمجھتے جو ان کی انجمن اور فولادی صنعت کے مفادات کے درمیان ہوتا ہے۔

اس کے باوجود ان دوستم رسیدہ لوگوں کی فہم و فراست چاہے کتنی ہی محدود رہی ہو ان کے قانونی مشیروں کی کم ہمتی اور ان کے دوستوں میں پائے جانے والے مصلحین کی خوش اعتقادی کو کہیں زیادہ مورد الزام ٹھہرایا جانا چاہئے۔ ایسے لوگ کبھی بھی تجربات سے کچھ نہیں سیکھتے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انہوں نے شیر کو میمنے کو کھاتے کتنی مرتبہ دیکھا وہ اپنی امیدیں اس سے وابستہ رکھتے ہیں کہ عین ممکن ہے درندہ بدل جائے۔ اگر شیر میمنے کو اچھی طرح سمجھ لے گا تو ان کے دلائل کے مطابق دیگر مسائل پر اچھی طرح گفتگو ہو جائے گی اور یقیناً اس میں اتنی سمجھ پیدا ہو جائے گی کہ وہ اپنے بے ضرر بھائیوں سے بھائی بندی پر اتر آئے گا اور وقت کے ساتھ خونخوار نہ رہے گا۔ اس لیے میکنارا برادران کے استغاثہ کو ان سے یہ کہنے میں کوئی الجھن نہ ہوئی ''جناب آپ لوگ اب اسیروں کو اس پر آمادہ کیجئے کہ وہ جرم کا اقبال کر لیں۔ انہیں جرم تسلیم کرنے پر تیار کیجئے ہم اپنی بات پر قائم رہیں گے کہ ان کی زندگیاں بچالی جائیں گی اور ملزمان کو مزید نہ کھدیڑا جائے گا۔ مزید گرفتاریاں نہ ہوں گی۔ محنت کشوں کی صفوں میں سے کسی اور پر مقدمہ نہ چلایا جائے گا جو تمہاری کارروائی میں شریک تھے۔ معزز لوگو ہم پر اعتبار کیجئے۔ ہم شائیڈ شیروں کی طرح دھاڑتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں مگر ہمارے دل بکریوں جیسے ہیں۔ ہماری ہمدردیاں لاس اینجلس کاؤنٹی کی جیل میں پڑی بے چاری بھیڑوں کے ساتھ ہیں۔ انہیں آپ اقبال جرم پر آمادہ کیجئے انہیں کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ یہ شریف لوگوں کے درمیان سمجھوتہ ہو رہا ہے۔ اب ہم سب کو بدل کر بھیڑ ہو جانا چاہئے۔''

اور ان شیر خواروں نے اعتبار بھی کر لیا۔ انہوں نے ان مکار اور کینہ پرور درندوں کے وعدے پر یقین کر لیا۔ انہیں اپنے اس مشن کی کامیابی کا نشہ سوار تھا کہ ان کے نصیب نے یاوری کی تھی کہ وہ شیر اور بکری کو یکجا کرنے جا رہے ہیں۔ لیکن بہت جلد ہی بکری کے نرم گوشت نے شیر کی بھوک کو مزید چمکا دیا۔ پھر سے آدم بو شروع ہو گئی' گرفتاری پر گرفتاریاں' لاتعداد لوگوں کو ماخوذ کر لیا گیا اور ان لوگوں کو سخت ایذا رسانی کا نشانہ بنایا گیا جو مہا جال میں آ گئے۔

یوں جے۔ جے اور جے۔ بی میکنارا چبوترے سے گر کر خاک میں مل گئے۔ انہیں ان ہی لوگوں نے دلدل میں غوطہ دینا اور گالم گلوچ شروع کر دی جو ماضی قریب میں ان کے قدموں پر پھول نچھاور کر رہے تھے۔ یہ ستم رسیدہ ناستک اب سینہ کوبی کر رہے تھے اور چلا رہے تھے ''ہم سے دھوکہ کیا گیا، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ میکنارا برادران مجرم ہیں اور یہ کہ انہوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اور وہ مجرم ہیں۔''

اس مقدمے کے غبارے میں سے ہوا نکل جانے سے یہ فاش ہوا کہ محنت کشوں کی صفوں میں موجود ریڈیکلزم خوفناک حد تک کھوکھلی تھی۔ اور وہ لوگ جو اس تحریک کی رہنمائی کرنے کے مدعی تھے ان میں سے زیادہ تر کتنے کم ہمت ہیں۔

چند صاف ذہن کے لوگ اور مخلص اشخاص جن کا اگر ان دو صاحبان کو مردود ٹھہرانے والے ہجوم سے موازنہ کیا جائے تو یہ انگلی پر گنے جا سکتے تھے۔ ان کے قدم اس وقت پائی جانے والی بدحواسی سے نہ ڈگمگائے جو میکنارا برادران کے اعتراف جرم سے پیدا ہوئی تھی۔ امریکہ میں چھوٹی سی اقلیت جس میں زیادہ تر انارکسٹ تھے ان منحرف مزدور رہنماؤں کے شانہ بشانہ کھڑے رہے کیونکہ وہ اس نظام کے شکار ہوئے تھے جس کا انحصار تشدد پر ہوتا ہے اور جو اتنا اڈیل ہے کہ صنعتی جدوجہد میں کسی اور طریقے کو تسلیم نہیں کرتا۔

'مدرار تھ' کے دھڑے نے ہمارے مجلّے میں اپنا احتجاج چھپوایا اور عوامی جلسوں میں اس گھٹیا معذرت کی بھی' جو ان لوگوں کی طرف سے پیش کی گئی تھی جن کا دعویٰ تھا کہ ''یہ سمجھنے میں وہ فریب کھا گئے کہ میکنارا معصوم تھے۔'' ہم یہ سوچتے تھے کہ اگر ان کی معذرتیں مخلصانہ ہیں تو یہ ٹریڈ یونین کے لیے کام کرنے والے اور مصلحین اور سیاسی سوشلسٹ بھی بالکل احمق ہیں اور وہ عوام کے استاد بننے کے لیے قطعاً نااہل ہیں۔ ہم نے اس جانب اشارہ کیا کہ جو طبقاتی کشمکش کے اسباب سے بے خبر ہے وہ بھی اس نظام کے وجود کا ذمہ دار ہے۔

ہر مرتبہ جب میں میکنارا کے مقدمے پر اظہار خیال کرتی تو پولیس اور جاسوس سائے کی طرح میرا تعاقب کرتے لیکن مجھے ان کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ میں اپنی گرفتاری کا خیر مقدم کرتی۔ زندان بزدلوں اور نامردوں کی دنیا کے مقابلے میں بہتر جگہ ہے۔ تاہم کچھ نہ ہوا اور میں اپنے کاموں میں مشغول رہی۔ اگلا کام تو پہلے سے موجود تھا یعنی لارنس کی ہڑتال۔

پارچہ بافی کے پچیس ہزار کارکن جن میں مرد عورتیں اور بچے اس جدوجہد میں شامل تھے اور وہ اپنی اجرتوں میں پندرہ فیصد کا اضافہ چاہتے تھے وہ سال ہا سال سے اپنا خون پسینہ ایک کر رہے تھے اور اوسطاً آٹھ ڈالر فی ہفتہ کی تنخواہ پر کام کر رہے تھے۔ اور ان لوگوں کی محنت کے بل بوتے پر مل مالکان بہت امیر و کبیر بن چکے تھے۔ افلاس اور مصائب نے لارنس ٹکسٹائل کے محنت کشوں کو ہڑتال کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہڑتال ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ مل مالکان نے غرانا شروع کر دیا۔ اس میں انہیں حکومت کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اور کالج کے منتظمین کی بھی۔ میساچوسٹس کا گورنر خود بھی مل مالک تھا۔ اس نے ملیشیا کے دستے روانہ کر دیئے تاکہ اس کے اور مل مالکان ساتھیوں کے مفادات کو تحفظ دیا جائے۔ ہارورڈ کا صدر جو حصص یافتگان میں سے ایک تھا وہ بھی لارنس ملز کے منافع میں اتنی ہی دلچسپی رکھتا تھا۔ ریاست' سرمایہ داری اور میساچوسٹس میں علم و فضل کے مرکز کے اتحاد کے نتیجے میں پولیس اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاسوسوں سپاہیوں اور کالج کے غنڈے بے یارومددگار ہڑتالیوں پر ٹوٹ پڑے۔ فوجی دہشت گردی کا دور دورہ تھا۔ جس کے پہلے دو شکار انّا لا پیزو اور جون رامو ہوئے۔ ایک جھڑپ میں لڑکی کو گولی مار دی گئی اور نوجوان مرد کو ایک سپاہی نے سنگین گھونپ کر ہلاک کر ڈالا۔ بجائے اس کے کہ جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو گرفتار کیا جاتا۔ ریاست اور مقامی ارباب اختیار نے دیگر افراد کے علاوہ جوزف ایٹر آرٹورو جیووانیٹی کو گرفتار کر لیا جو ہڑتال کی بڑھ چڑھ کر رہنمائی کر رہے تھے۔ یہ دونوں بابصیرت باغی تھے اور ان کی پشت پر دنیا بھر کے صنعتی کارکن تھے اور ملک کے انقلابی عناصر بھی حمایت کر رہے تھے۔ مشرقی ساحل کے محنت کش مخصوص فیاضی سے یکجا ہو کر لارنس کے ہڑتالیوں اور دونوں رہنماؤں کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے۔ ایٹر اور جیووانیٹی کی گرفتاری سے جو خلا پیدا ہوا اسے فوراً بل ہیوڈ اور الزبیتھ گرلی فلن نے بھر دیا۔ ہیوڈ نے محنت کشوں کی جدوجہد میں جو کئی برس گزارے تھے اس کا تجربہ اور اس کا عزم اور اس کی موقع شناسی نے اسے لارنس کی جدوجہد میں ایک ممتاز قوت بنا دیا۔ دوسری جانب الزبتھ کی جوانی اور دلکشی اور فصاحت نے ہر کس وناکس کا دل جیت لیا۔ دونوں کے نام اور ان کی ساکھ نے ہڑتال کے سلسلے میں ملک گیر شہرت اور حمایت حاصل کی۔

میں اس دن سے الزبتھ کی مداح بن گئی تھی جب سے میں نے اس کے متعلق پہلی مرتبہ سنا تھا یہ کئی برس پہلے ایک کھلی فضا میں ہونے والی ایک محفل میں ہوا تھا۔ وہ اس وقت بہ مشکل چودہ برس کی رہی ہوگی۔ اس کا چہرہ خوبصورت جسم متناسب اور آواز جذبے سے معمور تھی۔ اس نے مجھ پر زوردار اثر چھوڑا۔ بعد میں میں اسے اپنے باپ کے ساتھ اپنے لیکچروں کے دوران دیکھتی رہی۔ وہ اپنے سیاہ بالوں کی وجہ سے دلکش تصویر لگتی' بڑی بڑی نیلی آنکھیں اور عمدہ رنگت۔ اس پر سے نگاہ ہٹانا میرے لیے اکثر دشوار ہو جاتا جب وہ میرے جلسوں میں اگلی نشست پر بیٹھی ہوتی۔

آزادی گفتار کی شاندار لڑائی جو اس نے آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے دیگر ارکان کے ہمراہ لڑی تھی۔ اور داروگیر جو اس نے جھیلی سب نے مل کر الزبتھ گرلی فلن کو مجھ سے بہت قریب کر دیا۔ میں اس نوجوان باغی کے لیے بہت ہمدردی محسوس کرتی تھی۔ یہ ان امریکی انقلابی عورتوں میں سے ایک تھی جو پرولتاری پس منظر رکھتی تھی۔ میری اس کی ذات میں دلچسپی۔ اس کے لیے رقم جمع کرنے کے کام میں محرک بنی جو نہ صرف سپوکین کی لڑائی کے لیے تھی بلکہ الزبتھ کے ذاتی مصارف کے لیے بھی جب وہ نوجوانی میں حمل کے ابتدائی مہینوں میں تھی۔

جب سے وہ نیویارک لوٹی تھی ہماری اکثر مڈھیڑ ہو جاتی۔ جلسوں میں یا بے تکلف ملاقاتوں کے ذریعے۔ الزبتھ انارکسٹ نہ تھی لیکن وہ نہ تو متعصب تھی اور نہ ہی معاندانہ رویہ رکھتی۔ جیسا کہ سوشل لیبر پارٹی میں سے ابھرنے والے چند کامریڈوں کا حال تھا۔ وہ ہمارے حلقے میں اپنوں ہی میں شمار کی جاتی اور بطور دوست میں اس سے محبت کرتی تھی۔

لیکن بل ہیوڈ حال ہی میں نیویارک میں رہائش کی غرض سے آیا تھا۔ ہم لوگ تقریباً فوراً ہی مل لیے تھے اور بے تکلف دوست بن گئے۔ بل بھی انارکسٹ نہ تھا لیکن الزبتھ کی طرح وہ فرقہ بندی سے آزاد تھا۔ اس نے بلا تکلف اقرار کر لیا کہ انارکسٹوں کے درمیان میں رہ کر اسے زیادہ لطف آتا ہے خصوصاً 'مدرارتھ' گروہ کے بیچ میں بہ مقابلہ اپنی صفوں کے جانبازوں کے۔

بل کے کردار کی سب سے زیادہ قابل ذکر خوبی اس کا نہایت حساس مزاج ہونا تھا۔ یہ دیوقامت شخص جو بظاہر اتنا ٹھوس نظر آتا لیکن ناگوار لفظ سن کر اسے جھرجھری آجاتی اور درد نظر آتے ہی کانپنے لگتا۔ ایک موقع پر جب اس نے ہمارے گیارہ نومبر کی برسی کے جلسے کو خطاب کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ۱۸۸۷ء میں ہونے والے اس جرم کا اس پر کیا اثر ہوا تھا۔ اگرچہ وہ ان دنوں بالکل نوعمر تھا اور کانوں میں کام کرتا تھا۔ ''اس دن سے'' بقول اس کے ''ہمارے شکاگو کے شہدا اس کے لیے سب سے زیادہ ولولہ خیز شخصیت ہو چکے ہیں اور ان کی جرأت میرے لیے قطب ستارہ ہے۔'''' ۲۱۰۔ ایسٹ تھرٹینتھ اسٹریٹ پر واقع فلیٹ بل کے لیے جائے عافیت تھی۔ اکثر و بیشتر وہ اپنی فارغ شامیں یہیں بسر کرتا۔ یہاں وہ مطالعہ کر سکتا تھا اور دل کو چین دینے کے لیے آرام کرتا' کافی پیتا جو رات کی طرح سیاہ ہوتی اور انقلابی نظریات کی مانند ٹھوس اور محبت کی طرح شیریں۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جب ہڑتال زوروں پر تھی تو مسٹر سول فیلڈ مین نے مجھ سے رابطہ کیا کہ سوشلزم اور انارکزم کے نظریات اور حکمت عملی پر دو مباحثے ہونے چاہئیں۔ وہ خود نیویارک کے سوشلسٹ تھے۔ میں تو پورے امریکہ میں سوشلسٹوں سے مباحثے کر چکی تھی لیکن اپنے ہی شہر میں یہ نوبت نہ آئی تھی۔ مجھے یہ موقع ہاتھ آنے سے بڑی خوشی ہوئی اور اس تجویز نے بن کے تخیلات میں ہلچل برپا کر دی۔ کارنیج ہال کے علاوہ کوئی جگہ مناسب نہیں ہے اس نے اعلان کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اسے لوگوں سے کھچا کھچ بھر دے گا۔ اور وہ اسے کرائے پر لینے کے لیے یہ جا وہ جا۔ لیکن وہ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ لوٹا۔ ہال تو صرف ایک شام کے لیے دستیاب ہے۔ دوسری تاریخ کے لیے اسے ریپبلک تھیٹر پر قناعت کرنا پڑے گی۔

میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ان مباحثوں نے مجھے ایک نادر موقع مہیا کر دیا ہے کہ میں لارنس ہڑتال کے لیے معقول رقم جمع کر سکتی ہوں جس سے مسٹر فیلڈ مین نے اتفاق کر لیا۔ اس معاملے پر کوئی گفتگو نہ ہوئی کہ اس کے لیے کون اپیل کرے گا۔ لیکن میرے دل میں یہ آئی کہ جیسم بل کو یہ کرنا چاہئے۔ ایسے وقت جب میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو وہ اس مقصد کے لیے نہایت موزوں شخص تھا۔

مسٹر فیلڈ مین اس تقریب کے چیئرمین کے واسطے اپنی صفوں میں سے کسی شخص کو پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا کیونکہ مجھے اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ کون صدارت کرتا ہے۔ مباحثے والے دن میرے حریفوں نے یہ اطلاع دی کہ اسے ابھی تک چیئرمین بننے کے لیے کوئی آدمی نہیں ملا اور یہ بھی کہ اس نوعیت کا مباحثہ منعقد کرنے پر اس کے سوشلسٹ کامریڈ اس کی سخت ملامت کر رہے ہیں۔ ''بہت خوب ہم بل ہیوڈ کو تار بھیجیں گے۔'' میں نے جواباً کہا ''اسے صدارت کرنے میں خوشی ہوگی اور اپیل کرنے کے لیے وہ ایک مناسب آدمی ہے'' لیکن مسٹر فیلڈ مین آمادہ نہ ہوئے۔ وہ ہیوڈ پر ایک انارکسٹ کو ترجیح دیں گے۔ میرا پھر بھی اصرار رہا کہ مسٹر بل سے اپیل کرنے کو کہا جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ صدارت کون کرتا ہے۔ شام کے وقت جب میں کارنیج ہال پہنچی تو فیلڈ مین کو چیئرمین بننے کے لیے کوئی نہ ملا تھا نہ ہی وہ بل کے لیے آمادہ تھا۔ ''ٹھیک ہے پھر مباحثہ ہی نہ ہوگا۔'' میں نے اعلان کر دیا ''لیکن سامعین کے سامنے اس کی وجہ میں خود بیان کروں گی۔ اتنی واضح شرط نے اسے خوفزدہ کر دیا اور اس نے میری بات مان لی۔

سامعین کو معلوم تھا کہ بل ہڑتال کے مقام سے سیدھا آ رہا ہے۔ ہڑتال کے لیے پیدا ہونے والے جذبات نے یوں راہ پائی کہ لوگوں نے اس کا کھڑے ہو کر خیر مقدم کیا۔ اس کی سادہ سی اپیل نے لارنس کے سورما مردوں اور عورتوں کے لیے ہر ایک کو گرما دیا اور لوگوں نے گرم جوشی سے نوازا۔ چند منٹوں کے اندر ہی چبوترہ رقم سے پٹ گیا اور مسٹر فیلڈ مین چاروں ہاتھ پاؤں سے بل کی اپیل کی لگائی ہوئی فصل جمع کر رہے تھے۔ جمع شدہ رقم پانچ سو بیالیس ڈالر نکلی جو جسمانی مشقت کرنے والے سامعین کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی جو مباحثے کی داخلہ فیس پہلے ہی ادا کر چکے تھے۔

اس کے بعد بل فائٹ (مرکھنے بیلوں کی لڑائی) شروع ہوئی لیکن افسوس بیل ایک بھیگی بلی نکلا فیلڈ مین کو سوال جواب نامہ ازبر تھا۔ اس نے مارکسزم کی مناجات کرنا شروع کر دی اور نہایت روانی اور بڑی صحت سے سنایا جو گہری مشق کا نتیجہ تھا۔ لیکن وہ کوئی اچھوتا اور نہ ہی کوئی تخلیقی نظریہ پیش کر سکا۔ تاہم اس نے گلابی رنگ میں ان شاندار کامیابیوں کا ذکر کیا جو جرمنی میں سوشل ڈیماکریسی نے حاصل کی تھیں۔ وہ اپنے چالیس لاکھ ووٹروں کی طاقت کے نقطے پر جما رہا اور اس سے بھی بڑھ کر ٹریڈ یونین کی صفوں سے گہری وابستگی رکھنے والوں کی تعداد کا ذکر کرتا رہا جن کی تعداد اسی لاکھ سے اوپر تھی۔ ''ان ایک کروڑ بیس لاکھ سوشلسٹوں کا ذرا دل میں حساب تو لگائیے کہ وہ کیا کر سکتے ہیں۔ اس نے فاتحانہ انداز میں ہانک لگائی۔'' جنگیں بند کر دیجئے' ذرائع پیداوار اور وسائل کی تقسیم کو اپنے ہاتھ میں لے لیجئے۔ مگر تشدد کے ذریعے نہیں بلکہ ان لوگوں کی سیاسی قوت کے ذریعے! جہاں تک ریاست کا تعلق ہے اینگلز نے کیا یہ نہیں کہا کہ یہ اپنی موت آپ مر جائے گی؟'' یہ ایک شاندار سوشلسٹ تقریر تھی جو خوبی سے کی گئی۔ لیکن اسے مباحثہ تو نہیں کہا جا سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تاریخی اعداد وشمار اور رواں حقائق کو جرمن سوشلزم میں پیدا ہونے والے انحطاط کو واضح کرنے کی غرض سے میں نے بھی پیش کیے۔اور زیادہ تر سوشلسٹوں کی دغا بازی کو بیان کیا جو انہوں نے اقتدار ملنے کے بعد کی تھی۔اور ہر مقام پر ان کی صفوں میں پیدا ہونے والے میلانات کا ذکر کیا جو چھوٹی سی اصلاحات میں بھی ہوتا ہے...... جسے مسٹر فیلڈ مین نے اپنی سہولت کے لئے نظر انداز کر دیا۔ ہر مرتبہ جب وہ جواب دینے کے لیے اُٹھتا تو ان ہی نکات کو الف سے ے تک دہراتا جنہیں وہ اپنے افتتاحی دور میں بیان کر چکا تھا۔

ہمارا مباحثہ جو سیاست اور براہ راست کارروائی کے متعلق تھا جو ر پبلک تھیٹر میں ہوا کہیں زیادہ جان دار نکلا۔ آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے کئی لڑکے وہاں موجود تھے۔اور انہوں نے کارروائی کو بہت رنگ دار بنا دیا۔ لارنس کی ہڑتال نے میرے لیے سہولت پیدا کر دی کہ براہ راست کارروائی کی یہ ایک تابناک مثال تھی۔ میرے حریف کی بات میں اتنا اعتماد نہ تھا جب وہ اپنا سوشلسٹ نظریہ اتنے حتمی انداز سے پیش کر رہا تھا۔ ان کی خصوصاً اس وقت سٹی گم ہو جاتی جب ان پر آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے لڑکوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ ہوتی جو گیلری میں بیٹھے تھے۔''سیاسی کارروائی کس طرح بڑے پیمانے پر کارکنوں کی ہجرت سے نبٹے گی۔ جو کبھی بھی کسی مقام پر اتنے دن قیام نہیں کرتے کہ ان کے نام فہرستوں میں درج کیے جا سکیں یا کروڑوں کم عمر لڑکے اور لڑکیاں جنہیں ووٹ ڈالنے کا حق نہیں حاصل ہوتا؟ کیا براہ راست کارروائی ان کے لیے واحد ذریعہ نہیں رہ جاتا۔ اور اقتصادی مسائل کے حل کے لیے یہی وسیلہ نہیں رہ جاتا؟ مثلاً لارنس کے ٹکسٹائل کارکنوں کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک وہ اپنے سوشلسٹ کامریڈوں کو میساچوسٹس کی قانون ساز اسمبلی میں منتخب کر کے نہ بھیج دیں؟

میرا حریف اس وقت پسینے پسینے ہو جاتا اور پیچ وتاب کھانے لگتا جب وہ درست جوابات دینے کی کوشش کرتا۔ لیکن جب اس کے سامنے حقیقی مسئلہ اٹھایا گیا کہ آیا سوشلسٹ ہڑتال پر اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب انہیں اکثریت مل جائے گی اور انہیں اقتدار حاصل ہو جائے گا۔ اس وقت ایسے حربوں کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اس دستے کے لیے یہ سب کچھ حد سے زیادہ تھا۔ وہ قہقہے مار کر ہاؤ ہو کرنے لگے' ایڑیاں بجانے لگے اور آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے نغمے گنگنانے لگے۔

ہماری سرگرمیوں نے ہمارے لیے فراغت' سماجی خلا ملا اور دانشورانہ لطف وعیش کے لیے فراغت دے دی۔ پاؤل اور لینیف کی ایک اور کمپنی کے ہمراہ امریکہ واپسی۔ ہمارے لیے بڑی حیرانی کا سبب تھی اور ان سب کے لیے بہت باعث مسرت بات تھی جو اس شخص کو اس کے پہلے دورے کے زمانے سے جانتے تھے۔ پاؤل پہلے کے مقابلے میں عمر رسیدہ لگتا تھا اور اس کے چہرے پر کئی جھریاں دکھائی دینے لگی تھیں۔ اور اس کی آنکھوں کے نیچے (ولسمرز) سیاہ حلقے دکھائی دیتے تھے۔ لیکن وہ اب بھی سادہ لوح اور دنیاداری سے بے نیاز مخلوق تھا جو ہمیشہ اپنے فن کی دنیا میں مگن رہتا تھا۔

جو لوگ اس کی کسی کامیابی میں اگر مدد کر سکتے تھے تو وہ ایدیش صحافت کے افراد تھے۔ خاص طور سے اب۔ کاہن اور دیگر یہودی مصنفین۔ اور لینیف نے میری تجویز پر کان نہ دھرا کہ وہ ان سے مدد مانگے۔ اس کی وجہ کوئی ناراضی نہ تھی' اس کے بقول جیسا برا سلوک اس کے ۱۹۰۵ء کے سابق دورے کے آخری دنوں میں روا رکھا گیا۔''مس ایما سمجھنے کی کوشش کیجئے'' اس نے وضاحت کی''کوئی ایک سال سے میں ابسن برانڈ کے نام کے سائے میں رہ رہا ہوں۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ اس کا اصول کیا ہے''کبھی مصالحت نہ کرو' سب پر اور کسی چیز پر بھی'! کیا تم اس کی توقع رکھتی ہو کہ ابسن مارکہ' مدیروں کے دروازوں کو کھٹکھٹاتا پھرے گا؟ اگر میں کوئی ایسا کام کروں جسے برانڈ گھٹیا سمجھے تو میں اپنے کردار کی بربادی کے درپے ہوں گا۔''

بہت جلد اور لینیف امریکہ سے رخصت ہو گیا۔ وہ خود کو امریکہ کے حالات سے ہم آہنگ نہ کر سکا یا فن سے متعلق اس کے رویئے کو قبول نہ کر سکا۔ یہ احساس بھی کہ وہ بندھن جو اس کے اور آلا نا ظیموا کے درمیان موجود تھا وہ ٹوٹ چکا تھا۔ یہ امر بھی اس کے طویل قیام کو ختم کرنے کا باعث ہوا۔ ان کے درمیان میں ایک ایسی خلیج پیدا ہو چکی تھی جو ہمیشہ حقیقی تخلیقی فنکار اور ایسے شخص کے درمیان ہوتی ہے جو مادی کامیابیوں کا جویا ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شکاگو میں مجھے مشہور روسی انقلابی ولادیمیر بورتزیف سے ملنے کا موقع ملا۔ مجھے اس معاملے میں گہری دلچسپی تھی کہ میں اس کے منہ سے مشقت طلب مشن کی روداد سنوں جو اسے آضیف کی حیثیت بے نقاب کرنے میں درپیش آئیں کہ وہ کوئی عام سا جاسوس نہ تھا۔ اور آج بھی مذکورہ شخص کی نفسیات ایک الجھا ہوا معما ہے۔ وہ برس ہا برس تک روس کی سوشلسٹ انقلابی پارٹی کی عسکری تنظیم کا رکن رہا اور اس کے علاوہ اسی دہشت گرد تنظیم کا نہایت طاقتور سربراہ بھی رہا۔ اس نے منصوبہ سازی کی اور کامیابی کے ساتھ ایسے لاتعداد کارنامے انجام دیئے جن کا نشانہ زار حکومت کے کئی ممتاز افراد تھے۔ اور وہ اپنے ہم کار لوگوں کے مکمل اعتماد کا حامل رہا۔ جب بورتزیف نے آضیف پر الزام عائد کیا کہ وہ خطرناک ترین دہشت گرد ہونے کے ساتھ ساتھ روسی خفیہ پولیس کا ایجنٹ بھی ہے تو الزام لگانے والے کے نزدیکی دوستوں نے بھی اسے دیوانہ سمجھا تھا۔ اس نوعیت کا ہلکا سا امکان بھی انقلاب سے غداری کے مترادف سمجھا جاتا۔ کیونکہ آضیف کی ذات روسی انقلابی تحریک کی علامت تھی۔ تاہم بورتزیف دھن کا پکا اور اپنی بات پر قائم رہنے والا تھا اور ایسے معاملات میں خطا سے پاک وجدان کا حامل تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی جاسوسوں کا بھانڈا پھوڑ چکا تھا اور اس کی اطلاعات کے ذرائع ہمیشہ قابل اعتبار نکلے تھے۔ اس کے باوجود وہ کافی عرصے تک داخلی کشمکش میں پڑا رہا تب کہیں جا کر اسے اپنی عسکری تنظیم کے سربراہ کے جرم پر اطمینان ہوا۔ جو اعداد و شمار بورتزیف نے حاصل کیے وہ ناقابل تردید تھے اور ان میں آضیف کی ایسی مذمت کی گئی تھی کہ یہ شخص گزشتہ بیس سال تک کس طرح روسی خفیہ پولیس اور انقلابیوں دونوں کو جل دیتا رہا۔ بورتزیف کو اس میں کامیابی نصیب ہوئی اور اس نے یہ ثابت کر دیا کہ آضیف دونوں فریقوں کا غدار تھا۔ اور دونوں اداروں نے یہ طے کر لیا کہ اس نادر روزگار فریب دہی کی سزا موت کی شکل میں دی جائے۔ اس کے باوجود عین موقع پر آضیف نے انہیں چکمہ دیا اور فرار ہوتے وقت کوئی نشان نہ چھوڑا۔

ڈین ور میں میرے کامریڈ ساتھیوں کو چھوڑ کر یہ شہر میرے لیے ہمیشہ مایوسی کا سبب بنا۔ وہاں بن تک کی توانائی میرے کام کے لیے لوگوں میں دلچسپی نہ پیدا کر سکی۔ اس مرتبہ میرے دوستوں کی فہرست میں اضافہ کرنے والوں میں للیان اولف، لینا اور فرینک مونرو، جان اسپنز، مے کورتی اور دیگر امریکی انارکسٹ تھے۔ ان کے علاوہ چند نئے کامریڈ جو ایڈیش حلقے کے تھے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت میرے جلسوں کے قریب نہ آئی۔ پھر یہ ہوا کہ ڈین ور پوسٹ نے مجھ سے بڑھتے ہوئے سماجی بے چینی پر مقالے لکھنے کی فرمائش کی۔ انہی دنوں کئی خاتون صحافیوں نے جن سے میں واقف تھی یہ پیشکش کی کہ میں براؤن پیلس ہوٹل میں ایک خصوصی لیکچر دوں۔ جو عنوان انہوں نے پسند کیا وہ تھا روسٹینڈ کا کھیل چانٹکلر۔

چونکہ میں عرصہ دراز سے اس نکتے پر قائل ہو چکی تھی کہ جدید ڈرامہ نئے خیالات کے نشر و اشاعت کا مفید وسیلہ ہے۔ اس سلسلے میں مجھے پہلا تجربہ ۱۸۸۷ء میں ہوا تھا۔ جب میں نے کانکنوں کے ایک گروہ سے جارج برنارڈ شا کے کھیلوں پر گفتگو کی تھی۔ یہ ان کے ظہرانے کا وقفہ تھا اور ہم لوگ سطح زمین سے چار سو فٹ نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے سامعین مجھے گھیرے بیٹھے تھے ان کے کالک لگے چہرے لیمپ کی روشنی سے وقفے وقفے سے دمکنے لگتے۔ ان کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں جو ابتدا میں بجھی سی لگ رہی تھیں لیکن جب میں نے بولنا شروع کیا تو ان کے چہرے شا کی تحریروں کے سماجی اہمیت کو سمجھنے سے تمتمانے لگے۔ میرے خوش لباس سامعین جو براؤن پیلس ہوٹل کے مال روم میں موجود تھے اسی طرح اپنا ردعمل ظاہر کر رہے تھے جیسے کانکنوں نے کیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی شباہتیں ڈرامے کے آئینے میں دیکھ لیں۔ یونیورسٹی کے کئی اساتذہ اور ہائی اسکول کے اساتذہ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ڈرامے پر ایک کورس پڑھاؤں۔ ان میں سے ایک عورت نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ مس ایلن اے کینان جس کا ذہن نہایت عالمانہ تھا۔ اس نے یہ پیشکش کی کہ میری واپسی تک وہ اس جماعت کو پڑھاتی رہے گی۔ اس طرح میرا ڈین ور کا یہ دورہ جو پانچ لیکچروں کا تھا پھیل کر چودہ کا اور پوسٹ کے لیے پانچ مقالات پر محیط ہو گیا۔

میرے اس شہر کے قیام کے دوران دلچسپ واقعات میں سے ایک یہ تھا کہ چانٹکلر کو اسٹیج پر پیش کیا گیا۔ اور ماؤڈ آڈمز نے مرکزی کردار ادا کیا جس میں میں نے بھی اس غرض سے شرکت کی جس کی درخواست اخبارات نے کی تھی اور اس پر تبصرہ لکھنے کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہا۔ مجھے الگ تھلگ کردار میں مس اڈمز پسند آئی لیکن سراپا اور آواز کو دیکھتے ہوئے یہ لگا جیسے اس کے لیے چانٹکلر کا کردار ناموزوں تھا۔

سان ڈیاگو' کیلی فورنیا میں وہ جگہ ہے جہاں اظہار کی آزادی کی روایت عرصے سے چلی آ رہی ہے۔ انارکسٹ' سوشلسٹ' آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے لوگ اور مذہبی فرقوں کے لوگ بھی کھلے میدانوں میں بڑے مجمعوں سے خطاب کرنے کے عادی تھے۔ حال ہی میں شہر کے قانون سازوں نے ایک فرمان کے ذریعے اس قدیم روایت پر قدغن لگادی۔ جس پر انارکسٹوں اور آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے لوگوں نے اظہار خیال کی آزادی کے لیے لڑنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چوراسی مرد و زن کو جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ ان میں ای۔ ای۔ کرک بھی شامل تھا جس نے ۱۹۰۹ء میں شہر فرانسسکو میں میرے لیے وکیل صفائی کے فرائض انجام دیئے تھے۔ مسز لاورا ایمرسن جو جانی پیچانی باغی عورت تھی اور جیک وہائٹ جو آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ ذہین لڑکا تھا وہ بھی شامل تھا۔

جب ماہ اپریل میں میں بن کے ساتھ لاس اینجلس پہنچی تو اس وقت سان ڈیاگو ایک بھڑکتی ہوئی خانہ جنگی کی گرفت میں تھا۔ حب الوطنی کو ویجیلا نٹے (خدائی فوجدار) کہا جاتا جنہوں نے شہر کو میدان جنگ میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ ان مردوں اور عورتوں کو زدوکوب کرتے' سلاخوں سے مارتے یا قتل کر دیتے جو اب بھی آئینی حقوق پر اعتماد رکھتے تھے۔ ان جیسے سینکڑوں لوگ امریکہ بھر سے سان ڈیاگو آ چکے تھے تا کہ اس مہم میں حصہ لیں۔ وہ بند کاروں' کاروں کے بمپروں پر اور ٹرینوں کی چھتوں پر اور ہر لمحے اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈالتے تھے۔ اس کے باوجود اظہار خیال کی آزادی کی مقدس دیوی کی حلّت کے جذبے سے سرشار چلے آ رہے تھے جس کے لیے ان کے بہت سے کامریڈ یہاں کی جیلوں کو پہلے ہی سے بھر رہے تھے۔

ویجیلا نٹے کے ارکان نے آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے صدر دفتر پر دھاوا بول دیا فرنیچر توڑ ڈالا اور وہاں موجود بہت سے لوگوں کو حراست میں لے لیا۔ انہیں سورنیٹو کے مقام پر لے جایا گیا جہاں پر پرچم کشائی والا کھمبا گاڑا گیا تھا۔ وہاں آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے لوگوں کو گھٹنوں کے بل کھڑا ہونے پر مجبور کیا گیا' پرچم کو چومنے پر مجبور کیا گیا اور قومی ترانہ گانے کو کہا گیا۔ کارروائی میں تیزی لانے کے لیے ایک ویجیلا نٹے لوگوں کی پیٹھ پر دھول مارتا جاتا جو لوگوں کی عمومی ٹھکائی شروع کرنے کا اشارہ تھا۔ اس کارروائی کے مکمل ہونے کے بعد مردوں کو کاروں کے اندر ٹھونس دیا گیا اور سان اونوفرے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ گاؤں کی حدود کے باہر انہیں مویشیوں کے باڑے میں رکھا گیا اور ان پر مسلح پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اور بلا کسی خوراک اور پانی کے انہیں اٹھارہ گھنٹے تک محبوس رکھا گیا۔ اگلی صبح میں انہیں پانچ پانچ کی ٹکڑیوں میں چھوڑا گیا اور انہیں لاٹھی بردار افراد کی قطاروں کے بیچ میں سے گزارا گیا۔ جو ان پر لاٹھیاں برساتے رہے۔ جب وہ لوگ ویجیلا نٹوں کی صفوں کے درمیان میں سے گزرتے تو انہیں زدوکوب کیا جاتا اور سیسے کے مٹھ والی چھڑی سے مارا جاتا۔ اس کے بعد پھر سے جھنڈے کو چومنے کی رسم دہرائی جاتی۔ جس کے بعد ان سے کہا جاتا کہ طویل فاصلہ پیدل طے کریں اور پھر شکل نہ دکھلائیں۔ وہ کئی دن تک پاپیادہ سفر کر کے لاس اینجلس پہنچے جسم سوجے ہوئے' بھوکے اور کوڑی کوڑی کو محتاج اور ان کی جسمانی حالت افسوسناک تھی۔

اس کشمکش میں جس میں پولیس ویجیلا نٹوں کا ساتھ دے رہی تھی آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے کئی ارکان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ سب سے زیادہ سفاکی سے جوزف میکولاسیک کو قتل کیا گیا۔ جسے ۷ مئی کے دن قتل کیا گیا۔ وہ ان بہت سے باغیوں میں سے ایک تھا جس نے اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی تھی جو بہت سے مقررین کی گرفتاری سے پیدا ہوئی تھی۔ جب وہ چبوترے پر پہنچا تو پولیس اس پر ٹوٹ پڑی۔ بڑی دشواری سے وہ سوشلسٹ کے ہیڈ کوارٹر پہنچا اور پھر وہاں سے اپنے گھر۔ جاسوس اس کا تعاقب کر رہے تھے جنہوں نے اس کے گھر میں گھس کر اس پر حملہ کر دیا ایک آفیسر نے اس پر گولی چلا دی اور اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ اپنے دفاع کے لیے میکولاسیک کو ایک کلہاڑی مل گئی لیکن اس سے پہلے کہ اپنے حملہ آوروں پر وہ اسے اٹھاتا اس کے جسم میں بہت سے گولیاں اتار دی گئیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مغربی ساحل کے ہر دورے میں میں سان ڈیاگو میں لیکچر دے چکی تھی۔اس مرتبہ بھی ہم منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ اپنی لاس اینجلس کی مشغولیات کے بعد وہاں جلسے کریں گے۔سان ڈیاگو سے آنے والی رپورٹیں اور ویجیلانٹوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والے لاتعداد لوگوں کی آمد کی وجہ سے ہم نے فوراً روانگی کا فیصلہ کرلیا۔خصوصاً میکولاسیک کے قتل کے بعد یہ ہم پر لازم ہوگیا کہ اظہارِ خیال کی آزادی کی لڑائی میں جو وہاں چل رہی تھی ہم بھی حصہ لیں۔تاہم پہلے یہ بھی ضروری تھا کہ ان ستم رسیدہ لڑکوں کی بحالی کے لیے کچھ کریں جو اذیت دہندگان کے چنگل سے نکل کر ہم تک زندہ پہنچ گئے تھے۔عورتوں کے ایک گروہ کی مدد سے ہم نے آئی ڈبلیو۔ڈبلیو کے صدر دفتر میں ایک خورد ونوش کا مرکز قائم کر دیا۔میں نے اپنے جلسوں میں چندہ جمع کیا اس کے علاوہ کپڑے اور ہمدردی رکھنے والے دوکانداروں سے اشیائے خورد ونوش جمع کیں۔

سان ڈیاگو شہر کی خون کی پیاس میکولاسیک کے قتل سے ابھی نہیں بجھی تھی۔وہاں اس کی تدفین کی بھی اجازت نہ دی گئی۔اس لیے ہمیں اس کی لاش کو لاس اینجلس لانا پڑا اور اس کے اعزاز میں ایک عوامی مظاہرہ ترتیب دینا پڑا۔جوزف میکولاسیک ذاتی زندگی میں ایک غیر معروف اور گمنام شخص تھا مگر موت نے اس کے قد وقامت کو ملک گیر بنا دیا۔یہاں تک کہ شہر کی پولیس بھی عوامی غم واندوہ سے متاثر ہوئی جب اس کی باقیات کو شمشان تک پہنچایا جا رہا تھا۔ہجوم کی کثرت اور وقار بھی قابلِ دید تھا۔

سان ڈیاگو کے کچھ کامریڈوں نے ایک جلسہ منظم کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی اور میں نے ایک ایسا عنوان منتخب کیا جو موقع کی مناسبت سے مطابقت رکھتا ہوا معلوم ہوتا تھا.....یعنی ہنرک ابسن کا ''این اینیمی آف دی پیوپل''۔عوام کا ایک دشمن۔

جب ہم پہنچے تو اسٹیشن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ یہ استقبالیہ ہمارے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔میں سمجھی کہ کسی سرکاری اہل کار کی آمد متوقع ہے۔ہمارا استقبال تو ہمارے دوستوں مسٹر اور مسز ای۔ای۔کرک کو کرنا تھا لیکن وہ کہیں نظر نہ آ رہے تھے تب بن نے تجویز پیش کی کہ ہمیں براہ راست یو۔ایس گرانٹ ہوٹل چلے جانا چاہئے۔ہمیں گزرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا اور ہم ہوٹل کی بس میں جا بیٹھے۔بس کے اندر چونکہ گرمی اور حبس تھا اس لیے ہم اس کی چھت پر چڑھ گئے۔ ہم ابھی بہ مشکل بیٹھ پائے تھے کہ کوئی چیخا ''وہ تو یہاں ہے' وہ رہی گولڈمان نام کی عورت!'' اس کے ساتھ ہی ہجوم نے آواز میں آواز ملائی۔اعلیٰ لباس میں ملبوس عورتیں اپنی کاروں میں کھڑی ہو کر چلانے لگیں۔''ہمیں تو وہ والی انارکسٹ قاتلہ چاہئے!'' لمحے بھر میں ہماری بس کی جانب ہجوم بڑھنے لگا۔ہاتھ بڑھ رہے تھے کہ کس طرح مجھے کھینچ کر اتار لیں۔غیر معمولی حاضر دماغی کی مدد سے ڈرائیور نے ہماری گاڑی چلا دی اور زن سے روانہ ہوگیا۔جس سے ہجوم چاروں طرف چھٹ گیا۔

ہوٹل پر ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ہم نے خود کو درج کرایا اور انہوں نے ہمیں کمرہ دکھا دیا۔ہر چیز معمول کے مطابق لگ رہی تھی۔مسٹر اور مسز کرک ہم سے ملنے آئے اور ہم نے خاموشی سے اپنی میٹنگ کے انتظامات کو حتمی شکل دی۔سہ پہر میں ہوٹل کا ہیڈ کلرک یہ بتانے آیا کہ خدائی فوجداروں (ویجیلانٹے) کا اصرار ہے کہ انہیں مہمانوں کے لیے ہوٹل کا رجسٹر دکھایا جائے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ کمروں کی تعداد کیا ہے۔اس لیے وہ ہمیں عمارت کے کسی اور حصے میں منتقل کر دے گا۔ہمیں ہوٹل کی سب سے بالائی منزل پر لے جایا گیا اور ایک بڑے سے پر آرائش کمرے میں ٹھہرایا گیا۔بعد میں ہوٹل کے مینجر نے آ کر ملاقات کی۔اس نے ہمیں یقین دلایا کہ ہم اس کے چھت کے سائے میں قطعاً محفوظ ہیں۔لیکن وہ ہمیں نیچے جا کر کھانے کے لیے یا کمرہ چھوڑنے کی اجازت نہ دے گا۔اسے ہمیں کمروں میں مقفل رکھنا ہوگا۔میں نے احتجاج کیا کہ یو۔ایس گرانٹ ہوٹل کوئی قید خانہ نہیں ہے۔اس نے جواب دیا کہ وہ ہماری مرضی کے خلاف ہمیں اسیر نہیں بنانا چاہتا جب تک ہم اس ادارے کے مہمان رہنا چاہیں رہیں لیکن ہمیں اس کے حفاظتی انتظامات کو قبول کرنا ہوگا۔''خدائی فوجدار پھرے ہوئے ہیں'' اس نے ہمیں خبردار کیا۔وہ اس پر مصر ہیں کہ وہ مجھے یہاں خطاب کرنے نہ دیں گے اور ہم دونوں کو شہر بدر کر کے رہیں گے۔اس نے ہم پر زور دے کر کہا کہ آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چاہیں تو یہاں سے رخصت ہو جائیں اور ہم آپ کی حفاظت کے لیے محافظ ساتھ کر دیں گے۔ وہ ایک کریم مزاج کا شخص تھا اور ہم نے اس کی پیشکش کو سراہا بھی مگر ہم نے اس کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔

مسٹر ہومز بہ مشکل روانہ ہوئے ہوں گے کہ مجھے ٹیلیفون پر بلایا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے شخص نے بتایا کہ اس کا نام ایڈورڈز ہے۔ اور وہ موسیقی کی مقامی درسگاہ کا سربراہ ہے اور یہ بھی کہ اس نے ابھی ابھی اخبار میں پڑھا ہے کہ ہال کے منتظمین اپنے معاہدے سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس لیے وہ اپنی درسگاہ کے دعا کے ہال کو جلسے کے لیے پیش کرتا ہے۔ ''سان ڈیاگو میں اب بھی چند بہادر لوگ رہ گئے ہیں۔'' میں نے اس پراسرار شخص سے کہا جو فون کی دوسری طرف تھا۔ اور میں نے اسے مدعو کیا کہ وہ میرے پاس آ جائے تاکہ اس کے منصوبے پر گفتگو کی جائے۔ تھوڑی ہی دیر میں شستہ شکل وشباہت کا ایک شخص جو شائید ستائیس برس کا ہوگا نمودار ہوا۔ بات چیت کے دوران میں میں نے اشارتاً یہ کہا کہ تمہاری عمارت میں میری تقریر سے ممکن ہے تمہارے لیے کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس نے جواب دیا اسے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔ وہ فنکارانا رکسٹ ہے اور وہ اظہار خیال کی آزادی پر یقین رکھتا ہے۔ میں بازی لگانے پر تیار ہوں اور ایسا ہی کیا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

شام ہونے سے پہلے سامنے کے کوچے میں موٹروں کی پوں پوں اور سیٹیوں کے بجنے سے غل غپاڑہ شروع ہو گیا۔ ''خدائی فوجدار'' بن چلایا۔ ہمارے دروازے کو کھٹکھٹایا گیا۔ اور مسٹر ہومز داخل ہوئے ان کے ساتھ دو اور افراد تھے۔ انہوں نے بتایا کہ شہر کے حکام مجھ سے نیچے کی منزلوں میں ملنا چاہتے تھے۔ بن نے خطرے کو بھانپ کر مجھ سے مصر ہوا کہ ملاقات کو آنے والوں کو اوپر آنے کو کہوں۔ یہ بات مجھے کم ہمتی کی لگی۔

وقت شام کا تھا اور ہم شہر کے ممتاز ترین ہوٹل میں مقیم تھے۔ ہمیں کیا ہوگا؟ میں مسٹر ہومز کے ہمراہ نیچے چلی گئی بن میرے ساتھ تھا۔ زینے کے نیچے ہمیں ایک کمرے میں بلایا گیا جہاں ہم نے سات افراد کو ہلالی دائرے میں کھڑا پایا۔ ہم سے بیٹھ جانے کو کہا گیا اور کوتوال کی آمد تک انتظار کرنے کو کہا گیا جو جلد ہی آ پہنچا ''مہربانی کر کے آپ میرے ساتھ آیئے۔'' وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''میئر اور دیگر حکام ساتھ والے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے روانہ ہوئے لیکن وہ بن کی جانب مڑا اور کوتوال نے کہا ڈاکٹر آپ کی حاجت نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں انتظار کریں۔''

میں ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جو مردوں سے بھرا تھا۔ کھڑکیوں کی جھلملیاں نیم وا تھیں لیکن سڑک پر تیز بجلی کی روشنی میں یہ دکھائی دے رہا تھا جیسے فساد پر آمادہ ایک ہجوم نیچے موجود ہے۔ میئر مجھ سے مخاطب ہوا ''تم بپھرے ہجوم کو سن رہی ہو'' اس نے کہا اور کوچے کی جانب اشارہ کیا ''وہ کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تمہیں اور رتھبن کو ہوٹل سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں چاہے اس کے لیے انہیں طاقت بھی استعمال کرنا پڑے۔ ہم کسی شئے کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ اگر تم جگہ چھوڑنے پر آمادہ ہو تو ہم تمہیں تحفظ مہیا کریں گے اور تمہیں شہر سے بہ حفاظت نکال لے جائیں گے۔

''آپ کی بڑی نوازش'' میں نے جواب میں کہا ''لیکن تم ہجوم کو منتشر کیوں نہیں کر دیتے؟ تم وہی حربے ان لوگوں کے خلاف کیوں نہیں استعمال کرتے جو تم اظہار خیال کی آزادی کے حامیوں کے خلاف استعمال کرتے ہو؟ تمہارے احکام تجارتی علاقوں میں اجتماع کو جرم کہتے ہیں۔ سینکڑوں لوگ جو آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے رکن ہیں' انارکسٹ اور سوشلسٹ ہیں ٹریڈ یونین کے ارکان ہیں ان پر لاٹھیاں برسائی گئیں اور گرفتار کیا جا چکا ہے یہاں تک کہ چند ایک کو اسی الزام میں قتل بھی کیا جا چکا ہے۔ اس کے باوجود تم خدائی فوجداروں کو شہر کے اتنے کاروباری علاقے میں جمع ہونے دے رہے ہو اور ٹریفک میں خلل ڈالنے دے رہے ہو۔ تمہیں صرف یہ کرنا چاہئے کہ ان قانون شکنوں کو منتشر کر دو۔''

''ہم یہ نہیں کر سکتے'' اس نے جھلا کر کہا ''یہ لوگ خطرناک عزائم رکھتے ہیں اور تمہاری موجودگی معاملے کو بدترین بنا رہی ہے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''ٹھیک ہے تو مجھے مجمع سے خطاب کرنے دو'' میں نے تجویز پیش کی۔ ''یہ میں یہاں ایک کھڑکی سے کر سکتی ہوں۔ میں اس سے پہلے بھی طیش میں آئے ہوئے مردوں کا سامنا کر چکی ہوں اور ہمیشہ انہیں سمجھا بجھا لیتی ہوں۔'' میئر نے انکار کر دیا۔

''میں نے پولیس سے کبھی بھی تحفظ نہیں مانگا'' تب میں نے یہ کہا ''اور آج بھی میں یہ کرنے پر مائل نہیں ہوں۔ میں تم تمام لوگوں کو ان خدائی فوجداروں سے ساز باز کا مجرم ٹھہراتی ہے۔

جس پر حکام نے یہ اعلان کیا کہ حالات اپنی راہ خود بنائیں گے اور اگر کچھ ہوا تو اس کی تم خود ذمے دار ہو گی۔

انٹرویو ختم ہونے لگا تو میں بن سے ملنے چلی گئی۔ جس کمرے میں میں نے اسے چھوڑا تھا اسے میں نے مقفل پایا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا اور میں نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ جواب ندارد۔ میرے شور کرنے پر ہوٹل کا ایک کلرک دوڑا ہوا آیا۔ اس نے دروازے کا تالہ کھولا مگر اندر کوئی موجود نہ تھا۔ میں بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی اور کوتوال سے ملی جو باہر نکل رہا تھا۔

''ریٹمین کہاں ہے'' میں نے تقاضہ کیا ''تم نے اس کا کیا کیا؟ اگر اسے کوئی ضرر پہنچا تو اس کی قیمت تمہیں ادا کرنا پڑے گی چاہے یہ مجھے اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑے۔''

''مجھے کیا معلوم''؟ اس نے ترش روی سے جواب دیا۔

مسٹر ہومز اپنے دفتر میں نہ تھا۔ اور کوئی بھی مجھے یہ بتانے پر تیار نہ تھا کہ بن ریٹمین کا کیا ہوا۔ سراسیمگی میں میں کمرے میں لوٹی۔ بن وہاں نہ تھا۔ ہول کے مارے میں فرش پر ٹہلنے لگی۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ بن کو تلاش کرنے کے لیے کیا اقدام کروں اور کن لوگوں سے مل کر مدد حاصل کروں۔ میں اس شہر میں کسی بھی شخص سے اس کے تحفظ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں مل سکتی تھی۔ مسٹر کرک تو دور کی بات تھے۔ وہ تو پہلے ہی سے اظہار خیال کی آزادی کی لڑائی کے سلسلے میں ماخوذ تھے۔ یہ ان کی جرأت تھی کہ وہ اور ان کی بیگم ہم سے ملنے چلے آئے تھے۔ اس سے صورتحال بگڑ ہی سکتی تھی۔ کرک میاں بی بی وعدے کے مطابق نہ آئے ثابت کرتا تھا کہ انہیں کہیں دور روک لیا گیا تھا۔

میں خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی اور وقت رینگ رہا تھا اور نصف شب کے قریب میں تکان کے مارے اونگھ گئی۔ میں نے بن کو خواب میں دیکھا' ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے اور منہ پر ڈھاٹا چڑھا ہوا اور اس کے ہاتھ مجھے تلاش کرنے کے لیے ٹاپک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ میں اس تک پہنچنے کے لیے جدوجہد کر رہی تھی کہ ایک چیخ کے ساتھ میری آنکھ کھل گئی۔ میں پسینے میں نہا چکی تھی۔ میرے دروازے کو پیٹا جا رہا تھا اور آوازیں آ رہی تھیں جب میں نے دروازہ کھولا تو ہوٹل کا ملازم جاسوس اور ایک شخص اندر داخل ہوا۔ ریٹمین بہ خیریت تھا' انہوں نے مجھے بتایا میں نے ان کی جانب گھبرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا مجھے ان کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بن کو خدائی فوجدار اغواء کر لے گئے تھے انہوں نے وضاحت کی لیکن اسے کوئی گزند نہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے محض اسے لاس اینجلس کی ٹرین پر لاد دیا تھا۔ مجھے جاسوس کی بات پر یقین نہ آیا لیکن دوسرا شخص مجھے دیانت دار لگا۔ اس نے یہ بات دہرائی کہ اسے مکمل یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ ریٹمین محفوظ ہے۔

اس کے بعد مسٹر ہومز آئے۔ انہوں نے مذکورہ شخص کے بیان کی تصدیق کی اور مجھ سے التجا کی کہ میں رخصت ہو جاؤں۔ میرا اس شہر میں ٹھہرنے کا اب کوئی مقصد نہیں رہتا۔ اس نے اصرار کیا۔ مجھے خطاب کرنے نہیں دیا جائے گا اور میں اس کی حیثیت کو خطرے میں ڈال رہی تھی۔ اس نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ میں اپنی حیثیت کا کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گی محض اس لیے کہ میں ایک عورت ہوں۔ اگر میں براجمان رہی تو خدائی فوجدار مجھے شہر سے نکال باہر کر کے رہیں گے۔

مسٹر ہومز میرے متعلق فی الواقع فکرمند تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ جلسہ ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اب چونکہ بن محفوظ تھا اس لیے مسٹر ہومز کو مزید ہراساں کرنے میں کوئی معقولیت نظر نہ آتی تھی۔ میں نے رخصت ہو جانے پر اتفاق کر لیا۔ اور یہ طے کیا کہ اول ٹرین کو پکڑوں گی جو صبح میں پونے تین بجے لاس اینجلس کے لیے چھوٹتی ہے۔ میں نے ایک ٹیکسی طلب کی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسٹیشن کی جانب روانہ ہوگئی۔ پورا قصبہ محوِ خواب تھا اور سڑکیں سنسان۔

میں ٹکٹ خرید چکی تھی اور پل مین کے ڈبے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ میرے کان میں آنے والی کاروں کی آوازیں پڑنے لگیں.....وہی ڈراؤنی صدائیں جنہیں میں نے پہلی مرتبہ اسٹیشن پر سنا تھا اور بعد میں ہوٹل پر۔ بلاشبہ خدائی فوجدار۔

''جلدی! جلدی!'' کوئی چیخا ''جلدی سے اندر داخل ہو جاؤ!''

اس سے پہلے کہ میں اندر داخل ہونے کے لیے ایک اور قدم اٹھاتی مجھے کسی نے دبوچ لیا اور ٹرین کی طرف بھاگا اور سامان کی طرح مجھے ڈبے میں پھینک دیا۔ کھڑکیاں گرادی گئیں اور مجھ پر اندر سے قفل لگا دیا گیا۔ خدائی فوجدار آ چکے تھے اور پورے پلیٹ فارم پر دندناتے پھر رہے تھے چیخ چلا رہے تھے اور ٹرین پر سوار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ ٹرین کا عملہ محافظت کر رہا تھا اور انہیں داخل ہونے سے روک رہا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخ رہے تھے اور لعنت ملامت کر رہے تھے..... وہ دہشت زدہ کرنے والے اور گھناؤنے لمحات اس وقت ختم ہوئے جب ٹرین حرکت میں آئی۔

ہم انگنت اسٹیشنوں پر ٹھہرے اور میں ہر جگہ بڑی بے تابی سے جھانکتی کہ ممکن ہے بن نظر آ جائے اور ہم سفر بن جائے۔ لیکن اس کا نام ونشان نہ تھا۔ جب میں لاس اینجلس میں اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچی تو وہ وہاں بھی موجود نہ تھا۔ یو۔ ایس گرانٹ ہوٹل کے عملے نے مجھ سے جھوٹ بولا تا کہ میں شہر چھوڑ دوں!

''وہ مر چکا ہے! مر چکا ہے!'' میں غم میں چلائی۔ ''انہوں نے میرے لڑکے کو قتل کر ڈالا!''

میں اس کوشش میں لگی رہی کہ کسی طرح اس خیال کو ذہن سے نکال دوں۔ میں نے لاس اینجلس ہیرالڈ اور سان فرانسسکو بولیٹن کو بن کی گمشدگی کی اطلاع دی۔ دونوں اخبارات نے خدائی فوجداروں کے پھیلائے ہوئے دہشت گردی کے دور دورے کی غیر مبہم الفاظ میں مذمت کی۔ بولیٹن کی رہنمائی کرنے والی ذات مسٹر فری مونٹ اولڈر کی تھی جو شائید سرمایہ دارانہ اخبارات میں واحد شخصیت تھی جو محنت کشوں کے مقاصد کی وکالت کرتا تھا۔ اس نے میکنمارا برادران کی طرف سے بھی ایک جرأت مندانہ لڑائی لڑی تھی۔ مسٹر اولڈر کی انسانیت نواز روشن خیالی نے مغربی ساحل کے خطے میں سماجی قانون شکنوں کے خلاف ایک نئے رویئے کو جنم دیا تھا۔ سان ڈیاگو کی لڑائی میں ابتداء سے اس نے خدائی فوجداروں پر ایک بے خوف حملہ جاری رکھا۔ مسٹر اولڈر اور ہیرالڈ کے مدیر نے وعدہ کیا کہ وہ بن کو کھوج نکالنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔

صبح کے دس بجے مجھے بیرون شہر سے فون پر کال موصول ہوئی۔ ایک عجیب سی آواز نے مجھے اطلاع دی کہ ڈاکٹر ریٹمین لاس اینجلس کی ٹرین میں سوار ہو رہا ہے اور وہ سرِ شام پہنچ جائے گا۔ ''اس کے دوستوں کو ایک اسٹریچر لے کر اسٹیشن پر آنا چاہئے'' وہ زندہ ہے؟ میں چونگے میں چلائی۔ ''کیا تم سچ بول رہے ہو؟ کیا وہ زندہ ہے؟'' میں سانس روکے سن رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔

وقت اس طرح گزر رہا تھا جیسے وہ ٹھہر چکا ہو۔ اسٹیشن پر اس کا انتظار اس سے بھی زیادہ کربناک تھا۔ آخر کار ٹرین کی آمد ہوئی۔ بن ایک ڈبے میں لیٹا ہوا تھا اور گٹھری لگ رہا تھا۔ وہ نیلے رنگ کی ڈانگری پہنے تھا اور چہرے پر مردنی کی زردی تھی اور آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس کا ہیٹ غائب تھا اور بالوں میں کولتار چپڑا ہوا تھا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ چلایا۔ ''ہائے۔ اماں میں بالآخر تمہارے پاس پہنچ گیا! مجھے یہاں سے لے چلو مجھے گھر لے چلو!''

اخباری نمائندوں نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن وہ نقاہت کی وجہ سے بول نہیں سکتا تھا۔ میں نے ان سے التجا کی وہ اسے معاف کر دیں اور بعد میں میرے اپارٹمنٹ میں ملنے آ جائیں۔

جب میں اسے لباس تبدیل کرنے میں مدد کر رہی تھی میں یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی کہ اس کا جسم خراشوں سے بھرا تھا اور ان پر کولتار کے بڑے بڑے دھبے موجود تھے۔ اور جگہ جگہ آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے حروف لکھنے کے لیے اس کے جسم کو داغا گیا تھا۔ بن سے بولا نہ جاتا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ اس پر کیا بیتی تھی۔ کچھ خوراک کھانے اور کئی گھنٹے سو جانے کے بعد اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تھوڑی سی توانائی آ گئی۔ ہمارے متعدد دوستوں اور اخباری نمائندوں کی موجودگی میں اس نے بتایا کہ اس پر کیا گزری۔

''جب ایما اور ہوٹل کا منیجر ساتھ والے کمرے میں جانے کے لیے روانہ ہو گئے'' تو بقول بن کے ''میں ان ساتوں آدمیوں کے درمیان رہ گیا۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا انہوں نے ریوالور نکال لیے ''اگر تم نے منہ سے آواز نکالی یا ذرا سی حرکت کی تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے'' انہوں نے دھمکایا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ ایک نے میرا داہنا بازو پکڑ لیا دوسرے نے بایاں اور تیسرے نے میرے کوٹ کے اگلے حصے کو پکڑ لیا ایک اور نے پشت پر سے اور مجھے کھینچتے ہوئے راہداری میں لے چلے اور لفٹ میں سے ہوتے ہوئے ہوٹل کی سطح زمین والی منزل پر لے آئے اور باہر ایک وردی پوش پولیس والے کے سامنے سے ہوتے ہوئے باہر کوچے میں چلنے لگے اور پھر وہاں سے مجھے ایک موٹر میں ٹھونس دیا گیا۔ جب ہجوم نے مجھے دیکھا تو انہوں نے ہاو ہو شروع کر دی۔ گاڑی بہ آہستہ چلتی ہوئی شاہراہ پر آ گئی جہاں اس سے ایک اور گاڑی آ ملی جس میں کئی ایسے لوگ بیٹھے تھے جو دیکھنے میں کاروباری لوگ لگتے تھے اس وقت رات کے کوئی ساڑھے دس بجے تھے۔ بیس میل کا سفر کافی ڈراؤنا لگا۔ جوں ہی ہم شہر کی حدود سے نکلے تو انہوں نے مجھے ٹھوکریں لگانا اور مارنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے میرے لمبے بال کھینچنا اور میری آنکھوں اور نتھنوں میں انگلیاں گھسانا شروع کر دیں۔ ہم تو تمہاری آنتیں نکال دیتے مگر ہم نے کوتوال سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ ہم لوگ ذمے دار افراد ہیں صاحب جائے داد ہیں اور پولیس ہماری پشت پر ہے۔ جب ہم دیہی علاقے میں پہنچے تو گاڑی ایک سنسان مقام پر ٹھہر گئی۔ ان لوگوں نے مل کر ایک دائرہ بنایا اور مجھے لباس اتارنے کو کہا۔ انہوں نے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مجھے مار کر گرا دیا اور جب میں زمین پر ننگا پڑا ہوا تھا انہوں نے ٹھوکریں لگانا شروع کر دیں اور اس وقت تک مارتے رہے جب تک میں بے حس نہ ہو گیا۔ انہوں نے جلتے سگار سے میرے چوتڑوں پر آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے حروف داغ دیئے اس کے بعد انہوں نے کولتار کا ایک ڈبہ میرے سر پر انڈیل دیا اور پروں کے برش کے موجود نہ ہونے سے مرواجھاڑی کی ٹہنیوں سے اسے پورے بدن پر پھیلا دیا۔ ان میں سے ایک نے میرے مقعد میں ایک چھڑی ٹھونسنے کی کوشش کی۔ ایک اور نے میرے فوطوں کو مروڑا۔ انہوں نے مجھے جھنڈے کو چومنے پر مجبور کیا اور 'دی اسٹار اسپینگلڈ بینر' گانے پر مجبور کیا۔ جب ان کا جی اس دل لگی سے بھر گیا تو انہوں نے میری جانگیہ اس اندیشے سے لوٹا دی کہ کہیں میرا سامنا کسی عورت سے نہ ہو جائے۔ انہوں نے میری بنڈی بھی لوٹا دی تا کہ میں اپنی رقم ٹرین کا ٹکٹ اور گھڑی کو رکھنا چاہوں تو رکھ لوں۔ باقی تمام کپڑے انہوں نے رکھ لیے۔ مجھ سے ایک تقریر کرنے کو کہا گیا اور اس کے بعد مجھے لاٹھی سے مسلح لوگوں کی دو قطاروں میں سے دوڑ کر نکلنے کو کہا گیا۔ خدائی فوجداروں نے قطاریں بنالیں اور جب میں ان کے درمیان میں بھاگ رہا تھا تو ہر ایک نے ڈنڈے سے مارا یا ٹھوکر لگائی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے فرار ہونے دیا۔

بن کا معاملہ ایسے بہت سے معاملوں میں سے ایک تھا جو سان ڈیاگو میں شروع ہونے والی کشمکش میں ہوا۔ مگر اس کا یہ فائدہ ہوا کہ سب کی توجہ اس بربریت پر مرکوز ہو گئی۔ کئی مزدور اور ریڈیکل صحافیوں نے اس شہر کا رخ کیا تا کہ اس نوعیت کے واقعات کی براہ راست تفصیلات حاصل کریں۔ کیلی فورنیا کے گورنر نے کرنل ایچ وینسٹوک کو بطور خاص کمشنر مقرر کیا تا کہ وہ معاملے کی تحقیق کریں۔ اگرچہ اس کی بعد کی رپورٹیں محتاط اور ڈھکی چھپی تھیں اس کے باوجود خدائی فوجداروں کی حکمرانی کا شکار ہونے والوں کے تمام الزامات کے حق میں کافی ثبوت تھے۔ جس سے ملک کے قدامت پسند حلقوں میں بھی برہمی پیدا ہو گئی۔

لاس اینجلس میں ہمدردی کی لہر بڑی زور کی اٹھی اور ہمارے جلسوں میں خلاف معمول ہجوم ہوتا۔ احتجاجی جلسے کی شام میں ہمیں سامعین کو دو ہالوں میں خطاب کرنا پڑا۔ ایسے کئی ہال ہم بھر دیتے اگر ہمارے پاس خطاب کرنے کے لیے کافی مقرر ہوتے۔

سان فرانسسکو جو برس ہا برس سے ثمر آور چلا آ رہا تھا۔ اس مرتبہ وہاں بہت بڑا مجمع امڈ آیا۔ ہمارے کامریڈ نشر و اشاعت اور اخراجات برداشت کرنے کی زحمت سے بچ گئے۔ خدائی فوجداروں نے یہ کام ہمارے لیے کیا۔ ان کے اقدام نے سان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرانسسکو شہر کے حکام کو اکسایا کہ وہ ہمارا پرمسرت انداز میں استقبال کریں۔ میئر پولیس کوتوال اور جاسوسوں کے گروہ ہمیں اسٹیشن پر لینے آئے۔ مگر مداخلت بیجا کے لیے نہیں۔ ہمارے ہال جو لاس اینجلس کے مقابلے میں بڑے تھے پھر بھی اتنے وسیع نہ نکلے کہ لیکچر سننے کے لیے آنے والے ہجوم کے لیے کافی ہوتے۔ جب کہ ہمارے ادب کے خریداروں نے بِن کو پسپا کر دیا جو ہماری مطبوعات کی فروخت سے شائید ہی کبھی مطمئن ہوتا۔

معاملہ نقطۂ عروج کو ٹریٹ کونسل ہال کے جلسے میں پہنچا۔ ہمارے دوست آنٹن جوہانسن جو محنت کشوں کی جانی پہچانی شخصیت تھی، صدارت اس نے کی۔ اس نے اس پر زور دیا کہ سان ڈیا گو میں منعقد ہونے والی نمائش کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ''جب تک وہاں کے شہری دیوانگی کے عارضے سے شفا نہیں پا جاتے۔'' بِن نے خدائی فوجداروں کے اس پر ہونے والے مظالم کی تفصیلات بیان کیں۔ میں نے ذاتی تجربات کی ایک مختصر رپورٹ پیش کی اور اس کے بعد شورش پر اکسانے والا لیکچر دیا بہ عنوان ''عوام کے دشمن۔''

اس سے پہلے کہ ہم پورٹلینڈ کے لیے روانہ ہوتے ہم سان ڈیا گو میں جاری اظہار کی آزادی کی لڑائی کے لیے ایک معقول رقم بھیج چکے تھے۔ اور ایڈ جیبو وائٹی پر قائم مقدمے کے اخراجات کے لیے بھی رقم ارسال کر دی تھی۔ اور کچھ عرصے کے لیے 'مدر ارتھ' کے شمارے ایک خاص کھاتے سے بلا قیمت بھیجے جانے لگے۔

سان ڈیا گو میں پائی جانے والی دیوانگی کے دو اخبار ذمہ دار تھے۔ انہوں نے ہی ''انارکسٹ اور آئی ڈبلیو ڈبلیو بلاؤں'' کا واویلا شروع کیا تھا! وہاں کے باشندوں کو ڈائنامائٹ اور بموں کے مسلسل خطرات کے آسیب میں رکھا گیا۔ جنہیں چوری چوری دریائی راستوں سے بجروں میں بھر کر لایا گیا تھا تا کہ شہر کو دھماکوں سے اڑا دیا جائے۔ خدائی فوجداروں کی کارروائیوں کے پیچھے دو اخبارات میں سے ایک کا شیطان صفت رپورٹر تھا۔ شہرت اور ناموری جو اس کی ضرورتوں کی وجہ تھی اس سے سرمایہ داری کے تمام اخباری چیتھڑوں میں بھی ایسے ہی ارمان انگڑائی لینے لگے۔ سیاٹل کے اخبار نے سان ڈیا گو کے ساتھیوں کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہماری آمد سے بہت پہلے ہی اس نے یہ مہم شروع کر دی تھی کہ اچھے امریکی حب الوطنوں کو پرچم اور سیاٹل کو انارکی سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ ہسپانوی جنگ کے چند سٹھیائے ہوئے عمر رسیدہ سپاہیوں کو اپنی گم گشتہ جوانی کی بازیابی اسی میں نظر آئی اور انہوں نے یہ فریضہ قبول کر لینے کی پیشکش کر دی۔ ''پانچ سو بہادر سپاہی ایما گولڈمان کا اسٹیشن پر استقبال کریں گے۔'' اخبار نے اعلان کر دیا اور ''اسے مار بھگائیں گے۔''

یہ کہانی نہ جانے درست ہے یا ایک اختراع تھی اس نے سب ہی کو سراسیمہ کر دیا۔ ہمارے پورٹلینڈ کے دوستوں نے مجھ سے منت سماجت کی کہ میں سیاٹل نہ جاؤں۔ ہمارے سیاٹل کے کامریڈ جو میری سلامتی کے لیے پرتشویش تھے انہوں نے یہ پیشکش کی کہ وہ جلسے کو منسوخ کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن میں نے اپنے پروگرام پر عملدرآمد کرنے پر اصرار کیا۔

سیاٹل پہنچنے پر ہمیں یہ معلوم ہوا کہ میئر کوٹیرل ایک کٹر موٹ ہے۔ اس نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ وہ اظہار خیال کی آزادی کے معاملے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے گا اور یہ بھی کہ وہ پولیس کے دستے بھیجے گا تا کہ ہمارے جلسے کو تحفظ مہیا کیا جائے۔ لڑکھڑا کر چلنے والے تجربہ کار سپاہیوں کی ہمت لگتا ہے' جیسے عین وقت پر جواب دے گئی اور وہ موعود استقبالیہ دینے نہ آئے۔ مگر پولیس چوکس تھی۔ انہوں نے ہال میں بھی حلقہ بنایا اور ہال کی چھت پر بھی پہرہ بٹھایا۔ انہوں نے تقریر سننے کے لیے آنے والے لوگوں کی جامہ تلاشی بھی لی کہ کوئی اسلحہ نہ لے آئے۔ ٹائمز میں چھپنے والے لرزہ خیز مضامین اور نیلے کوٹ پہننے والوں کی وجہ سے فطری طور پر بہت سے لوگ سہم گئے۔ اس لیے مجھے میئر سے درخواست کرنا پڑی کہ وہ ہماری حفاظت کے لیے زیادہ تردد نہ کرے اور پاسبانوں کو رخصت کر دے۔

اتوار کے دن میرے پہلے لیکچر سے پہلے ہوٹل میں کوئی میرے لیے ایک سربہ مہر رقعہ چھوڑ گیا۔ گمنام خط لکھنے والے نے مجھے چوکس کیا تھا کہ میری جان لینے کی سازش ہو رہی ہے۔ مجھ پر اس وقت گولی چلائی جائے گی جب میں ہال میں داخل ہو رہی ہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گی۔اس نے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔نہ جانے کیوں میں نے اس کہانی کو کوئی اہمیت نہ دی۔میں اپنے کامریڈوں کو کسی قسم کی تشویش میں مبتلا کرنا نہ چاہتی تھی۔میں نے اپنے دوست سی۔وی۔کک سے بھی اس کا ذکر نہ کیا جو مجھے ہال تک پہنچانے آیا تھا۔میں نے اس سے کہا کہ میں تنہا جانا چاہتی ہوں۔

میں کبھی بھی اتنی پرسکون نہ ہوتی تھی اور میں ہوٹل سے جلسے کے ہال تک مٹرگشت کرتی ہوئی آئی۔جب میں اس سے کوئی دوسوگز کے فاصلے پر تھی تو میں نے جبلی طور پر اس جھولے کو اپنے چہرے کے سامنے کرلیا جو میں ہمیشہ لیے رہتی ہوں۔میں ہال میں بخیریت داخل ہوگئی اور چبوترے کی جانب چلتی رہی مگر میرا جھولا اب بھی میرے چہرے کو ایک طرف سے چھپائے تھا۔ پورے لیکچر کے دوران میں میرے ذہن میں یہ خیال کلبلاتا رہا کہ ''کیا میں صرف اپنے چہرے کی حفاظت کررہی تھی!'' شام میں، میں نے یہی کارروائی پھر سے کی ہال کی طرف جاتے ہوئے میں جھولے کو چہرے کے سامنے کئے رہی۔مگر سازشی عناصر کا نام ونشاں نہ تھا۔

کئی دن بعد تک میں اپنے جھولے والے احمقانہ عمل کے لیے کوئی قابل فہم سبب تلاش کرتی رہی۔میں اپنے چہرے کے لیے اتنی فکرمند کیوں تھی بجائے چھاتی یا جسم کے کسی اور حصے کے؟ بات یقینی ہے کہ ان حالات میں کوئی بھی اپنے چہرے کی فکر نہیں کرے گا۔اس کے باوجود ممکنہ موت کی صورت میں مجھے اس بات کا خوف دامنگیر تھا کہ کہیں میرا چہرہ نہ مسخ ہوجائے!اپنی ذات میں ایسے نسوانی افتخار کو دریافت کرکے مجھے صدمہ ہوا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۳۹

جب میں مشرقی ساحل پر پہنچی تو مجھے معلوم ہوا کہ والٹیر این ڈی کلایر کا انتقال ہو چکا ہے۔اس کی موت نے مجھے بری طرح متاثر کیا۔اس کی پوری زندگی تکالیف کا ایک سلسلہ تھی۔اس کی موت ایک جراحی کے بعد ہوئی جو اس کے دماغ پر سے ایک ریشہ ہٹانے کے لیے کی گئی تھی جس سے اس کا حافظہ متاثر ہو رہا تھا۔دوسرے آپریشن سے جیسا کہ اس کے دوستوں کو بتایا گیا تھا وہ گویائی کی قوت سے بھی محروم ہو جاتی۔والٹیر این جو ہمیشہ سے درد کے معاملے میں صابر تھی نے موت کو ترجیح دی۔اس کا خاتمہ ۱۹ جون کو ہوا جو ہماری تحریک کے لیے ایک بڑا نقصان تھا اور ان کے لیے بھی جو اس کی شخصیت اور خلاف معمول صلاحیتوں کے قدر دان تھے۔

اس کی آخری خواہش کے مطابق والٹیر این کو والڈ ہایم کے قبرستان میں ہمارے کامریڈوں کے نزدیک دفن کیا گیا۔ان کی شہادت نے والٹیر این کی روح کو جھنجھوڑا تھا جیسا کہ اس نے اور بہت سی نیک ارواح کے ساتھ کیا تھا۔لیکن ان میں سے چند ہی ایسے نکلے جنہوں نے اس کی طرح خود کو پوری طرح وقف کر دیا اور ان سے بھی کم ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی دانش سے کام لے کر اپنے نصب العین کی اس یکسوئی سے خدمت کی ہو۔

شکاگو پہنچتے ہی میں اپنی لیوشس کو لے کر والڈ ہائم قبرستان گئی جو ہماری مشترک عزیز سہیلی ہے۔والٹیر این نے اپنا گھر اینی اور جیک لیوشس کے ساتھ مل کر بنایا تھا اور اس کی آخری وقت تک ان ہی دونوں نے تیمارداری کی تھی۔میں جب قبرستان گئی تو میرے بازوؤں میں سرخ کارنیشن کے بہت سے پھول تھے۔اینی سرخ چیرینیم کے پھول لیے ہوئے تھی تاکہ نئی قبر پر لگائے ہوئے پودوں کے پاس رکھ دے۔یہی وہ یادگاریں تھیں جن کی والٹیر این کو ہمیشہ سے آرزو تھی۔

والٹیر این ڈی کلیر کو یکر ماں اور فرانسیسی باپ کی بیٹی تھی۔آخر الذکر اپنی جوانی میں والٹیر کا مداح تھا اس نے اپنی بیٹی کا نام اس عظیم فلسفی کے نام پر رکھا۔بعد ازاں اس کا باپ قدامت پسند ہو گیا اور اسے کیتھولک کانونٹ اسکول میں داخل کر دیا۔جہاں سے بعد میں والٹیر این فرار ہو گئی اور دونوں کے اختیارات سے بغاوت کر دی۔اس میں نایاب شاعرانہ، تصنیفی اور خطابت کی صلاحیتیں تھیں۔اس نے بڑی حیثیت اور شہرت پائی ہوتی اگر وہ تاجرانہ ذہنیت کی حامل ہوتی۔مگر وہ تمام سماجی تحریکوں کے دوران میں اپنی سرگرمیوں کے لیے سادہ ترین آسائشوں کو بھی قبول نہ کرتی۔وہ سب سے نچلے طبقے کی طرح روز و شب بسر کرتی جن کی وہ استانی اور مینارہ نور تھی۔وہ ایک انقلابی پاکدامن تھی جو غریبوں میں سے غریب لوگوں کی طرح ایک بے کیف اور ستم زدہ ماحول میں رہتی اور اپنے جسم کی توانائیاں نچوڑتی کیونکہ اس کی بود و باش کا انحصار اس کے نصب العین پر تھا۔

والٹیر این نے اپنی عوامی زندگی کا آغاز جنگجوؤں کے مخالف فرد کی حیثیت سے کیا تھا اور کئی برس تک اس نے اپنا رخ انقلابی ذرائع کے خلاف رکھا۔لیکن یورپی افکار سے گہری واقفیت اور ۱۹۰۵ء میں روس میں برپا ہونے والے انقلاب، اس کے اپنے وطن میں سرمایہ داری کی تیز بڑھوتی نے جس کے نتیجے میں تشدد اور ناانصافی کے جنم لینے سے، بالخصوص میکسیکو کے انقلاب نے بعد میں اس کے رویے کو بدل دیا۔ایک داخلی کشمکش کے بعد والٹیر این کی دانشورانہ دیانتداری نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ بلا تکلف اپنی غلطی کو تسلیم کر لے اور نئے تصورات کا جرأت سے آمنا سامنا کرے۔اس نے یہ سب کچھ اپنے چند مضامین میں کیا اور خاص طور سے جب اس نے میکسیکو کے انقلاب کے لیے کام کرنا شروع کیا جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ یہ دور رس نتائج کا حامل ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس نے خود کو پورے تن من دھن سے اس کے لیے وقف کر دیا۔ تحریر کے ذریعے تقاریر کر کے اور چندے جمع کر کے۔ اس کا آزادی اور انسانیت نوازی کی تحریک میں خصوصاً انارکسٹ نصب العین کے لیے سرفروشی، یوں ہم نے نہایت باصلاحیت اور انتھک کارکن کو گنوا دیا۔

جب میں والٹیر این کی قبر کے سرہانے کھڑی تھی جس پر ہمارے کامریڈوں کی یادگار کا سایہ پڑ رہا تھا۔ میں نے یہ محسوس کیا جیسے ان شہیدوں میں ایک اور شہید کا اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ تو والڈ ہایم کے مجسمے کی ایک ہو بہو تصویر تھی۔ اپنی مزاحمتی روح میں بے حد حسین اور اپنے فروزاں نظریات اور بغاوت کے جذبات سے معمور۔

سال ۱۹۱۲ء میں جو متنوع تجربات سے مالا مال تھا تین اہم واقعات کے بعد اختتام کو پہنچا۔ ساشا کی کتاب کا اجرا، گیارہ نومبر کے شہداء کی پچیسویں برسی اور پیتر کروپوتکن کی سترویں سالگرہ۔

ساشا اپنی کتاب 'پرزن میمایرز' کے پروف پڑھ رہا تھا۔ اسی کربنا کی کو نئی حیات دینے میں وہ ان چودہ برس کی تمام تفصیلات میں سے پھر سے گزر رہا تھا اور خوفناک شکوک سے دوچار ہو رہا تھا کہ آیا وہ اس تحریر میں واقعات کی حقیقی تصویر کشی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ وہ مسودے پر اس وقت تک نظر ثانی کرتا رہا جب تک مصنف کی طرف سے کی جانے والی تصحیح کی وجہ سے اجرت بڑھ کر ساڑھے چار سو ڈالر نہ پہنچ گئی۔ وہ بہت فکر مند اور الست تھا۔ پھر بھی وہ پروف پر بار بار کام کرتا گیا۔ آخری ابواب اس سے تقریباً بزور چھینے گئے تا کہ اسے جان لیوا کرب کے عذاب سے نجات مل سکے۔

اور اب بالآخر کتاب تیار تھی۔ یقین کیجیے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زندگی ہے جو مصائب جھیلنے اور تنہائی کی بارہا آمد و رفت سے متعلق ہے جو زندان کے شب و روز میں ہوتا رہا جس میں درد و غم، واہموں اور یاس اور امید سب ہی پائی جاتی ہیں۔ جب میرے ہاتھ میں اس کا پہلا نسخہ آیا تو میری آنکھوں میں مارے خوشی کے آنسو آ گئے۔ اسے میں نے ساشا کے علاوہ اپنی فتح پر بھی محمول کیا..... جس میں ہماری بیس سال کی کامیابیاں یکجا ہو گئی تھیں اور جس سے اس بات پر یقین آنے لگا تھا کہ ساشا ایام اسیری کے ڈراؤنے خواب سے نکل کر ایک اور جنم لینے والا ہے۔ اور مجھے بھی ہمیشہ کے لیے اس ہڑپ کرنے والے افسوس سے کہ میں نے اس کا ساتھ کیوں نہ دیا تھا۔

'پرزن میمایرز آف این انارکسٹ' پر بہت سے تبصرے شائع ہوئے اور اسے آرٹ اور انسانی جذبات میں ہلچل پیدا کر دینے والی دستاویز تسلیم کیا گیا۔ ''اسیری کی زندگی کی ایک ایسی کہانی جس کے مصنف نے سلاخوں کے پیچھے چودہ سال گزارے جس میں وہ اس کتاب کا مواد جمع کرتا رہا تو اسے انسانی دستاویز کا درجہ ملنا چاہیے۔'' نیویارک ٹریبیون نے یہ تبصرہ کیا۔ اس کے علاوہ جب مصنف ایک سلاوک حقیقت پسندوں کی طرح اپنے قلم سے قوت کو جنم دیتا ہے تو نقاد اس کا ایسے افراد سے موازنہ کرنے لگتے ہیں جیسے دوستووسکی اور آدریف۔ اس کا شاہکار زبردست دلربائی کے علاوہ سماجی اہمیت کا بھی حامل ہے۔

دی نیویارک گلوب کے ادبی نقاد نے کہا کہ ''کوئی بھی شے اس پراسرار سحر سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جسے اس کہانی میں برتا گیا ہے۔ برکمین اس میں کامیاب ہو گیا ہے کہ اپنی اسیری کے تجربات میں آپ بھی اس کے ساتھ سانس لینے لگتے ہیں اور اس کی کتاب اظہار ذات کے معاملے میں اتنی مکمل ہے جتنا کسی انسان کے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔

سرمایہ دار پریس کی طرف سے اتنی تعریف و توصیف میری مایوسی کا مزید سبب بنی جب میں جیک لنڈن کے رویے کے متعلق سوچتی ہوں جو اس نے ساشا کی کتاب کے ساتھ روا رکھا۔ اس سے تو یہ فرمائش کی گئی تھی کہ وہ کتاب پر ایک پیش لفظ لکھ دے تو اس نے مسودہ دیکھنے کو کہا۔ جب وہ اسے پڑھ چکا تو اس نے نہایت قلم برداشتہ انداز میں لکھا کہ وہ کس قدر متاثر ہوا تھا۔ لیکن اس کا پیش لفظ ایک معذورسی معذرت کی صورت میں آیا جس کی صرف یہ وجہ تھی کہ وہ ایک سوشلسٹ ہوتے ہوئے ایک انارکسٹ کے کام کو متعارف کرانے پر مجبور ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ساشا کے نظریات کی بھی مذمت کی گئی تھی۔ جیک لنڈن سے اس کتاب کی انسانی اور ادبی خوبیاں مخفی نہ تھیں۔ جو اس نے لکھا بیشتر تبصروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مدحیہ تحریر تھی۔ لیکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لنڈن اس بات پر مصر تھا کہ وہ اپنے پیش لفظ میں اپنے سماجی نظریات کے حق میں طویل مباحث شامل کرے گا جن کا موازنہ انارکزم سے کیا جائے گا۔ چونکہ ساشا کی کتاب نظریات سے متعلق نہ تھی بلکہ حقیقی زندگی سے تعلق رکھتی تھی اس لیے جیک کا موقف لغو تھا۔ اس کے دلائل کا خلاصہ اس مقولے میں ہوسکتا ہے ''جو شخص صحیح نشانہ نہیں لے سکتا وہ راست انداز میں سوچ بھی نہیں سکتا۔'' یوں لگتا ہے کہ جیک کے خیال میں دنیا کے بہترین مفکر اچھے نشانہ باز بھی ہوں گے۔

ساشا جیک سے ملنے چلا گیا اور اس نے اشارتاً کہا کہ عظیم ڈینش نقاد جارج برانڈیز اگرچہ انارکسٹ نہ تھا اس کے باوجود اس نے پیتر کروپوتکن کی خودنوشت سوانح 'ایک انقلابی کی یادداشتیں' (Memories of a Revolutionist) پر ایک ہمدردانہ پیش لفظ لکھا تھا اور اس میں اپنے نظریات کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دی تھی۔ بطور فنکار اور انسان دوست شخص کے برانڈیز نے کروپوتکن کی عظیم شخصیت کو سراہا تھا۔

''برانڈیز امریکہ میں بیٹھ کر نہیں لکھ رہا تھا۔'' لنڈن نے جواب دیا۔ اگر وہ یہاں ہوتا تو اس کا رویہ قطعاً مختلف ہوتا۔

ساشا سمجھ گیا جیک لنڈن اپنے ناشرین کو ناراض کرنے سے ڈر رہا تھا اور اپنی پارٹی کی لعنت ملامت سے بھی۔ جیک کی ذات کا فنکار تو پرواز کرنا چاہتا تھا مگر اس کے اندر چھپے ہوئے ابن الوقت نے زمین پر سے قدم اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی اپنی ادبی تخلیقات اس کے بیان کے مطابق اس کے صندوقوں میں دفن ہیں کیونکہ ناشرین صرف ان تخلیقات میں دلچسپی رکھتے ہیں جو ان کے لیے مالی فوائد لائیں۔ اس کے علاوہ گلین ایلن اور دیگر ذمہ داریاں بھی پوری کی جانی تھیں۔ جیک نے یہ کہہ کر مسئلے پر سے تمام شکوک رفع کر دیئے ''مجھے تو اپنے کنبے کو چلانا ہے'' شائیدا سے اس کا حساس نہ تھا کہ اس کی توجیہہ کتنی متناقص تھی۔

ساشا نے جیک کا پیش لفظ مسترد کر دیا۔ اس کے بجائے اس نے ہمارے دوست ہچنز ہیگڈ سے 'پرزن میمایرز' کے لیے ایک تعارف لکھنے کو کہا۔ اس نے کبھی بھی کسی ''ازم'' کے داعی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ اپنے خطوط پر اپنے دستخط ثبت کرتا ''انقلاب کے لیے، تمہارا'' جو کہ جیک لنڈن کا دستور تھا۔ تاہم وہ ادب کے معاملے میں کافی انقلابی تھا اور سماجیات کی بت شکن شخصیت تھا جس نے ساشا کی کتاب کی روح کی تعریف کی۔

جیک لنڈن کوئی واحد شخصیت نہ تھی جو تعریف کرنے کے ساتھ مذمت بھی کرتی ہو۔ اور لوگ بھی تھے، ہماری اپنی صفوں میں جن میں ایس یانوفسکی جو فری آربیٹر سسٹم کا مدیر تھا۔ وہ ساشا کی کتاب کی تقریب اجرائی کے عشائیے میں تقریر کرنے والوں میں سے ایک تھا۔ وہ پانچ سو مہمانوں میں وہ واحد شخص نکلا جس نے اس تقریب میں دخل در معقولات کر کے ایک ناگوار بات کہی حالانکہ پوری شام ایک حسین اور ہم آہنگ ماحول رہا۔ یانوفسکی نے ساشا کی یادداشتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ یہ ''بالغ نظر ذہن کی بالغ تصنیف ہے'' لیکن اس نے ''اس لڑکے کی بے مقصد اور فضول کارروائی پر تاسف کا اظہار کیا۔'' مجھے اس پر بہت غصہ آیا کہ اس شخص نے ساشا کی کتاب کے اجرا کے موقع پر اس کے کارنامے کی ناحق مذمت کی تھی، ایک سورمائی کارنامہ جو پہلی مرتبہ جولائی ۱۸۹۲ء میں ذہن میں آیا اور آنے والے تاریک اور بھیانک برسوں میں جس کی خون اور آنسوؤں نے پرورش کی۔ جب مجھے خطاب کرنے کے واسطے بلایا گیا تو میں اس شخص سے مخاطب ہوئی جو ایک عظیم نصب العین کی نمائندگی کرنے کے زعم میں مبتلا تھا۔ اس کے باوجود اس میں یہ سمجھنے کی فہم و فراست نہ تھی کہ وہ ایک حقیقی اصول پرست کو سمجھ سکتا۔

''آپ لوگوں کو الیگزینڈر برکمین کی نوجوانی کی اثر پذیری بظاہر حماقت لگتی ہے۔'' میں نے کہا ''اور اس کا کارنامہ فضول۔ آپ لوگ کسی بھی پیمانے سے پہلے لوگ نہیں ہیں جو مثالیت پسند افراد کے لیے ایسا موقف اختیار کر رہے ہیں جن کی انسانیت نوازی کسی بھی نوعیت کی ناانصافی کو برداشت نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غلطی کو سہہ سکتی ہے۔ صدیوں سے عقل مند اور عملی لوگ ہر سورما کی ملامت کرتے آرہے ہیں۔ اس کے باوجود مصلحت بین لوگوں نے ہماری زندگیوں کو متاثر نہیں کیا۔ یہ مثالیت پسند اور خیال پرست لوگ تھے جو اتنے سادہ لوح ہوتے ہیں کہ احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اپنے جذبے اور عقیدے کے واسطے اعلیٰ اور ارفع کارنامہ انجام دیتے آرہے ہیں۔ انہوں ہی نے نوع انسان کو آگے بڑھایا ہے اور دنیا کو مالا مال کیا ہے۔ ایسا ہی ایک شخص جس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے کام پر ہم یہاں جشن منانے کو جمع ہیں اسی طرح کا فضول خیال پرست فرد ہے۔اس کی کارروائی ایک حساس فرد کا احتجاج تھا جو اپنے نصب العین کے لیے مرنے کو ترجیح دیتا ہے بمقابلہ اس کے کہ وہ آدم بیزار اور بامروت اور ذلیل دنیا میں جیتا رہے۔اگر ہمارا کامریڈ فنا کے گھاٹ نہ اترا تو اس کی حتمی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس میں ان لوگوں کی رحمدلی شامل ہے جنہوں نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ وہ اپنی جیتی جاگتی قبر میں سے زندہ سلامت نہ نکلنے پائے۔یہ سب کچھ اسی جذبے کی وجہ سے ہوا جس نے الیگزینڈر برکمین کو کارروائی کرنے پر اکسایا۔اس کا اپنے مقصد میں اٹل ہونا، اس کا ناقابل شکست عزم اور اپنے نصب العین پر ہر حال میں کامیابی پر یقین۔یہی عناصر آگے چل کر ایسے ''سادہ لوح'' نوجوان تیار کر دیتے ہیں جو کارروائی پر اکساتے ہیں اور چودہ برس کی کل وقتی شہادت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔یہ وہی عناصر ہیں جو 'پرزن میمایرز' کی تخلیق کا سبب بنے ہیں۔کتاب چاہے جس عظمت اور انسانیت کی حامل ہو وہ ان ہی عوامل کے تانے بانے سے بنی گئی ہے۔سادہ لوح نوجوان اور بالغ فرد میں کوئی بڑا فرق نہیں ہوتا۔وہاں تو ایک روانی پائی جاتی ہے۔یہ ایک سرخ ریشمی تاگا ہے جو پس پردہ موسیقی کی دھن کی طرح الیگزینڈر برکمین کی زندگی میں جاری وساری ہے۔

نومبر کی گیارہ سال ۱۸۸۷ء......۱۱ نومبر ۱۹۱۲ء ہوئے پچیس سال، بلندی کے سفر کی دوڑ میں وقت کی مہین ترین اکائی ہے۔لیکن اس کے لیے حیات جاودانی ہے جو اپنی قید حیات میں بار بار مرتا ہے۔شکاگو کے شہداء کی پچیسویں برسی نے میرے دل میں گہرا لگاؤ پیدا کر دیا جن سے میں ذاتی شناسائی نہ رکھتی تھی لیکن وہ موت کو گلے لگا کر میری ذات میں انتہائی فیصلہ کن اثر ورسوخ حاصل کر چکے تھے۔پارسنز، اسپایز لنگ کی روحیں اور ان کے ہم کار یوں لگتا ہے مجھ پر منڈلا رہے ہوں اور ان واقعات کو گہرا مفہوم عطا کر رہے ہوں جنہوں نے میری روح کو نیا جنم دیا اور اسے پروان چڑھا رہے ہیں۔

بالآخر ۱۱ نومبر ۱۹۱۲ء کا دن آگیا۔محنت کشوں کی لاتعداد تنظیموں اور انارکسٹ انجمنوں نے برسی کو شایان شان یادگار بنانے کے لیے خون پسینہ ایک کر دیا۔وہ ہال میں بہت بڑی تعداد میں پہنچے ان کے شعلوں جیسے سرخ پرچموں نے ہال کی بالکونیوں اور دیواروں کو ڈھانپ دیا۔چبوترے کو سیاہ اور سرخ رنگوں سے سجایا گیا تھا۔ہمارے کامریڈوں کی قدآدم تصاویر آویزاں کی گئی تھیں جن پر ہار پڑے ہوئے تھے۔قابل نفرت انارکسٹ دستے کی موجودگی نے صرف یہ کیا کہ ہجوم کے دل میں ان قوتوں کے خلاف سخت برہمی پیدا کر دی جنہوں نے ح۔مارکٹ کے ستم رسیدہ لوگوں کو کچل دیا تھا۔

میں کئی مقررین میں سے ایک تھی جو اپنے انمول شہداء کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بیتاب تھی تاکہ ایک مرتبہ پھر سے ان کی شجاعت اور ان کی زندگیوں پر کھیل جانے والی سورمائی کا ذکر کروں۔میں اپنی باری کی منتظر تھی۔اور میرا بدن اس تاریخی واقعے کے زیر اثر ایڑی سے چوٹی تک لرز رہا تھا۔اس کے عظیم سماجی مفہوم میں اور جن معنوں میں میں نے اسے سمجھا تھا۔میرے حافظے میں ماضی بعید کی یادیں تیزی سے گزرنے لگیں...... روچسٹر اور ایک عورت کی آواز میرے کانوں میں موسیقی کی طرح بجنے لگی۔''تم ہمارے مردوں کو چاہنے لگو گی جب انہیں سمجھ لوگی اور پھر تم ان کے نصب العین کو اپنا بنا لوگی!'' ان اوقات میں جب کوئی بلندی پر چڑھنے لگتا ہے تو کم ہمتی اور شکوک کے دنوں میں اور اسیری کی تنہائی کے اوقات میں، جب آپ ہی کے ہم جلیس لوگ آپ سے نفرت کریں اور ملامت کرنے لگیں اور محبت میں ناکامی ہونے لگے اور دوستیاں ٹوٹنے لگیں اور دغا در آئے...... تو ہمیشہ ان کے مقاصد میرے ہو جاتے ہیں اور ان کی قربانی میری دستگیری کرتی ہے......

لوگوں کے اس جم غفیر کے سامنے میں ایک بانس کی طرح بے حس کھڑی تھی۔ان کے گہرے احساسات اور میرے ایک ہو چکے تھے۔اور ہماری تمام نفرتیں اور کل محبتیں میری آواز میں ڈھل چکی تھی۔''وہ نہیں مرے ہیں۔'' میں چیخی۔''وہ مرے نہیں ہیں یعنی وہ لوگ جن کی تکریم کے لیے ہم امشب یہاں جمع ہوئے ہیں! ان کے تڑپتے ہوئے جسم جو دار پر لٹک رہے ہیں ان ہی سے نئی زندگیوں نے جنم لیا ہے تاکہ پاڑ پر تنے ہوئے تار سے نبرد آزما ہوں۔ہزاروں آوازیں مل کر یہ کہہ رہی ہیں کہ ہمارے شہید مرے نہیں ہیں!''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابتدائی تنظیمی کام شروع کیا جاچکا تھا تاکہ پیتر کروپوتکن کی ستر ویں سالگرہ منائی جائے۔ وہ علم وفضل کے حلقوں کی ایک نہایت ممتاز شخصیت تھا۔ اور دنیا بھر کے ممتاز لوگ اس بات کو تسلیم بھی کرتے تھے۔ لیکن ہمارے واسطے وہ ان سب سے بڑھ کر تھا۔ اس کی ذات میں ہم جدید انارکزم کے باپ کو دیکھتے تھے۔ وہ ایک انقلابی ترجمان ایک تابناک شارح تھا خصوصاً جب وہ سائنس، فلسفے اور ترقی پسندانہ نظریات پر اظہار خیال کرتا۔ شخصی طور پر وہ اپنے عہد کے لوگوں کے مقابلے میں ایک مینار کی طرح بلند تھا اگر آپ اس کی انسان نوازی اور عوام الناس پر اعتماد کو دیکھیں جو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی نظر میں انارکزم چند منتخب لوگوں کے لیے کسی نظریئے کا نام نہ تھا۔ یہ ایک تعمیری سماجی نظریہ تھا جو ایک نئی دنیا کو لا کر رہے گا جو پوری انسانیت کے لیے ہوگا۔ اسی کے لیے وہ جیا اور پوری زندگی محنت کرتا رہا۔ اس لیے اس شخص کی ستر ویں سالگرہ ہر اس فرد کے لیے ایک عظیم لمحہ تھا جو اسے جانتا اور چاہتا تھا۔

مہینوں پہلے ہم نے اس کے یورپی ممالک میں رہنے والے مداحوں کو لکھا تھا اور اپنے ممتاز کامریڈوں کو بھی لکھا تھا کہ وہ ''مدرارتھ'' کے کروپوتکن کی سالگرہ نمبر کے لیے مضامین ارسال کریں۔ سب نے بڑی فیاضی سے جواب دیا۔ اب دسمبر کا شمارہ تیار تھا جس میں پیتر کروپوتکن کے لیے جارج برانڈز' ایڈورڈ کارپنٹر، پروفیسر جارج ڈی ہیرن، ٹام مین، جے مورلیسن ڈیوڈسن، بے آرڈبویسن، اناسٹرنسکی والنگ اور اس کا شوہر، روزسٹرنسکی، لیونارڈ ڈی ایبٹ اور دنیا بھر سے ممتاز انارکسٹوں نے مضامین بھیجے تھے۔ کروپوتکن کے لیے ہمارے اس شمارے کے ضمیمے کے طور پر کارنیگی ہال میں ایک بڑی سی محفل منعقد کی گئی جس کا انتظام ہم لوگوں نے فری آربیٹراسٹیم ایسوسی ایشن کے تعاون سے کیا۔ جیسا کہ ''مدرارتھ'' کے صفحات پر ہوا تھا۔ ہر مقرر نے کروپوتکن کو خراج تحسین پیش کیا۔ جو ہم سب کا مشترک استاد اور روح پھونکنے والا تھا۔

پیتر محبت اور الفت کے اس اظہار سے بہت متاثر ہوا۔ اظہار تشکر کے لیے اس نے ہمیں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

ڈیئر کامریڈ واور دوستو!

سب سے پہلے مجھے پوری گرمجوشی سے آپ کا دلی شکریہ ان کریمانہ الفاظ اور خیالات کا ادا کرنا ہے جو آپ نے مجھ سے منسوب کیے ہیں اور اس کے بعد آپ کے رسالے کے صفحات کے وسیلے سے ویسا ہی تہہ دل سے شکریہ تمام کامریڈوں اور دوستوں کو ادا کرنا ہے جنہوں نے مجھے دوستانہ اور گرمجوشی والے خطوط لکھے اور تار میری ستر ویں سالگرہ کے موقع پر بھیجے۔

نہ تو مجھے آپکو یہ بتانا چاہئے اور نہ انہیں میں کاغذ پر لکھ سکتا ہوں کہ میں اس تمام اظہار ہمدردی سے کتنا متاثر ہوا ہوں۔ اور میں نے کیا محسوس کیا ''جو کوئی برادرانہ چیز ہے'' جو ہم انارکسٹوں کو ایک ایسے احساس میں پروئے رکھتی ہے جو کسی پارٹی کی یکجہتی سے کہیں زیادہ گہری ہے۔ اور مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ یہی برادری کا احساس ایک دن نتیجہ خیز ثابت ہوگا جب تاریخ آنکے گی اور ہم سے کہے گی کہ اپنی وقعت بیان کیجئے کہ مل جل کر اور مربوط انداز میں ہم سماج کی تعمیر نو کے لیے کس حد تک کام کر سکتے ہیں جس کی بنیاد نئے ضابطوں آزادی اور مساوات پر رکھی گئی ہو۔

اور اس کے بعد مجھے یہ اضافہ کرنے دیجئے کہ آیا ہم سب نے استحصال شدہ نوع انسان کی آزادی کے لیے کس حد تک اعانت کی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کیونکہ ہمارے نظریات کم وبیش انہی نظریات کے ترجمان ہیں جو عوام کی اکثریت میں گہرائی کی تہیں توڑ کر اکھوے نکال رہے ہیں۔ میری عمر جتنا طول پکڑ رہی ہے اتنا ہی میں اس بات کا قائل ہوتا جا رہا ہوں کہ کوئی بھی سچی اور مفید سائنس اور نہ ہی کسی سچے اور مفید سماجی عمل کا ہونا اس وقت تک ممکن ہے جب تک مذکورہ سائنس اپنے نتائج اور وہ اعمال جن کا انحصار اس کارروائی پر ہو قطعاً کارآمد نہیں ہو سکتے جب تک ان کا دارومدار عوام الناس کی تخلیقی صلاحیتوں پر نہ رکھا ہو۔ جب تک تمام سماجیاتی سائنس اور تمام سماجی کارروائیاں ان اصولوں پر عملدرآمد نہیں کرتے تو وہ بے ثمر ہی رہیں گے۔

پورے دل کے ساتھ میں آپ کے ساتھ ہوں۔

پیتر کروپوتکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سان ڈیاگو کے واقعات کا بن کے ذہن پر جو اثر پڑا وہ نہایت زوردار اور ہم سب کی توقعات سے بھی زیادہ دیرپا ثابت ہوا۔ وہ ان تکلیف دہ دنوں کی کربناک یادوں سے نہ نکل سکا اور وہ اس خبط میں غلطاں رہتا کہ اسے وہیں لوٹ کر جانا چاہئے۔ اس نے اپنی سرگرمیاں اتنی بڑھا دیں جن کا وہ عادی نہ تھا۔ اس طرح کام کرتا جیسے طیش کا مارا ہو اور اس وجہ سے وہ دوسروں کو بھی اسی پر مجبور کرتا۔ میں اس کے لیے مقصد کے بجائے ایک ذریعہ بن گئی۔ نتیجہ کیا نکلا میٹنگیں، جلسے اور میٹنگیں اور دوسرے جلسوں کے لیے منصوبہ بندی۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ کام کے دوران میں وہ ذہنی طور پر حاضر نہ ہوتا اور نہ ہی ہماری محبت کے معاملات میں۔ اس کی پوری ذات سمٹ کر سان ڈیاگو کے نقطے پر مرکوز ہو چکی تھی اور قریب قریب وہ اس کے لیے ایک فریب نظر بن چکا تھا۔ وہ میری قوت برداشت کو آزمانے لگا اور اکثر میری محبت کو آنکنے لگتا اور اس پر اصرار کرنے لگتا کہ ہمیں مغربی ساحل کی طرف چلنا چاہئے۔ اس کی بے چینی بڑھتی گئی اور وہ اس وقت تک نچلا نہ بیٹھا جب تک ہم عازم سفر نہ ہو گئے۔

ہمارے لاس اینجلس کے دوست ہماری سان ڈیاگو جانے کی سخت مخالفت کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بن کے سر پر بہادری کا سودا سوار ہے اور میں اتنی کمزور ہوں کہ اس کی غیر معقول تجویز کی مخالفت نہیں کر پا رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے آخری جلسے کے سامعین کی توجہ کے لیے معاملہ اٹھایا اور اس پر زور دیا کہ ہمارے جانے کے خلاف ایک متفقہ قرارداد منظور کی جائے۔

مجھے معلوم تھا کہ ہمارے دوست صرف ہمارے تحفظ کے لیے فکرمند ہیں لیکن میں ان سے اتفاق نہ کر سکی۔ میں سان ڈیاگو کے متعلق اس طرح نہیں محسوس کر رہی تھی جیسے بن کر رہا تھا۔ میرے لیے وہ ریاست ہائے متحدہ کے بہت سے قصبوں میں سے ایک تھا جہاں تقریر کی آزادی کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا اور اس کے حامیوں سے بدسلوکی کی گئی تھی۔ ان مقامات پر میں ہمیشہ اس وقت ضرور لوٹتی جب اظہار کی آزادی کا حق دوبارہ بحال ہو جاتا۔ میرے سان ڈیاگو جانے کے کئی محرکات میں سے ایک یہ بھی مقصد تھا لیکن کسی حال میں بھی یہ سب سے بڑا محرک نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بن کے سر پر سے اس شہر کا بھوت اس وقت تک نہ اترے گا جب تک وہ ماہ مئی میں ہونے والے شرمناک واقعے کی موقعہ واردات کا پھیرا نہ لگا لے گا۔ اس کے لیے میری محبت برسہا برس کی رفاقت سے بہت بڑھ چکی تھی۔ اس لیے میں اسے تنہا سان ڈیاگو جانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اپنے کامریڈوں کو مطلع کیا کہ میں بن کے ساتھ جاؤں گی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہاں ہم پر کیا گزرتی ہے۔ یہ بات ناقابل اعتبار تھی کہ لوگوں کا کوئی گروہ مضطرب حالت میں چاہے جتنا وحشی بن جائے، ایک مرتبہ پھر سے اسی ستمگری پر اتر آئے گا جس کو ایک سال گزر چکا ہے۔ خاص طور سے جبکہ خدائی فوجدار اور سان ڈیاگو کو ملک گیر ملامت کے شکنجے میں کسا جا چکا تھا۔

ہمارے ایک سرگرم کارکن نے رضاکارانہ یہ پیشکش کی کہ وہ ہم سے پہلے سان ڈیاگو چلا جائے گا ایک ہال کا بندوبست کرے گا اور میری تقریر کے لیے تشہیر بھی کرے گا جس کا عنوان وہی تھا ''عوام کے دشمن'' بہت جلد اس نے اطلاع دی کہ سب کچھ ٹھیک تھا اور امکانات اچھے ہیں۔

لاس اینجلس میں ہمارے آخری جلسے کے بعد ہمارے دوست ڈاکٹر اور مسز پرسی وال ٹی گرسن نے ہمیں ریلوے اسٹیشن تک پہنچایا۔ راستے میں بن کا جوش و خروش اس بلندی کو چھونے لگا کہ ڈاکٹر نے سان ڈیاگو روانگی کے بجائے ہمیں سینی ٹوریم میں داخل ہونے کو کہا۔ لیکن بن کا کہنا تھا کہ اس کا علاج صرف اس میں ہے کہ وہ سان ڈیاگو جائے۔ ٹرین میں اس کے چہرے پر مردوں والی زردی چھا گئی۔ اور پسینے کے بڑے بڑے قطرے اس کے چہرے پر دکھائی دینے لگے۔ اس کا جسم گھبراہٹ اور خوف سے کانپ رہا تھا۔ پوری رات وہ برتھ پر تڑپتا رہا۔

میں صرف اس کے لیے فکرمند تھی ورنہ میں خلاف معمول بالکل پرسکون تھی۔ میں پوری طرح جاگ رہی تھی اور بیٹھ کر 'البرٹ ایڈورڈز' کی تصنیف 'کامریڈیٹا' کا مطالعہ کرتی رہی۔ کوئی بھی دلچسپ کتاب مجھے ہمیشہ تکلیف دہ صورتحال کو فراموش کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ نسخہ آرتھر بلارڈ کی تصنیف تھا جو ہمارے دوستوں میں سے ایک تھا اور جس نے بابشکا (بڑی بی) کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیویارک کے دورے میں ہم سے تعاون کیا تھا۔اس کی زوردار کہانی اور اس کے روسی مرکزی خیال نے مجھے ماضی کے ایام میں پہنچا دیا۔ ہمارے سفر کے آخری دو گھنٹوں میں بن گہری نیند سوتا رہا اور میں ماضی میں اتنی ڈوبی ہوئی تھی کہ مجھے پتہ نہ چلا کہ ہم سان ڈیاگو پہنچنے والے ہیں۔ساتھی مسافروں کی ہڑبڑاہٹ مجھے حقائق کی دنیا میں واپس لائی۔ میں نے تیزی سے لباس بدلا اور بن کو جگایا۔

یہ پو پھٹنے کا وقت تھا اور چند مسافر ہی ٹرین سے اترے۔اس وقت پلیٹ فارم پر سناٹا تھا جب ہم باہر نکلنے کے دروازے پر پہنچے۔لیکن اس سے پہلے کہ ہم نکل گئے ہوتے ناگاہ پانچ لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ان میں سے چار نے اپنے جاسوسی والے بلے دکھائے اور ہمیں مطلع کیا کہ ہم زیرحراست ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس کی وجہ بتائی جائے لیکن انہوں نے ترشی کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔

جب ہم پولیس اسٹیشن کی طرف جارہے تھے تو سان ڈیاگو محوِخواب تھا۔ان چار افسروں کے ہمراہ چلنے والے شخص کا چہرہ مجھے کچھ مانوس سا لگا۔ میں ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے لگی کہ اس سے پہلے میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔تب یہ راز کھلا کہ یہ وہی شخص ہے جو یو۔ایس گرانٹ ہوٹل کے کمرے میں مجھ سے کہنے آیا تھا کہ حکام مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے اسے اخباری نمائندے کی حیثیت میں پہچان لیا جس نے یہاں ہمارے لیے دشواریاں پیدا کی تھیں۔وہ خدائی فوجداروں کا سرغنہ تھا۔

بن اور مجھے سلاخوں کے پیچھے مقفل کر دیا گیا۔اب نئے حالات پیدا ہونے کے انتظار کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے پھر سے اپنی کتاب اٹھالی۔خستہ حال ہو کر میں نے کوٹھری میں دھری میز پر سر رکھا اور اونگھ گئی۔

''تم بہت تھکی ہو جو اس طرح سو گئیں۔'' میٹرن نے مجھے جگاتے ہوئے کہا۔''کیا تمہارے کان میں غل غپاڑے کی آوازیں نہیں پڑیں؟'' وہ مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی۔''تھوڑی سی کافی پی لو تو طبیعت سنبھل جائے گی۔''اس نے بات بڑھائی مگر لہجے میں تلخی نہ تھی۔''شام ہونے تک تمہیں چاق و چوبند ہونے کی ضرورت ہوگی۔''

سڑک پر سے شور وغل اور چیخم دھاڑ کی آوازیں آرہی تھیں۔''خدائی فوجدار'' میٹرن نے نیچی آواز میں بتایا۔ باہر سے زوردار آوازیں آرہی تھیں اور میں انہیں سن بھی سکتی تھی جو ریٹمین ! کا مطالبہ کررہی تھیں۔ہمیں ریٹمین چاہیے !اس کے بعد موٹر کاروں کی پوں پوں کی آوازیں آئیں اور بلوائیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں۔اس کے بعد پھر ''ریٹمین''جس سے میرا دل ڈوبنے لگا۔

بلوائی دھماکے کررہے تھے اور ہاؤ ہو کررہے تھے۔شور لگتا تھا جیسے میرے دماغ پر ڈھول پیٹا جارہا ہو۔ میں نے آخر بن کو یہاں کیوں آنے دیا۔ میں سوچنے لگی۔ یہ دیوانہ پن تھا، دیوانگی !وہ اس کی واپسی کو معاف کرنے پر تیار نہ تھے۔وہ اس کی جان کے درپے تھے۔بڑے اضطراب میں میں نے کوٹھری کے دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ میٹرن آئی،اس کے ساتھ پولیس کوتوال اور کئی جاسوس بھی تھے۔

''میں ڈاکٹر ریٹمین سے ملنا چاہتی ہوں۔''میں نے مطالبہ کیا۔

''اسی مقصد کے لیے ہم بھی آئے ہیں۔'' کوتوال بولا۔''وہ چاہتا ہے کہ تم اس بات پر صاد کر دو کہ اسے شہر سے باہر روانہ کر دیا جائے اور دیگر کامریڈوں کو بھی۔''

''دیگر کامریڈ کون لوگ ہیں؟''

وہی شخص جو تمہارے جلسے کے انتظامات کرنے آیا تھا۔وہ جیل میں ہے اور یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ وہ زندہ ہے۔''

''تم پھر سے خیراندیش بنتے جارہے ہو۔''میں نے تڑ سے جواب دیا۔''مگر اس مرتبہ تم مجھے جُل نہیں دے سکتے۔ان دونوں کو شہر سے باہر بھیج دو۔ میں تمہارے حفاظتی انتظامات میں نہیں جاؤں گی۔''

''بہت خوب''۔وہ غرایا۔''چلو اور ریٹمین سے خود بات کرلو۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زردی مائل خوفزدہ نظروں سے جس طرح بن میری طرف گھور رہا تھا اس بات نے مجھے خوف کے معنی سمجھنے میں مدد دی ۔اس سے پہلے جسے میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ''ہمیں فوراً شہر چھوڑ دینا چاہئے'' اس نے کانپتی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔ ''جلسہ کرنا اب ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ چیف ولسن نے ہماری محفوظ واپسی کا وعدہ بھی کیا ہے۔ مہربانی سے ہاں کر دو۔''

''یہ تمہاری زندگی ہے جو خطرے میں ہے'' میں نے جواب دیا ''وہ میرے دشمن نہیں ہیں اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ لیکن دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں بھاگنے والی نہیں ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے میں بھی ٹھہروں گا۔'' اس نے بڑے عزم سے جواب دیا۔

میں تو ایک لمحے کے لیے تذبذب میں پڑ گئی۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں اسے وہاں رکنے دیتی ہوں تو میں اس کی زندگی کو معرض خطر میں ڈال رہی ہوں اور یہ بھی ہے کہ دوسرے کامریڈوں کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے۔ اب کوئی اور راستہ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ میں حامی بھرنے پر مجبور تھی۔

کوئی ناٹک بھی اس جذباتی تمثیل کی طرح نہ کھیلا گیا ہوگا جیسا کہ سان ڈیاگو جیل سے ہمیں بہ حفاظت نکالنے کے لیے ڈرامہ رچا کر ہمیں ریلوے اسٹیشن پر پہنچایا گیا۔ جلوس کے آگے آگے درجن بھر پولیس والے چل رہے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک بندوق تھی اور ریوالور ان کی پیٹیوں سے لٹک رہے تھے۔ ان کے پیچھے پولیس کو توال جاسوسوں کا افسر اعلیٰ چل رہا تھا دونوں پوری طرح مسلح تھے۔ اور بن ان کے بیچ میں اور میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی اور میرے دونوں جانب دو افسر ہم قدم تھے۔ ہمارے عقب میں نوجوان کامریڈ تھا اور اس کے پیچھے مزید پولیس والے۔

ہمارے نمودار ہونے پر زوردار ہاؤ ہو ہونے لگا۔ حد نظر تک انسانی مجمع تھا اور دھکا پیل ہو رہی تھی۔ عورتوں کی چیختی ہوئی آوازیں، مردوں کی آوازوں میں مدغم ہو رہی تھیں جو خون کی پیاس میں مدہوش تھے۔ ان میں جو زیادہ وارداتیا تھا اس نے بن پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی۔

''پیچھے، پیچھے ہٹو!'' کوتوال چلایا۔ ''اسیر قانون کی حفاظت میں ہیں میں تم سے قانون کا احترام کرنے کو کہتا ہوں۔ پیچھے ہٹو!''

کچھ لوگوں نے اسے سراہا بھی مگر دوسروں نے برا بھلا کہا۔ وہ فخریہ انداز میں پولیس کے دستے کے بیچ میں رہ کر اس جلوس کی رہنمائی کر رہا تھا جبکہ اس کے دونوں جانب جنونی ہجوم چیخم دھاڑ کر رہا تھا۔

ہمارے لیے کاریں منتظر تھیں جن پر شوخ امریکی پرچم لہرا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے چاروں کونوں پر ایک ایک رائفل نصب تھی۔ پولیس اور سادہ لباس والے ان گاڑیوں کے پائیدانوں پر کھڑے تھے میں نے اسی رپورٹر کو ان میں پہچان لیا۔ ہمیں اس مسلح قلعے میں ڈھیر کر دیا گیا۔ کوتوال ولسن ہم پر اس طرح مسلط تھا جیسے تھیٹروں میں ہیرو کھڑا ہوتا ہے یعنی مجمع پر بندوق تانے ہوئے۔ درختوں اور گھروں کی چھتوں پر سے کیمرے چلنے لگے، سائرن بولنے لگے، فساد برپا کرنے کے لیے نعرے بلند ہوئے اور ہم تھے کہ چلے جا رہے تھے۔ کئی کاریں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں اور ہجوم کی برہم آوازیں آ رہی تھیں۔

اسٹیشن پر ہمیں ایک ایسے ڈبے میں ٹھونس دیا گیا جہاں بستر والی نشستیں تھیں چھ پولیس والے بن کو گھیرے ہوئے تھے جوں ہی ٹرین حرکت کرنے لگی ایک شخص دوڑتا ہوا اندر آیا، پولیس والوں کو دھکا دیا اور بن کے منہ پر تھوک دیا۔ اور پھر اسی طرح لوٹ گیا۔

''وہ پورٹر ہے۔'' بن چلایا ''مجھ پر گزشتہ سال حملہ آوروں کا سرغنہ۔''

میں ہجوم کی سفاکی کے متعلق سوچنے لگی، دہشت زدہ کرنے والی مگر ساتھ ہی دلربا بھی۔ مجھے اب جا کر اندازہ ہوا کہ بن کا سابقہ تجربہ کیوں اس کے اعصاب پر سوار تھا یہاں تک کہ اسے مجبور ہو کر سان ڈیاگو آنا پڑا۔ مجھے اب محسوس ہوا کہ ہجوم کے مجموعی جنون میں بے دست و پا کرنے والی کتنی قوت ہوتی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ مجھے اس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہاں لوٹ کر نہ آؤں گی چاہے یہ مجھے مغلوب کر لے یا میں خود ہی برباد ہو جاؤں۔

میں ضرور واپس آؤں گی۔ میں نے خود سے عہد کیا لیکن بن کے ساتھ نہیں۔ نازک لمحات میں اس پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ تخیل پرواز کا حامل ہے لیکن اس میں عزم کی پختگی نہیں ہے۔ وہ من موجی ہے مگر اس میں قوت برداشت اور احساس ذمہ داری کی کمی ہے۔ اس کے مزاج کی ان جہتوں ہی نے بارہا ہماری زندگیوں میں تاریکی کے سائے پھیلائے اور میں محبت کے حصول کے لیے لرزنے لگتی۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہونے پر بہت دکھ ہوا کہ بن سورمائی مٹی کا بنا ہوا نہ تھا۔ اور وہ ساشا کے گوشت پوست سے بھی نہ بنا تھا جس میں درجن بھر مردوں کے برابر ہمت تھی اور طبیعت میں گہرے ٹھہراؤ کے علاوہ خطرات کے لمحات میں حاضر دماغی بھی بدرجہ اتم تھی۔

میرے خیال میں نڈر لوگوں کے لیے شائد جرأت کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ ساشا خوف سے نا آشنا تھا اور میکنلے سراسیمگی کے دوران میں کیا میں اپنی زندگی کے لیے خوفزدہ تھی؟ نہیں مجھے اپنے لیے کسی بھی قسم کا خوف لاحق نہیں تھا۔ حالانکہ میں اکثر دوسروں کے لیے یہ محسوس کرتی تھی۔ ہمیشہ یہی وجہ رہی کہ مجھ میں احساس ذمہ داری کا احساس مبالغہ آمیز رہا جس نے مجھے ان چیزوں کے کرنے پر مجبور کیا جنہیں میں ناپسند کرتی تھی۔ کیا ہم لوگ واقعی جرأت والے ہوتے ہیں، جو خوف سے نا آشنا ہوتے ہیں یا جو خطرے کا سامنا ہونے پر ثابت قدم رہتے ہیں؟ بن کے تو گوشت پوست میں دہشت بیٹھی ہوئی تھی اس کے باوجود وہ سان ڈیاگو گیا۔ کیا اسے حقیقی جرأت نہ کہا جائے گا؟ دل ہی دل میں میں اس ادھیڑ بن میں لگی رہی کہ بن کو بری کر دیا جائے جب کہ وہ کسی بہانے فرار ہونے کی راہ تلاش کر سکتا تھا۔

ٹرین نے رفتار بڑھالی۔ بن کا چہرے میرے منہ کے نزدیک تھا۔ وہ چاؤ چونچلے والی باتیں سرگوشی میں کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں میری آنکھوں میں ملتجیانہ جھانک رہی تھیں۔ ایسا پہلے بھی ہوا تھا کہ میرے تمام شکوک اور میرے سارے درد اور کلفتیں اس تلون مزاج لڑکے کی محبت میں تحلیل ہو گئیں۔

لاس اینجلس اور سان فرانسسکو میں ہماری ایسی خاطر مدارت کی گئی جیسے ہم ہیرو ہوں حالانکہ ہم دونوں بے شرم بھگوڑے تھے۔ مجھے تو یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن مجھے اس بات کی بے پایاں مسرت تھی کہ میرے لیکچروں میں خلاف معمول دلچسپی لی جا رہی تھی۔ دو خطبات جنہوں نے بہت بڑی تعداد میں سامعین کو کھینچا وہ تھے ''اخلاقیات کے ستم رسیدہ'' اور ''ایک انارکسٹ کی اسیری کی یادیں''۔

ہماری نیویارک واپسی پر بن کا اصرار تھا کہ ہمیں بڑا گھر ملنا چاہئے جس کا رہائشی علاقہ بہتر ہو اور اس میں اتنی گنجائش بھی ہو کہ اس میں دفتر کے ساتھ کتب خانہ بھی قائم ہو جائے۔ اسے اعتماد تھا کہ وہ ایسا کاروبار قائم کر سکتا ہے جس سے مدرارتھ خود کفیل ہو جائے گا اور ہمارے دوروں کا محتاج نہ رہے گا۔ بن اس بات کے لیے بھی فکرمند تھا کہ وہ اپنی ماں کو بھی اسی چھت کے سائے میں اپنے ساتھ رکھ لے خصوصاً ان دنوں میں جب اس کی طبیعت اچھی نہیں رہتی تھی۔

ہمیں ایک سو انیسویں کوچے میں ۴۷ ایسٹ میں ایک جگہ ملی۔ یہ دس کمرے کا ایک گھر تھا اور اچھی حالت میں تھا۔ دیوان خانہ جہاں سو افراد بہ اطمینان بیٹھ سکتے تھے۔ یہی ایک چیز تھی جو ہمیں چھوٹی محفلوں اور سماجی اجتماعات کے لیے درکار تھی اور اوپر کی منزل ہم سب کو گوشہ عافیت مہیا کر دے گی۔ میں نے ایسی راحت کو خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود کرایہ اور کمروں کو گرم رکھنے کے اخراجات ہمارے سابق گھر میں اٹھنے والے ان ہی مدوں کے اخراجات کے مقابلے میں کم تھے۔ گھر بڑا ہو گا تو اس کی دیکھ بھال کے لیے کوئی ملازم بھی چاہئے کیونکہ میں تو اپنے ڈرامے سے متعلق لیکچروں کے مسودے پر نظر ثانی میں مشغول ہو جاؤں گی تا کہ ان کی اشاعت ہو سکے۔

میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی سہیلی اسوڈا اسمتھ کو بلا لیتی ہوں جو گھر کی دیکھ بھال کرے۔ وہ مجھ سے چند برس چھوٹی تھی اور فرانسیسی نسل کی خوش مزاجی سے مالا مال تھی۔ لیکن اس کی سادگی کے نیچے ہمدردی اور قابل اعتبار ہونے کی کھری خوبیاں بھی موجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھیں۔ وہ ایک عمدہ گھر گرہست اور باورچن تھی اور فرانسیسی عورتوں کی اکثریت کے مانند وہ ایک ماہر ہنرمند بھی تھی۔ اسی طرح وہ زبان کے معاملے میں کوئی کم منجھی ہوئی عورت نہ تھی۔ خصوصاً ان لمحات میں جب وہ اپنی عینک کے تالوں میں سے غور سے دیکھنے لگتی۔ اس کی گفتار بڑی چٹپٹی ہوتی اور پھر گرما گرم۔ اس کے ذائقے اور کاٹ کو برداشت کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہ تھا۔

ہمیں اپنے دفتر کے لیے ایک سیکریٹری درکار تھی اور بن نے اپنے ایک دوست کا ذکر کیا جس کا نام مس ایم الیز فٹز جیرالڈ تھا۔ اظہار خیال کی آزادی کی مہم کے دوران میں' میں اس سے شکاگو میں مل چکی تھی۔ وہ ایک اثر انگیز لڑکی تھی اور اس کے بال سرخ تھے نازک جلد نیلی مائل سبز آنکھیں اور بن کی بہت شیدائی۔ اسے اس شخص کی عورتوں سے رغبت کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ اسے میرے اور بن کے مابین تعلقات کا بھی علم نہ تھا اور اسے جب میں نے یہ بتایا کہ ہمارے تعلقات منیجر اور لیکچرر کے ظاہری تعلقات سے کہیں بڑھ کر ہیں تو اسے معتد بہ جھٹکا سا لگا۔ مس فٹز جیرالڈ (یا شیرنی جیسا کہ بن اسے پکارتا اس لیے کہ اس کی سرخ لٹیں تھیں) ایک دلکش شخصیت تھی اس میں کوئی نامعلوم سی نہایت نفیس اور فراخ شے موجود تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بن کے سر پر سوار تمام جنون جن سے اس نے مجھے زیر بار کیا ان میں یہ واحد شخصیت تھی جس کا سحر مجھ پر برسوں طاری رہا۔ بن ایک سیکریٹری کی ضرورت پر زور دیتا رہا۔ ''شیرنی بہت باصلاحیت ہے۔'' اس نے مجھے یقین دلایا۔ وہ کئی ذمہ دار اسامیوں پر کام کر چکی ہے اور حال ہی میں ساؤتھ ڈکوٹا میں ایک سینی ٹوریم کی منیجر ہو گئی ہے۔ اسے ہمارے کام میں دلچسپی بھی ہے اس لیے وہ بہ خوشی اپنی ملازمت ترک کر دے گی اور ہم سے نیویارک میں آملے گی۔

ہماری نئی رہائش گاہ تیار تھی اور ہم نے سابق گھر کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ جب میں ۱۹۰۳ء میں پہلی مرتبہ ۲۱۰ تھرٹینتھ اسٹریٹ میں اٹھی تھی اور ہورس اور میں فلیٹ میں شراکت دار تھے تو اس نوتعمیر شدہ عمارت کے پہلے کرایہ دار تھے۔ تب سے پولیس نے بار بار یہ کوشش کی کہ میں یہ گھر خالی کروں مگر میرا مالک مکان ثابت قدم رہا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ میں نے کبھی اسے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور یہ بھی کہ میں قدیم ترین کرائے دار ہوں۔ جبکہ دوسرے اکثر و بیشتر بدلتے رہتے ہیں جن کی قومیتیں، چال چلن اور حیثیتیں جانے کہاں کہاں کی ہوتی ہیں جنہیں یاد رکھنا میرے بس سے باہر تھا۔ ان میں کاروباری سے لے کر دیہاڑی پر کام کرنے والے مبلغین سے جواری، یہودی عورتوں سے لے کر جو وگ لگاتی ہیں اور آوارہ گرد لڑکیاں جو سر اور کندھے جھٹک کر چلتیں اور غمزہ و عشوہ دکھاتی چلتی ہیں۔ وہاں تو ایک انسانی ریلا تھا جو چلا آ رہا تھا لیکن ذرا دیر کو رکتا اور پھر سے جذر اختیار کر لیتا۔

دکان نمبر ۲۱۰ میں باورچی خانے کے چولھے کو چھوڑ کر گھر کو گرم رکھنے کی سہولت نہیں تھی اور میرا کمرہ اس سے دور تھا۔ مجھے تو ایک جانب احاطہ دیکھنے کی سہولت تھی اور دائیں جانب کی کھڑکی سے ایک وسیع چھاپہ خانہ نظر آتا تھا۔ اس کی اعصاب شکن بھنبھناہٹ اور حروف بٹھانے اور چھاپے کی آوازیں کبھی نہ کم ہوتیں۔ میرا کمرہ بطور دیوان، طعام خانہ اور 'مدر ارتھ' کے دفتر کے بھی کام آتا۔ میں ایک چھوٹے سے محراب میں سوتی تھی جو کتابوں کی الماری کے اوپر تھا۔ ہمیشہ یہ ہوتا کہ میرے سامنے کوئی سو رہا ہے۔ ایسا شخص جو دیر تک ٹھہرا ہو اور یہاں سے فاصلے پر رہتا ہو یا پیدل چلنے سے گھبراتا ہو یا جسے پنڈلی بندوں کی ضرورت ہو یا ایسا فرد جس کا کوئی گھر ہی نہ ہو۔

اس عمارت کے دیگر تمام کرائے داروں کو عادت تھی کہ وہ کسی تکلیف یا بیماری میں ہم ہی سے رابطہ کرتے۔ نامناسب اوقات میں ہمارا دروازہ کھٹکھٹانے والے زیادہ تر جواری ہوتے جو اندھیرے منہ آتے۔ پولیس کے چھاپے کے اندیشے میں وہ آگ لگنے کی صورت میں کام آنے والی ہنگامی سیڑھی کو استعمال کرتے اور اوپر آ کر اپنے تام جھام کو چھپانے کی جگہ مانگتے۔ انہوں نے مجھے ایک مرتبہ بتایا کہ ''تمہارے گھر میں پولیس بموں کو تلاش کرنے آئے گی لیکن پتوں کے لیے نہ آئے گی۔'' تمام مصیبت زدگان ہمارے پاس ۲۱۰ میں دوڑے چلے آتے جوان کی زندگی کے ریگستان میں ایک نخلستان تھا۔ اس سے طبیعت تو بہت مسرور ہوتی مگر ساتھ ہی ساتھ گرانی بھی بہت ہوتی کہ دن یا رات میں ہمیں کبھی تنہائی نہ میسر آتی۔

ہمیں اپنا مختصر سا فلیٹ بہت عزیز ہو چکا تھا اور میری زندگی کا ایک اچھا خاصا حصہ اس میں بسر ہوا تھا۔ اس نے گزشتہ دس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برسوں میں انتہائی رنگارنگ سرگرمیاں دیکھی تھیں اور ایسے نامور مردوں اور عورتوں کو دیکھا تھا جو نامور تھے اور یہاں آکر ہنس اور رو چکے تھے۔ روس والی مہم جو کیتھارائن بریشکو وسکایا اور چیکو وسکی ہوں، اور لینیف کا کام، اظہار خیال کی آزادی کی لڑائی اور انقلابی نظریات کی نشر و اشاعت، اس میں کئی ذاتی معاملات کا ذکر شامل نہیں ہے جن میں خوشی اور غم دونوں شامل تھے۔ وہ سب ہی اس جگہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انسانی المیے اور لطافتوں کی رنگارنگ دھنک ۲۱۰ مکان کے جام جم میں جھلک دکھا چکی تھی۔ اس میں تعجب نہ ہونا چاہئے جو میرے اچھے سے دوست ہیچ ہپگوڈ نے اکثر کہا کہ ہمیں مل کر "گمشدہ کتوں کے گھر" کی کہانی لکھنا چاہئے۔ وہ خاص طور سے اس امر پر مصر تھا اور زور دے کر کہتا کہ اس سے وابستہ رومانس اور سوز و گداز کو بیان کیا جائے جب ہم خود کو جوان اور خوش باش سمجھتے تھے اور اپنے اپنے ڈھنگ میں ایک دوسرے کے دل میں اترنے میں لگے رہتے۔ صد افسوس کہ میں اس کی بیوی پر مرتی تھی اور وہ بن پر لہلوٹ۔ اور یوں ہم لوگ بے شرمی کی حد تک ایک دوسرے پر فدا رہتے اور یوں کہانی کبھی ضابطہ تحریر میں نہ آسکی۔

دس برس تو ایک تیز لہر کی طرح گزر گئے اور یہ سوچنے کی مہلت بھی نہ ملی کہ یہ جگہ میرے دل میں کتنا گھر کر چکی ہے۔ یہ صرف اس وقت پتہ چلا جب رخصت ہونے کا لمحہ آگیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ ۲۱۰ میں میری جڑیں کس گہرائی میں اتر چکی تھیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com